حضور صدر الافاضل کے محبوب و مرشد و استاد گرامی شیخ الکل حضور علامہ محمد گل خان کابلی ثم مراد آبادی تغمدہ اللہ الہادی
کے چند علمی و تحقیقی رسائل منیفہ کا خوبصورت مجموعہ

رسائلِ شیخ الکل

رشحاتِ قلم

مرشد و استاد صدر الافاضل حضور شیخ الکل علامہ
محمد گل خان کابلی ثم مراد آبادی رحمہ اللہ الہادی

ترتیب تقدیم تسہیل تحشیہ تخریج

خلیفہ حضور تاج الشریعہ و حضور محدث کبیر محقق اہل سنت حضرت مولانا
مفتی محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی حفظہ اللہ تعالیٰ

رسائلِ شیخ الکل

حضور صدر الافاضل کے پیر و مرشد و استاد گرامی شیخ الکل حضور علامہ محمد گل خان کابلی ثم مراد آبادی تغمدہ اللہ الہادی
کے چھ علمی و تحقیقی رسائل منیفہ کا خوبصورت مجموعہ

رسائل شیخ الکل

رشحات قلم

مرشد و استاد صدر الافاضل حضور شیخ الکل علامہ محمد گل خان کابلی ثم مراد آبادی رحمہ اللہ الہادی

ترتیب تقدیم تسہیل تحشیہ تخریج
خلیفہ حضور تاج الشریعہ و حضور محدث کبیر محقق اہل سنت حضرت مولانا
مفتی محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی حفظہ اللہ تعالیٰ

نوری دار الافتاء
مدینہ مسجد محلہ علی خان کاشی پور اتراکھنڈ

تفصیلات

کتاب: رسائل شیخ الکل

مصنف: شیخ الکل علامہ محمد گل خان کابلی ثم مرادآبادی رحمہ اللہ الھادی

مرتب: مفتی محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی خلیفہ حضور تاج الشریعہ نوری دارالافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور اتراکھنڈ

سال اشاعت: ذوالحجہ۔۱۴۴۶ھ۔جون۔۲۰۲۵ء

ای میل: nooridarulifta786@gmail.com

موبائل: 9759522786

صفحات: ۳۸۴

ناشر:۔ نوری دارالافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور اتراکھنڈ

شرف انتساب

فقیر اپنی اس کاوش کو

غواص بحر طریقت و معرفت، ماہر علوم شریعت، شیخ الکل علامہ محمد گل خان کابلی جلال آبادی

ثم مرادآبادی رحمہ اللہ الھادی

کے منظور نظر، لاڈلے و چہیتے شاگرد، مخلص مرید اور محبوب خلیفہ

مفسر تفسیر خزائن العرفان، اہل سنت کے بطل جلیل، بے مثال مناظر، بے باک مذہبی و ملی رہنماو لیڈر، مبلغ اسلام، استاد العلماء، صدر الافاضل، فخر الاماثل حضرت علامہ سید محمد نعیم الدین

قادری جلالی محدث مرادآبادی تغمدہ اللہ الھادی

کی پیاری و مقدس بارگاہ میں معنون کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے،

جن کی نسبت کی برکت سے فقیر نعیمی کو شیخ الکل کی بارگاہ سے روحانی طور پر اکتساب فیض وکسب علم کا موقع نصیب ہوا۔ اور رسائل کی ترتیب وتذہیب کی شکل میں شیخ الکل کی بارگاہ نور کی خدمت کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ دعاہے مولیٰ تعالیٰ

تمام اہل سنت کو خصوصاً فقیر سمیت تمام نعیمی برادری کو دونوں استاد و شاگرد، پیر و مرید، مرشد وخلیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کے فیوض وبرکات سے خوب مستفیض و مستنیر فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم

نیاز مند: محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی غفرلہ ولوالدیہ

نوری دار الافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور اتراکھنڈ

فہرست مشمولات رسائل شیخ الکل

تفصیلات	۲
شرف انتساب	۳
فہرست مشمولات رسائل شیخ الکل	۴
تقدیم	۲۳
تعارف شیخ الکل	۲۶
تعارف رسائل	۶۰
کتاب:۔ ذخیرۃ العقبیٰ فی استحباب مجلس میلاد المصطفیٰ	۸۳
مجلس میلاد شریف کا ثبوت	۸۴
نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی ولادت کے دن روزہ رکھتے تھے	۸۵
مجلس میں رسول اللہ ﷺ کی ولادت اور واقعہ ہجرت کو بیان کرنے کا حکم	۸۵
توریت میں نبی ﷺ کی ولادت، ہجرت اور اوصاف حمیدہ کا ذکر موجود ہے	۸۶
وقت ولادت ظاہر ہونے والے معجزات کو مجلس میلاد میں بیان کرنے کا حکم	۸۷
رسول اللہ ﷺ کو بہترین خاندان و گھرانے میں مبعوث کیا گیا	۸۸
مجلس میلاد میں قیام سنت ہے نہ کہ بدعت، احادیث سے ثبوت	۸۹
لفظ پیدائش و لفظ تولد دونوں کی مراد ایک ہی ہے	۹۱
ذکر ولادت کے وقت قیام، نبی ﷺ کا فعل اور اس کی تعمیل امت کے لیے مستحب	۹۳
ذکر ولادت کے وقت قیام کی ممانعت شرعاً ثابت نہیں، بلکہ قیام ثابت ہے	۹۴
رسول اللہ ﷺ کے قیام کے وقت صحابہ کرام کا قیام بھی احادیث سے ثابت	۹۴
ایک دوسرے کے لیے قیام کی ممانعت پر قیام میلاد کو قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے	۹۶
قیام کی دونوں صورتوں کی تفصیل اور مدلل تحقیق	۹۶

کون سا قیام مکروہ ہے اس پر نصوص فقہیہ سے مدلل بحث	۹۸
قیام کی کون سی صورت جائز کون سی ناجائز دلائل کی روشنی میں تفصیل	۹۹
جو اپنے لیے قیام پسند کرے اس کے لیے قیام کی اجازت نہیں	۱۰۰
ذکر ولادت کے وقت قیام کی حرمت ہرگز ثابت نہیں	۱۰۱
مجلس میلاد میں قیام کس وقت کیا جانا چاہیے	۱۰۱
مجلس میلاد میں قیام مستحب ہے، نہ کرے تو حرج نہیں لیکن بدعت کہنا اور سمجھنا گمراہی ہے	۱۰۲
مجلس میلاد میں ہمیشہ کیوں قیام کرتے ہیں؟	۱۰۳
خطبہ جمعہ و عیدین کے وقت نبی ﷺ سے قیام ثابت ہے تو کیوں نہیں کرتے (اعتراض)	۱۰۴
(جواب) خطبہ جمعہ و عیدین کے وقت نبی ﷺ نے خود قیام کیا اور صحابہ کرام کو بیٹھنے کا حکم فرمایا	۱۰۴
وقت ذکر ولادت قیام مستحب ہے اور اس پر دوام مستحسن ہے کوئی بھی شخص اسے فرض وواجب نہیں سمجھتا	۱۰۵
اگر مستحب پر دوام بدعت ہو تو مستحبات نماز وغیرہ بھی بدعت ہوں حالاں کہ ایسا نہیں ہے	۱۰۶
مستحب پر دوام بدعت و مذموم نہیں، دیوبندی کتابوں سے ثبوت	۱۰۶
تارک مستحب لائق ملامت نہیں البتہ تارک قیام اگر اسے بدعت تصور کرتا ہے تو ضرور لائق ملامت ہے	۱۰۶
مولود خواں حضرات کو چاہیے کہ مجلس میلاد شریف کے ضروری مسائل بیان کریں	۱۰۷
متروک سنت کا احیا اور سو شہیدوں کا ثواب	۱۰۷
رسول اللہ ﷺ و اصحاب کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اتباع لازم ہے	۱۰۷
دینی بات کو سننے کے لیے قیام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت ہے	۱۰۹
قیام سے متعلق خلفائے ثلاثہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ایمان افروز واقعہ	۱۰۹

مجلس میلاد میں قیام ابتدا تا انتہا ہو یا کسی خاص وقت میں، تحقیقی جواب	۱۱۱
مجلس میلاد میں قیام احادیث مسلسلات کے تناظر میں	۱۱۱
اتباع رسول ﷺ میں صحابہ کرام کا تصلب	۱۱۲
مجلس میلاد شریف میں نعت وغیرہ منظوم کلام پڑھنے کی تحقیقی بحث	۱۱۴
نبی ﷺ کا حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منبر پر کھڑا کرنا اور نعت پڑھوانا	۱۱۴
اشعار کا گانا غنا ہے لیکن نعتیہ اشعار پڑھنا غنا میں داخل نہیں، تحقیقی بحث	۱۱۵
دف کے جواز و عدم جواز کی بحث	۱۱۷
نذر طاعت و قربت میں ہوتی ہے معصیت میں نہیں	۱۱۹
وہ اشعار جن میں حکم، وعظ، نعت وغیرہ دینی ذکر ہوا نہیں پڑھنا جائز ہے	۱۱۹
نبی کریم ﷺ کے ذکر ولادت کے استحباب پر قرآن وکتب تفسیر سے دلائل	۱۲۰
قرآن میں فرعون وشداد کی بھی پیدائش کا ذکر ہے تو کیا ان کا بھی ذکر پیدائش کریں؟ اس اعتراض کا منہ توڑ علمی و تحقیقی جواب	۱۲۲
نبی ﷺ نے اپنی ولادت کا ذکر منبر پر قیام فرما کے فرمایا ہے فرعون وشداد کا نہیں	۱۲۲
نبی ﷺ کی پیدائش ہمارے لیے نعمت عظمیٰ ہے فرعون وشداد کی پیدائش نہیں	۱۲۲
جو لوگ ذکر ولادت کے منکر ہیں وہ اللہ کے ناشکروں میں داخل اور وعید الٰہی کے مستحق ہیں	
نبی ﷺ کے علاوہ بھی نعمتیں ہیں تو صرف نبی ﷺ کی پیدائش پر ہی جلسہ کیوں؟ تحقیقی جواب	۱۲۳
ذکر ولادت بدعت نہیں، بلکہ آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ سے ثابت ہے	۱۲۴
انبیاے کرام علیہم السلام اور دیگر افراد انسان کی پیدائش کا تفصیلی واجمالی ذکر قرآن وحدیث میں کیا گیا ہے۔ چند مثالیں	۱۲۴
امور مجلس میلاد کا ذکر اور ان کے جواز کی تصریح	۱۳۳
مجلس خیر کی برکت سے متعلق حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث	۱۳۳

ذکر اللہ اور درود شریف کے بغیر مجلس ادھوری رہتی ہے	۱۳۵
مجلس میلاد میں فاسق وفاجر بھی جمع ہوتے ہیں توکیا ایسی محفل میں جانا جائز ہوگا؟	۱۳۵
جس محفل میں فساق بھی شامل ہوں ان میں جانے کی جائز صورت	۱۳۵
محفل خیر میں بیٹھنے والا اور اچھوں کی صحبت میں بیٹھنے والا بدبخت نہیں ہوتا بلکہ مستحق مغفرت ہوتا ہے خواہ کتنا بھی گنہگار ہو	۱۳۶
مجلس میلاد میں خوش آوازی سے قرآن ونعت وغیرہ کلام محمود پڑھنا مستحب ہے	۱۳۷
موسیقی کے رعایت کرتے ہوئے قرآن ونعت پڑھنا مکروہ ہے	۱۳۸
نبی ﷺ کا فرمان: خوش آوازی قرآن کا حسن بڑھاتی ہے، خوش آوازی کو حرام کہنا حرام کو حلال کہنا ہے اور شرع اور شارع کی توہین ہے موجب کفر ہے	۱۳۹
کس قسم کا غنا حرام ہے تفصیلی بحث	۱۴۰
صاحب مجلس میلاد کا اہل محفل کو شیرینی وغیرہ تقسیم کرنا بھی سنت ہے اور حاضرین محفل کا اس شیرینی کو قبول کرنا بھی سنت ہے	۱۴۳
گھر میں آنے والوں کو میٹھی چیز کھلانا سنت ہے	۱۴۵
ہدیہ اور صدقہ دینا اور لینا دونوں احادیث وآثار سے ثابت ہے	۱۴۶
ہدیہ کا رد کرنا خلاف سنت ہے	۱۴۶
مجلس میلاد میں مسلمانوں کے اجتماع کے فوائد	۱۴۷
فاسق وفاجر کی ضیافت کا حکم اور اس کے جواز کی صورت	۱۴۹
بطور احسان اور حسن نیت سے فاسق بلکہ کافر کی بھی ضیافت جائز، حدیث سے ثبوت	۱۴۹
فساق کو مجلس میلاد میں بلانے کا مقاصد	۱۵۱
مجلس وعظ کے لیے فساق کو بلانا دیوبندیوں کے نزدیک فرض ہے	۱۵۲
مجلس میلاد وغیرہ مجالس خیر کے لیے دن کا تقرر اور جگہ کا تعین جائز اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے	۱۵۳

صحابیِ رسول ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے وعظ کے لیے جمعرات کا دن مقرر کیا تھا صحیح حدیث سے ثابت	۱۵۵
اختلاف کے وقت ان علما کی پیروی کرو جن کے اقوال شرع کے مطابق ہوں، میلاد کو جائز و مستحب بتانے والے علما ہی حق پر ہیں انہیں کے اقوال شرع کے مطابق ہیں منکرین بدمذہب و بدعتی ہیں	۱۵۷
دلائل شرعیہ چار ہیں اور میلاد شریف ان دلائل سے ثابت، خواب موجب تقلید نہیں۔	۱۵۸
مدرسہ دیوبند کی فضیلت میں دیوبندیوں کا بیان کردہ خواب اور شیخ الکل کا الزامی جواب	۱۵۹
دیوبندی عالم عبدالرشید گنگوہی کے نزدیک مجلس خیر میں منبر بچھانا مستحب ہے	۱۵۹
سامعین کے لیے زمین پر دری وغیرہ بچھانا جائز ہے	۱۶۰
دیوبندی عالم عبدالرشید گنگوہی کے نزدیک مجلس میلاد میں شیرینی وغیرہ کو ضروری نہ سمجھے تو جائز ہے ورنہ مکروہ۔	۱۶۱
گنگوہی کے نزدیک ذات رسالت ﷺ پر شکر ادا کرنا فرض دائمی ہے	۱۶۲
گنگوہی کے نزدیک ذات نبی ﷺ پر خوشی و شکر ربیع الاول میں زیادہ چاہیے اس سے کسی کو انکار نہیں اور یہ تعین نہیں بلکہ دوام ہے جیسے عبادت افضل ہے مگر رمضان میں بہت افضل	۱۶۲
مجلس میلاد مجلس وعظ ہی کی طرح ہے جو جائز اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے	۱۶۳
گنگوہی کے نزدیک مجلس میلاد جائز و مستحب ہے جب کہ کوئی اسے لازم نہ سمجھے	۱۶۳
گنگوہی کے نزدیک مجلس میلاد میں روشنی وغیرہ کو ضروری نہ سمجھا جائے تو جائز ہے،	۱۶۴
گنگوہی کی کتاب براہین قاطعہ کی بہت سی عبارتوں سے یہی ثابت ہے کہ مجلس میلاد اور اس میں کیے جانے والے کام اگر عوام ضروری نہ سمجھے تو جائز ہیں ورنہ بدعت	۱۶۴
اہل سنت کے نزدیک مجلس میلاد اور اس میں کیے جانے والے کام جائز و مستحب ہیں اہل سنت و جماعت میں کوئی بھی مجلس میلاد کو کسی خاص دن اور خاص وقت میں کرنے کو فرض وواجب نہیں سمجھتا یوں ہی شیرینی، روشنی وغیرہ کو بھی لازم نہیں جانتا	۱۶۵

گنگوہی کے نزدیک ذکر رسالت ﷺ کے لیے قیام مطلقاً مباح ہے مگر عوام کے واجب سمجھنے سے بدعت ہوا (حق یہ ہے کہ کوئی اسے واجب نہیں سمجھتا)	۱۶۵
احادیث میلاد جمع کرنا اور لوگوں کو سنانا ہرگز بدعت نہیں	۱۶۶
مجلس میلاد شریف میں آنے والوں کے لیے فرش بچھانا مستحب ہے	۱۶۶
حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی آمد پر رسول اللہ ﷺ نے قیام فرمایا اور اپنی چادر تطہیر بچھائی	۱۶۷
وجہ تصنیف: از مصنف	۱۶۸
کتاب :۔ دعاے برکت بر طعام ضیافت	۱۷۱
ابتدائیہ از مصنف	۱۷۲
نیک لوگوں سے کھانے پر دعا (یعنی فاتحہ) کرانا کیسا؟	۱۷۳
کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ جائز ہے یا ناجائز؟	۱۷۳
کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ جائز و مستحب ہے	۱۷۴
غزوہ تبوک میں رسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے کھانا اکھٹا کرایا اور کھانے پر دعاے برکت فرمائی اور تقسیم فرمادیا (صحیح مسلم)	۱۷۴
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چھواروں کو جمع کر کے رسول اللہ ﷺ نے دعاے برکت فرمائی (سنن ترمذی)	۱۷۵
جنگ خندق کے وقت حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر دعوت میں رسول اللہ ﷺ نے کھانے پر دعاے برکت فرمائی اور لعاب دہن ڈالا تو دو چار آدمیوں کا کھانا ایک ہزار لوگوں نے کھایا (صحیح بخاری و مسلم)	۱۷۶
کچے آٹے پر ہو یا پکی روٹی پر دونوں پر نبی ﷺ سے دعاے برکت کرنا ثابت ہے	۱۷۸

ام سلیم رضی اللہ عنہا کے یہاں نبی ﷺ نے مالیدہ بنوا کر دعاے برکت فرمائی (صحیح بخاری و مسلم)	۱۷۹
برکت دینی و دنیاوی دونوں برکتوں کو شامل ہے	۱۸۰
دوسروں سے دعا کرانا جائز اور حدیث سے ثابت ہے	۱۸۱
فاتحہ میں قرآن کی سورتیں پڑھنا جائز بلکہ مستحب ہے	۱۸۱
جس محفل میں اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کے نبی ﷺ پر درود نہ پڑھا جائے وہ محفل باعث نقصان ہوتی ہے (سنن ترمذی)	۱۸۲
افضل ذکر لا الہ الا اللہ اور بہترین دعا الحمد للہ ہے	۱۸۲
حدیث میں الحمد سے پوری الحمد مراد ہے	۱۸۳
الحمد میں دو چیزیں ہیں (۱) اللہ کا ذکر (۲) اپنے نفس کے لیے دعا	۱۸۳
نبی ﷺ پہلے اپنے لیے دعا فرماتے پھر دوسروں کے لیے	۱۸۴
بغیر درود کے دعا آسمان و زمین کے درمیان معلق رہتی ہے	۱۸۴
احادیث رسول اللہ ﷺ سے دعا کے وقت ہاتھ اٹھانے کا ثبوت اور طریقہ	۱۸۵
کھانے پر دعاے برکت کے ساتھ اموات کے لیے دعاے مغفرت کرنا بھی جائز ہے	۱۸۷
فاتحہ کے لیے جمعرات کی تخصیص کا حکم	۱۸۸
جمعرات تک فاتحہ یعنی دعا کو مؤخر کرنا جائز بلکہ سنت	۱۸۸
حضرت یعقوب علیہ السلام کا اپنے بیٹوں کے لیے دعاے مغفرت کو جمعرات تک مؤخر کرنے کا ذکر	۱۸۸
رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جمعرات میں کرنے کا ایک عمل تلقین فرمایا	۱۸۹
متعدد جمعراتوں تک فاتحہ کرنا کیسا	۱۹۰
فاتحہ کے لیے جمعرات کا انتظار کرنا جائز ہے	۱۹۱

حضرت یعقوب علیہ السلام کا جمعرات تک دعاے مغفرت کو مؤخر کرنا نیز حضرت علی کے لیے بھی جمعرات تک عمل میں تاخیر کا حکم	۱۹۱
حضرت یعقوب علیہ السلام بیس سالوں تک ہر جمعرات کو اپنے بیٹوں کے لیے دعاے مغفرت کرتے رہے	۱۹۲
منکرین فاتحہ کے لیے شیخ الکل کی طرف سے چند شرائط پر مشتمل اعلان	۱۹۳
کتاب:۔ براہین بینہ بر اثبات نذور معینہ	۱۹۵
ابتدائیہ از مصنف	۱۹۶
نذر (منت) سے متعلق تفصیلی سوال	۱۹۶
اللہ کے لیے غریبوں کو کھانا کھلانے جیسے جائز کاموں کی نذر کا حکم	۱۹۷
نذر شرعی کا پورا کرنا واجب ہے	۱۹۸
سنن ابو داؤد کی حدیث جس سے نذر شرعی کی تکمیل کا وجوب ثابت ہے	۱۹۸
نذر معلق جائز اور اس کا ادا کرنا واجب	۱۹۹
نذر میں مذکور مکان مقررہ کے علاوہ دوسرے مکان میں نذر کی تکمیل جائز ہے	۱۹۹
وجود شرط سے پہلے نذر کی ادائیگی کا حکم	۲۰۰
نذر کی ادائیگی میں تاخیر جائز ہے	۲۰۱
نذر معین مطلق نیت اور نفلی نیت دونوں سے ادا ہو جاتی ہے	۲۰۲
فقہی اختلاف سے بچنا مستحسن ہے	۲۰۲
گیارہویں وغیرہ بزرگوں سے منسوب تاریخوں میں اللہ کے لیے فقرا کو صدقہ کرنے، روزہ رکھنے یا نماز پڑھنے کی نذر کا حکم	۲۰۳
بزرگان دین کو ان نذور کا ایصال ثواب جائز ہے	۲۰۳
نذر مطلق واجب الادا ہے	۲۰۴

بغیر کسی شرط کے عبادات مقصودہ کی نذر جیسے فلاں مہینے روزہ رکھوں گا فلاں مسجد میں اعتکاف کروں گا وغیرہ۔ ایسی نذر میں مکان وزمان کی قید پر عمل لازم نہیں	۲۰۵
نذر میں کھانا وغیرہ معین فقیر کے سوا دوسرے فقیر کو بھی دینا جائز ہے	۲۰۵
نذر اللہ کے لیے ہو لیکن اس میں کسی بزرگ کا ذکر ہو جیسے فلاں ولی کے مزار پر رہنے والے فقرا پر تصدق کروں گا تو یہ نذر صحیح ہے	۲۰۶
نذر مانی کہ فلاں آستانہ پر اللہ کے لیے بکری وغیرہ ذبح کروں گا تو یہ نذر جائز ہے	۲۰۶
نذر معین کی ادا مقرر کردہ وقت ومکان میں ہی بہتر ہے جب تک کہ کوئی شرعی وجہ مانع نہ ہو	۲۰۷
نذر بالمعصیۃ جائز نہیں اور اس کا پورا کرنا بھی جائز نہیں	۲۰۹
نذر شرعی کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ نذر شدہ چیز عبادت مقصودہ ہو، معصیت نہ ہو	۲۰۹
عید کے دن روزہ کی نذر ماننے کی بحث	۲۱۰
مطلق نذر جب بھی ادا کی جائے گی ادا ہوگی بر خلاف نذر معین کے	۲۱۱
عید کے دن روزہ کی نذر عند الفقہا عید کے بعد کے لیے موخر کی جائے گی	۲۱۲
نذر کرنے والے کو تعین وقت میں اختیار ہے	۲۱۳
وہ نذر جس میں صاحب شرع کا حق وابستہ ہے اس میں ناذر کو تعیین کا اختیار نہیں	۲۱۳
اللہ کے لیے کونڈے بھر کے فقرا کو کھلانے کی نذر درست ہے	۲۱۴
نذر مانے ہوئے کونڈے میں کھانا بھر کے فقرا کو ایک ساتھ جمع کر کے کھلانا جائز ہے	۲۱۵
نبی ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ ایک بڑے برتن میں کھانا تناول فرماتے تھے	۲۱۵
کھانا معین کر کے فقرا کو کھلانے کی نذر جائز ہے	۲۱۵
نذر کا کھانا پکانے وکھلانے سے پہلے مکان کی صفائی، دری، دسترخوان وغیرہ بچھانا، وضو کرنا جائز بلکہ مستحب ہے	۲۱۷
نذر کے کھانے کا ثواب کسی میت یا کسی خاص بزرگ کو ایصال کرنا نیز فاتحہ وعرس کرنے سے متعلق منکرین کی مسلمہ شخصیات کی کتابوں کے حوالے	۲۱۹

اموات کو ثواب کی نیت سے نذر جائز ہے	۲۲۰
نذر، نیاز، منت، تینوں کی تفصیل اور تینوں کے جواز کا ثبوت	۲۲۲
بزرگوں کے نام نذر و نیاز کا حکم	۲۲۲
اپنے اوپر لازم کردہ نذر کا ثواب اموات کو ایصال کرنے کا حکم	۲۲۲
فرض، واجب، نفل وغیرہ نیک اعمال کا ثواب، زندہ یا مردہ کسی بھی مسلمان کو پہنچانا جائز ہے	۲۲۴
فقہا کی اصطلاح میں فرض کا اطلاق واجب پر بھی ہوتا ہے	۲۲۶
فرض کا اطلاق فرض عملی پر بھی ہوتا ہے	۲۲۶
فرض عملی کی تشریح	۲۲۷
نذر و نیاز کا ثواب بارگاہ رسالت ﷺ میں پیش مستحب ہے	۲۲۷
فقرا کے سامنے فاتحہ وغیرہ کے لیے کھانا رکھنا اور اس کھانے پر فاتحہ جائز ہے	۲۲۸
بلا قبضہ دیے صدقہ صحیح نہیں ہوتا	۲۲۸
دعاے مغفرت کے وقت ہاتھ اٹھانا مسنون ہے	۲۲۹
زندوں کی طرف سے مردوں کے لیے دعا و صدقہ مردوں کے حق میں مفید ہوتا ہے	۲۲۹
شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کے نزدیک فاتحہ کا کھانا متبرک اور اس کا کھانا بہتر ہے	۲۳۰
شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کے نزدیک حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی نیاز کا کھانا تبرک ہے اور اسے کھانا بہتر ہے۔	۲۳۰
مصنف کی کتاب "مخزن الروایات فی ایصال ثواب الاحیاء الی الاموات" اور دعاے برکت" میں اس مسئلہ میں سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے	۲۳۰
فوراً بدعتی مت کہو! مصنف کی طرف سے تنبیہ اور کتاب کا جواب لکھنے والوں کے لیے چند شرائط	۲۳۱

کتاب:۔ ''مسجد میں نماز جنازہ کا شرعی حکم''	۲۳۳
نماز جنازہ مسجد میں اداکرنے سے متعلق استفتا	۲۳۴
بغیر عذر مسجد میں نماز جنازہ اداکرنے کا فتوی	۲۳۴
شیخ الکل کی طرف سے فتوے پر گرفت	۲۳۴
احناف کے نزدیک مسجد میں نماز جنازہ بلاعذر مکروہ ہے	۲۳۴
بُعدِ مسافت کے سبب وضوٹوٹ جانا مسجد میں نماز جنازہ کے لیے عذر شرعی نہیں	۲۳۵
وضو کا بدل تیمم ہے جہاں وضو کی کوئی صورت نہ ہو وہاں تیمم کافی ہے	۲۳۵
فتوے پر ملک کے مشاہیر علما کی تصدیقات و تائیدات	۲۳۶
امام اہل سنت اعلیٰ حضرت کی تائیدی تحریر منیر	۲۴۱
شیخ الکل کی جانب سے جواب دینے والوں کو جواب دینے سے متعلق چند شرائط کا ذکر	۲۴۲
کتاب ''اشرف البراہین المنہودہ علی حرمت الغرابین الہندیہ''	۲۴۳
ابتدائیہ از مصنف	۲۴۴
دیسی کوا، مکروہ تحریمی ہے	۲۴۵
کوے کی چار قسمیں ہیں	۲۴۵
غراب زرع جو نجاست بالکل نہیں کھاتا وہ کوا، بالاتفاق حلال ہے	۲۴۵
ابقع، جو صرف نجاست ہی کھاتا ہے بالاتفاق مکروہ ہے	۲۴۶
عقعق جو پاک وناپاک دونوں چیزیں کھاتا ہے اس میں اختلاف ہے	۲۴۶
دیسی کوا، غراب زرع اور عقعق میں داخل نہیں	۲۴۸
غراب ابقع ہی دیسی کوا ہے اور وہ حرام ہے، دو دیوبندی کتابوں کے حوالے	۲۴۸
حلال کوے کو پہچاننے کا قاعدہ	۲۴۹
فتاوی قاضی خاں سے عقعق میں شیخین کے درمیان اختلاف کی تفصیل	۲۴۹

حرف ”ثم“ تعقیب وتراخی کے لیے آتا ہے، کتب اصول کے حوالے	۲۵۰
احناف کے نزدیک وہ کوا جو مرغی کی طرح پاک وناپاک کھاتا ہے لیکن ناپاک چیزیں دوسری چیزوں سے ملانے کے بعد کھاتا ہے وہ عقعق ہے اس میں اختلاف ہے اصح حلت ہے	۲۵۱
عقعق کوے کی غذا سے متعلق کتب فقہ سے تفصیل	۲۵۲
لفظ ثم اور ”فا“ تراخی وتعقیب کے لیے ہے	۲۵۳
دیسی کوا شکاری پرندوں سے مشابہت رکھتا ہے	۲۵۴
عقعق سیاہ یا ابلق سے متعلق فتاوی شامی کی عبارات میں تعارض اور مصنف کی تطبیق	۲۵۵
زرع بالاتفاق حلال، دیسی کوا عقعق وغیرہ سے خارج اور حرام کووں میں داخل	۲۵۶
عقعق میں شیخین کا اختلاف	۲۵۶
کتب فقہ سے ”لاباس بہ“ کی تشریح	۲۵۶
لاباس بہ، کا مطلب یہ کہ اس فعل کا غیر مستحب ہے، یعنی عقعق سے بچنا مستحب ہے	۲۵۷
راجح روایات فقہا کی خلاف ورزی جائز نہیں	۲۵۷
قول مرجوع پر فتوی دینا جہالت اور خلاف اجماع ہے	۲۵۷
احناف کے نزدیک مرجوح پر نہ خود عمل روا نہ دوسروں کو تلقین جائز	۲۵۸
خلاصہ بحث: دیسی کوا حرام ہے، عقعق سے بچنا مستحب ہے	۲۵۸
قطعہ مشتمل بر تاریخ تالیف، از مصنف	۲۵۸
مسلمان کا ذبیحہ کافر بیچے تو خریدنا کیسا؟ مختصر مگر مدلل فتوی	۲۵۹
بقول کافر مسلمان کا ذبیحہ ہے مگر بائع کافر ہے تو ایسے گوشت کو کھانا جائز نہیں	۲۵۹
کافر کی خبر معاملات میں مقبول ہے دیانات میں نہیں	۲۵۹
مشاہیر کی تصدیقات	۲۶۰

کتاب "ثبت شیخ الکل"	۲۶۱
إجازة المؤلف من شیخه فی کتب الفقه وغیرها	۲۶۲
سند المؤلف فی الفقه الحنفی بطریق الإمام الطحطاوی الی الامام الاعظم ابی حنیفه رحمه الله	۲۶۳
السند الاول فی الفقه الحنفی بطریق الامام الطحطاوی	۲۶۴
السند الثانی فی الفقه بطریق السید الشریف محمد الحریری	۲۶۵
سند کتاب الهدایة لامام المرغینانی	۲۶۶
سند صحیح البخاری	۲۶۷
سند صحیح المسلم	۲۶۷
سند السنن لامام أبی داؤد	۲۶۸
سند السنن الامام الترمذی	۲۶۸
سند المواهب اللدنیة	۲۶۹
إجازة المؤلف من شیخه بطریق الشیخ الشرقاوی	۲۶۹
سند علم التفسیر	۲۷۱
سند معالم التنزیل للامام البغوی	۲۷۱
سند تفسیر الرازی	۲۷۲
سند تفسیر الواحدی	۲۷۲
سند الکشاف لمحمود الزمخشری	۲۷۲
سند تفسیر البیضاوی	۲۷۳
سند تفسیر الجلالین	۲۷۳
سند مؤلفات جلال المحلی	۲۷۳
اسانید علوم الحدیث	۲۷۴

سند صحیح البخاری بطریق الشیخ محمد بن سالم الحفنی	۲۷۴
سند صحیح المسلم	۲۷۵
سند السنن لامام أبی داؤد	۲۷۶
سند السنن الامام الترمذی	۲۷۶
سند السنن الصغریٰ للنسائی	۲۷۷
سند السنن لابن ماجه	۲۷۸
سند المؤطا لامام مالك روایة یحییٰ بن یحییٰ الاندلسی	۲۷۹
سند سنن الدارمی	۲۸۰
سند الدارقطنی	۲۸۱
سند السنن للبیهقی	۲۸۲
سند دلائل النبوة	۲۸۲
سند مسند الامام ابی حنیفة للحارثی	۲۸۳
سند نوادر الاصول للحکیم الترمذی	۲۸۳
سند شرح معانی الآثار للطحاوی	۲۸۴
سند الاربعون النوویة	۲۸۵
سند المصابیح للبغوی	۲۸۵
سند جامع الکبیر و الصغیر للسیوطی	۲۸۵
سند الشفاء لقاضی عیاض	۲۸۶
سند مشکاة المصابیح	۲۸۶
مشارق للامام الصغانی	۲۸۷
ذکر طائفة من المسلسلات	۲۸۸
الحدیث المسلسل بانا احبك	۲۸۸

المسلسل بالتشبیک	۲۹۱
المسلسل بقبض اللحیة	۲۹۳
المسلسل بقراءة سورة الفاتحة	۲۹۵
المسلسل بالحفاظ	۲۹۵
المسلسل بالمحدثین	۲۹۸
المسلسل بروایة الابن عن الاب فی عالیه	۲۹۹
سند حدیث المصافحة	۳۰۰
سند الرسالة لابی القاسم القشیری وشرحها لشیخ الاسلام	۳۰۱
سند عوارف المعارف للسهروردی	۳۰۲
سند الفتوحات المکیة للعارف بالله تعالیٰ محمد بن العربی	۳۰۲
سند قوت القلوب لابی طالب المکی	۳۰۲
سند تلخیص المفتاح والایضاح لقزوینی	۳۰۳
سند شرحاه المطول والمختصر لتفتازانی مع سائر تصنیفاته	۳۰۳
سند المواقف للعضد	۳۰۴
سند شرحه للسید الشریف مع بقیة تصانیفه	۳۰۴
سند تصانیف عصام الدین الإسفراییني	۳۰۴
سند تصانیف القسطلانی منها المواهب اللدنیة وشرح البخاری وشرح البردة	۳۰۵
سند تصانیف لأبی عبد الله بن مالك منها الفیة والکافیة والتسهیل	۳۰۵
سند تصانیف بن هشام منها القطر والمغنی	۳۰۵
سند تصانیف لشیخ اللقانی کالجوهرة وشروحها وبهجة المحافل بتعریف الشمایل	۳۰۶
سند الحکم لشیخ أحمد الإسکندری	۳۰۶
سند حزب النووی	۳۰۶

اسناد البخاری لمحمد مکی الکتبی	۳۰۷
سند المعجم الکبیر لطبرانی	۳۰۹
سند إحیاء علوم الدین وبقیة مؤلفات لغزالی	۳۱۰
سند تصانیف لأبی المعالی عبد الملك	۳۱۱
سند تذکرۃ القرطبی	۳۱۱
سند أحزاب الشاذلیة	۳۱۲
سند المؤطا لإمام مالك بطریق الامیر الکبیر	۳۱۴
سند دلائل الخیرات	۳۱۶
سند الخافة	۳۱۸
المصادر والمراجع	۳۲۲
کتاب ''اسانید شیخ الکل''	۳۲۷
سند فقہ حنفی بواسطہ امام طحطاوی	۳۲۸
فقہ حنفی کی دوسری سند	۳۳۰
سند بخاری شریف	۳۳۲
سند مسلم شریف	۳۳۲
سنن ابوداؤد کی سند	۳۳۳
سنن ترمذی کی سند	۳۳۳
مواہب لدنیہ کی سند	۳۳۴
کتب عقائد وکلام وغیرہا کی اسانید بواسطہ شیخ شرقاوی	۳۳۵
ابراہیم لقانی کی جوہرۃ التوحید اور اس کی شروحات کی سند	۳۳۵
شیخ عضد الدین ابوالفضل ایجی کی کتاب مواقف کی سند	۳۳۵

سید شریف جرجانی کی شرح مواقف اور دیگر تصانیف کی سند	۳۳۶
کتب تفاسیر	۳۳۶
سند معالم التعریل لامام بغوی	۳۳۶
سند تفسیر فخر الدین رازی	۳۳۷
سند تفسیر امام واحدی	۳۳۷
سند تفسیر کشاف لزمخشری	۳۳۸
تفسیر بیضاوی، الطوالع والمنہاج وشرح المصابیح وغیرہا کی اسانید	۳۳۸
تفسیر جلالین، تفسیر در منثور، جامع کبیر وصغیر ودیگر مؤلفات جلال الدین سیوطی	۳۳۹
مؤلفات جلال الدین محلی	۳۳۹
کتب احادیث کی اسانید بطریق شیخ شرقاوی	۳۴۰
صحیح بخاری	۳۴۰
صحیح مسلم	۳۴۱
سنن ابی داؤد	۳۴۱
سنن جامع کبیر للترمذی	۳۴۲
سنن صغریٰ للنسائی	۳۴۳
سنن ابن ماجہ	۳۴۳
مؤطا امام مالک روایۃ یحییٰ بن یحییٰ اندلسی	۳۴۴
مؤطا امام مالک روایۃ ابی مصعب زہری	۳۴۵
سنن دارمی	۳۴۵
سنن دار قطنی	۳۴۶
سنن بیہقی	۳۴۷
مسند امام ابوحنیفہ للحارثی	۳۴۷

نوادرالاصول فی احادیث الرسول	۳۴۸
شرح معانی الآثار لطحاوی	۳۴۸
الاربعون حدیثاً لنووی	۳۴۹
مصابیح السنہ لبغوی	۳۴۹
جامع کبیر وصغیر لسیوطی	۳۵۰
مشکوٰۃ المصابیح	۳۵۰
مشارق الانوار لصغانی	۳۵۱
ارشادالساری شرح صحیح البخاری	۳۵۱
کتب سیرت وشمائل کی اسانید	۳۵۲
دلائل النبوۃ لامام بیہقی	۳۵۲
شفاشریف لقاضی عیاض	۳۵۳
مواہب لدنیہ لامام قسطلانی	۳۵۳
بہجۃ المحافل لابراہیم لقانی	۳۵۴
کتب بلاغت معانی وبیان کی اسانید	۳۵۴
تلخیص المفتاح والایضاح لشیخ قزوینی	۳۵۴
مطول ومختصر شرح تلخیص المفتاح والایضاح، وبقیہ تصنیفات لسعد الدین تفتازانی	۳۵۴
شیخ ابن عرب شاہ اسفرائینی کی اطول شرح تلخیص المفتاح وغیرہ تصانیف	۳۵۵
کتب تصوف وسلوک کی اسانید	۳۵۵
امام عبدالکریم قشیری کے رسالہ قشیریہ اوراس کی شرح	۳۵۵
شیخ ابوحفص سہروردی کی کتاب عوارف المعارف	۳۵۶
فتوحات مکیہ، لمحمد بن عربی مالکی	۳۵۶
قوۃ القلوب فی معاملۃ المحبوب لشیخ ابوطالب مکی	۳۵۶

الحکم، للشیخ تاج الدین اسکندری	۳۵۷
احیاء العلوم وبقیہ تصانیف امام غزالی	۳۵۷
کتب نحو ولغات	۳۵۸
الفیۃ، الکافیۃ الشافیۃ، تسہیل الفوائد، للشیخ محمد ابن مالک طائی	۳۵۸
قطر الندیٰ ومغنی اللبیب للشیخ جمال الدین بن ہشام	۳۵۸
کتب اوراد واذکار	۳۵۹
حلیۃ الابرار المعروف بہ حزب النووی	۳۵۹
مسلسلات کی اسانید	۳۶۰
حدیث مسلسل "انا احبک"	۳۶۰
حدیث مسلسل "بالتشبیک"	۳۶۲
حدیث مسلسل "بقبض اللحیۃ"	۳۶۴
حدیث مسلسل "قراءۃ سورۃ الفاتحہ"	۳۶۵
حدیث مسلسل "بالحفاظ"	۳۶۶
حفاظ کے طریق پر دوسری سند	۳۶۷
حدیث مسلسل "بالحمدین"	۳۶۹
حدیث مسلسل "بروایۃ الابناء عن الآباء"	۳۷۱
حدیث مسلسل بالمصافحہ	۳۷۲
شیخ محمد عابد انصاری ایوبی کے طریق پر بخاری کی سند	۳۷۳
محمد امیر کبیر کے طریق پر معجم الکبیر لطبرانی کی سند	۳۷۴
دلائل الخیرات کی سند	۳۷۵
سلسلہ عالیہ قادریہ کی خلافت وخرقہ پوشی کی سند مبارک	۳۷۶
کتابوں کی اولین طباعتوں کے سرورق	۳۷۸

مقدمہ

علم دین کی اہمیت وافادیت کا بھلا کس صاحب عقل کو انکار ہو سکتا ہے۔ ہر ذی شعور جانتا ہے کہ انسانیت کی بقا، اس کا حسن، اس کی روحانیت دین اسلام سے ہے اور دین اسلام کی بقاو تحفظ کا ذریعہ اس دین کا علم ہے۔ تو جب تک اس کا علم باقی ہے دین باقی ہے اور جب تک دین باقی ہے انسانیت باقی ہے۔ اس علم کو جو حاصل کر لیتا ہے یہ علم تو اسے بھی تمغہ بقا عطا کر دیتا ہے۔ اسی لیے اہل علم اپنے علمی کارناموں کی وجہ سے ہمیشہ زندہ جاوید رہا کرتے ہیں۔

دین کے فروغ میں سب سے بڑا کردار قلم کا ہوتا ہے۔ زبان والے تو جب تک دنیا میں رہتے ہیں زبان سے دین کو فائدہ پہنچاتے ہیں مگر قلم والے دنیا چھوڑ بھی جاتے ہیں تب بھی ان کے قلم کی سیاہی سورج کی شعاعوں سے کہیں زیادہ روشن و تابناک ہو کر دنیا سے ضلالت کی ظلمت، جہالت کی تاریکی دور کرنے اور سیاہ دلوں کو روشن و منور کرنے کی طاقت رکھتی ہے۔

قلم کی اہمیت وافادیت کا اندازہ اس سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ

سبب کائنات، اول کائنات، اول مخلوقات پیغمبر اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نور پاک سے جس سے شی کو اللہ تعالیٰ نے کائنات و مخلوقات میں سب سے پہلے وجود بخشا وہ قلم ہی ہے۔ جیسا کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔

وہ قلم ہی ہے جس نے ہماری تقدیروں کو لکھ کر لوح محفوظ میں جمع کر دیا ہے۔

وہ قلم ہی ہے جس کے ذریعہ آسمانی صحائف مشیت الٰہی کے مطابق باقی ہیں۔

وہ قلم ہی ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ۲۳ر سال تک مسلسل نازل ہونے والی آسمانی کتاب جسے زمینی وآسمانی تمام کتابوں میں تفوق حاصل ہے، کو ایک جلد میں جمع کر کے امت محمدیہ ہی نہیں بلکہ پوری انسانیت کو استفادہ کا موقع بخشا ہے۔

وہ قلم ہی ہے کہ جس کی برکتوں سے ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شریعت، آپ کے فرامین عالی شان، آپ کی عادات واطوار، آپ کا کردار وگفتار، آپ کا حسن اخلاق، حسن

خلوص، حسن سلوک، بلکہ آپ کی حیات طیبہ کے وہ تمام ضروری گوشے جن سے ہمیں دستور حیات نصیب ہوتا ہے، احادیث کریمہ کی شکل میں پڑھنے، سمجھنے اور عمل کرنے کو نصیب ہوئے۔

وہ قلم ہی جس کے ذریعہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اہل بیت وازواج مطہرات کی مبارک زندگی پڑھنے کو ملی ہے۔

وہ قلم ہی ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کرام جن کے قطعی جنتی ہونے کے بارے میں اجماع امت ہے، ان کی مبارک زندگی، سمجھ کر اور ان کی احادیث وآثار پڑھ کر ہمیں ان کی اقتدا کرنے اور ہدایت پاجانے والوں میں شامل ہونے کا موقع عطا کیا ہے۔

وہ قلم ہی ہے جس نے مذہب اسلام کی خاطر جان قربان کرنے والے شہدائے کرام کے ایمان افروز، باطل سوز، تاریخی واقعات سپرد قرطاس کر کے ہمیں ایمانی جذبوں سے سرشار ہونے کا قیمتی موقع فراہم فرمایا ہے۔

وہ قلم ہی ہے جس کی لازوال برکتوں میں سے ایک برکت یہ ہے کہ اس نے مذہب مہذب دین محمدی کو دنیا کے تمام ادیان ومذاہب کے مدمقابل امتیازی حیثیت سے پیش کیا ہے۔

وہ قلم ہی ہے جس نے ائمہ مجتہدین، فقہائے اسلام، محدثین عظام، اولیائے امت اور علمائے کرام کے ذریعے ہمیں مضامین، تصانیف، تالیفات اور بے شمار کتابوں کا نہایت ہی بیش قیمتی سرمایہ عطا کیا ہے۔ جس سے ہمیں زندگی گزارنے میں نہایت ہی آسانی میسر آتی ہے۔ ایمان کو تقویت ملتی ہے، حقوق اللہ و حقوق اسلامی جیسے نماز، روزہ، حج وزکاۃ وغیرہ عبادات فرضیہ وواجبہ نیز سنن ومستحبات کی ادائیگی کا ڈھنگ ملتا ہے۔ وہیں انسانی حقوق ادا کرنے کا جذبہ بھی پیدا ہوتا ہے۔ نیز انسانی زندگی میں پیش آمدہ تمام چھوٹے بڑے مسائل کا حل بھی ہمیں ان قلمی خزانوں میں دستیاب ہوتا ہے۔

الغرض قلم کی برکتوں کا شمار انسان کے بس میں نہیں بس یہی کہا جاسکتا ہے کہ قلم قدرت الٰہی کا بہترین شاہکار اور اللہ تعالیٰ کی بہترین نعمت ہے۔ اور اسی لیے اللہ تعالیٰ نے علم دین کے فروغ کے لیے قلم کا انتخاب بھی فرمایا ہے۔

زیر نظر مجموعہ رسائل بنام "رسائل شیخ الکل" بھی اسی قلم کی معرکہ آرائی کا ایک زبردست نمونہ اس کی خوبیوں کا خوب صورت مظہر، اس کے کمالات کا جامع مرقع اور اس کی برکتوں کا بہترین مخزن ہے۔

اس قلمی شاہکار کے تخلیق کارنے جب دنیا کو خیرآباد کہا تو دنیا نے اس عظیم محسن کو جلد ہی فراموش کردیا۔ مگر قلم جس طرح علم دین کے ذریعہ دین کو باقی رکھنے میں معاون ومددگار ثابت ہوتا ہے اسی طرح قلم اپنے ساتھ رشتہ رکھنے والوں یعنی مصنفین وقلم کاروں، کو بھی کبھی مرنے نہیں دیتا، بلکہ انہیں زندہ جاوید رکھتا ہے۔ لہٰذا قلم نے اپنا حق ادا کیا اور قلمی کاوشات کے ذریعہ زیر نظر مجموعہ کے مصنف ومؤلف کو بھی دنیا کے سامنے حیات جاوداں کے ساتھ باقی رکھا۔

یعنی بلا مبالغہ کہا جاسکتا ہے کہ اس مجموعہ رسائل کے مصنف بھلے ظاہری جسم کے ساتھ ایک صدی پیشتر ہم سے رخصت ہوگئے مگر اپنی قلمی نگارشات کے ذریعہ آج بھی وہ ہمارے درمیان موجود ہیں۔ اگر کوئی ان سے ملاقات کرنا چاہے، ان سے اکتساب علم وکسب فیض کا خواہاں ہو تو ان کے رشحات قلم ملاحظہ کرے، ان کی کتابوں میں انہیں ڈھونڈے، مضامین میں انہیں تلاش کرے، یقیناً ہر ہر سطر بلکہ ہر ہر لفظ ان کی زندگی کی گواہی دے گا اور ہر زیر وزبر ہر حرکت سے آواز آئے گی کہ

جسم تو خاک ہے اور خاک میں مل جائے گا
ہم بہر حال کتابوں میں ملیں گے تم کو

زیر نظر مجموعہ چھ علمی وتحقیقی رسائل پر مشتمل ہے۔ اور ان رسائل مفیدہ کے مصنف ومؤلف کا نام نامی اسم گرامی کچھ اس طرح ہے:

عارف باللہ، فنافی اللہ وفنافی الرسول، ولی کامل، زبدۃ الاصفیا، عمدۃ الفقہا، شرف العابدین، فخر الکاملین والعاملین، حاجی وزائر حرمین، فیض یافتہ محدثین حرمین شریفین، جامع معقول ومنقول، حاوی فروع واصول، عکس اسلاف، محسن ومرجع اخلاف، قطب الوقت، استاذ الاساتذہ حضرت شیخ الکل علامہ محمد گل خان کابلی جلال آبادی ثم مرادآبادی تغمدہ اللہ الھادی۔

اب ہم پہلے مصنف رسائل منیفہ حضور شیخ الکل کا تفصیلی تعارف پیش کریں گے اس کے بعد مجموعہ میں موجود رسائل کے حوالے سے تعارفی خلاصہ قلم بند کریں گے۔

شیخ الکل علامہ محمد گل خاں کابلی قدس سرہ

ولادت

شیخ الکل علامہ محمد گل خاں کابلی جلال آبادی ثم مرادآبادی رحمۃ اللہ الہادی تیرھویں صدی ہجری کے وسط ۱۲۵۸ھ ۱۸۴۲ء میں ملک افغانستان کے مشہور شہر کابل میں پیدا ہوئے۔

والدماجد:۔

آپ کے والدماجد کا نام سبھی سوانح نگار حضرات نے "سید احمد خاں" یا "احمد خاں" لکھا ہے فقیر نے بھی سوانح صدر الافاضل میں نقل در نقل احمد خاں ہی لکھ دیا ہے۔ لیکن یہ نام مجھے کافی تلاش کرنے کے باوجود بھی نہیں ملا۔ ہاں البتہ اس مجموعہ کی تیاری میں جب شیخ الکل کی عربی ثبت پر کام کر رہا تھا تو اس میں تین اسانید میں آپ کے والدماجد کا نام "سید خاں" لکھا ہوا ہے۔ اور چوں کہ اس کتاب کی ترتیب خود آپ نے کی ہے اور اس کتاب کی، طباعت وغیرہ بھی آپ کے سامنے ہوئی ہے تو اس سے صاف وصریح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے والد گرامی کا نام "سید خاں" ہی ہے۔

یہاں ہم "ثبت شیخ الکل" سے ایک عبارت پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

"محبنا العزیز مولانا مولوی محمد گل ابن السید خان مدرس مدرسۃ امدادیۃ"

خاندانی نسبت

آپ کی نسبی نسبت سے متعلق کچھ لوگ الجھن کا شکار ہیں کہ آپ سید تھے یا پٹھان۔ کچھ لوگ آپ کو سید لکھ رہے ہیں اور کچھ لوگ آپ کو پٹھان کہتے اور لکھتے ہیں۔ کچھ علما بھی اس طرف ہیں کہ آپ کا تعلق خاندان سادات سے تھا۔ انہیں میں مخدوم میاں مولانا معین الدین نعیمی مرادآبادی کی ذات گرامی بھی ہے۔ انہوں نے اپنے ایک مضمون میں شیخ الکل کے سید ہونے پر زور دیا ہے۔

لکھتے ہیں:

"چناں چہ ہمارے دادا استاد یعنی حضرت علیہ الرحمۃ کے استاد شیخ الشیوخ حضرت العلام مولانا الحاج السید محمد گل صاحب افغانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی کبھی اپنا سید ہونا ظاہر ہی نہ فرمایا۔ اور نہ ہندوستان میں شادی کی۔ لوگ اصرار کرتے تو فرماتے کوشش کرو۔ چناں چہ جب وہ لوگ کہیں سے پیام لے جایا کرتے اور لڑکی والے ان کے علم وفضل کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے لیے سعادت جان کر منظور کر لیا کرتے تو حضرت فرماتے غالبًا وہ نسب میں عمدہ نہیں ہیں۔ جب ہی تو انہوں نے منظور کر لیا۔ میں یہاں کا رہنے والا نہیں دوسرے ملک افغانستان کا باشندہ ہوں، وہ مجھے کیا جانیں ، خدا جانے میں کس قوم کا ہوں۔ اور اگر لڑکی والے باعتبار خاندان انکار کر دیتے تو فرماتے ہاں یہ عمدہ نسب کے لوگ ہیں۔ وغیرہ۔

میرے عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مرادآباد کے تمام لوگ آپ کو افغانستان کا پٹھان تصور کر کے ہمیشہ مولانا محمد گل خان صاحب کہا کرتے تھے مگر جب میرے آقا و مولا سیدی وسندی علیہ الرحمۃ فارغ التحصیل ہوئے اور آپ کو سند فضیلت عطا کی گئی اس وقت آپ نے جب اپنی سند پڑھی تو اس میں سید محمد گل تحریر تھا۔ اس وقت معلوم ہوا کہ لوگ کس قدر مغالطہ کھا رہے ہیں۔ حالاں کہ آپ سید ہیں۔"

[اخبار دبدبہ سکندری: ۱۲؍ دسمبر ۱۹۴۹ء ص ۵]

لیکن فقیر راقم الحروف کو ان کی اس بات سے اتفاق نہیں۔ فقیر کی تحقیق یہی ہے کہ آپ کابلی پٹھان تھے۔ آپ کی مصنفات میں سے اکثر کے قدیم نسخے فقیر کے پاس محفوظ ہیں۔ ان کتابوں کے سرورق پر آپ کے نام کے ساتھ "خان" لکھا ہوا ہے۔

ظاہر ہے کہ آپ کی تمام کتابوں میں آپ کا اسم گرامی آپ کی اجازت کے بغیر تو نہیں لکھا گیا ہوگا اگر کسی ایک کتاب پر ہوتا تو ممکن تھا کہ سہوًا لکھا گیا ہوگا لیکن تمام کتابوں پر ایک ہی سہو، سمجھ سے باہر ہے۔

نیز آپ کے دور مبارک کے اخبارات وغیرہ میں آپ کو خان لکھا جانا بھی اس بات کی دلیل

ہے کہ آپ پٹھان ہی تھے۔ ورنہ بارہا خود کو خان لکھے جانے پر کبھی تو اظہار براءت فرماتے۔ علاوہ ازیں صدر الافاضل نے بھی اپنی کتابوں میں آپ کو خان لکھا ہے۔ فیضان رحمت جو آپ کی پہلی مطبوعہ کتاب ہے۔ اور دستار بندی کے بعد لکھی ہوئی ہے۔ اس کتاب کی اولین اشاعت "مطبع محمود المطابع مرادآباد" سے ہوئی۔ فقیر کے پاس یہ پہلا نسخہ موجود ہے۔ اس میں آپ نے اپنے استاد گرامی کا اسم گرامی اس طرح تحریر فرمایا ہے:

"جناب فیض مآب، استادی، قامع بدعت، محی سنت، حضرت مخدومی، عین العلماء، راس الفضلاء، مولوی محمد گل خاں صاحب حاجی حرمین شریفین دام فیوضہم" [فیضان رحمت: ص ا]

حاجی ملا اشرف شاذلی مرادآبادی، اپنی کتاب "ابلاغ المرید بہ ضرب شدید" میں لکھتے ہیں:

"جناب فضیلت مآب حقائق آگاہ معارف دستگاہ معدن علوم نقلیہ مخزن فنون عقلیہ ماحی بدعت حامی سنت حاجی حرمین شریفین فخر ہندو کابل حضرت مولانا مولوی محمد گل خان صاحب ادام اللہ فیوضہم۔"

اور لکھتے ہیں:

"مخدومنا مولوی محمد گل خاں صاحب نے ان سب امور کو ایسا ثابت کیا ہے کہ اس میں شک کو دخل نہیں"

[ابلاغ المرید بہ ضرب شدید (۱۳۲۰ھ) المعروف بہ "حجج قاطعہ باثبات فاتحہ۔ ص ۲۔۴]

اور حضرت مخدوم میاں کا یہ لکھنا سند میں سید لکھا ہوا ہے۔ اس تعلق سے عرض یہ ہے کہ فقیر نے صدر الافاضل کی عربی اسانید پر ترجمہ و تحقیق و تحشیہ کا کام کیا ہے۔ فقیر کے پاس اسانید کا مجموعہ صدر الافاضل کے دور مبارک کا مطبوعہ موجود ہے۔ اس میں شیخ الکل کی دستخط و مہر اس طرح تحریر ہے:

كتبه العبد المعتصم بذيل سيد الرسل محمد گل الكابلي
المدرس في المدرسة العالية الواقعة في مرادآباد۔

(مہر) شگفتہ محمد گل بنظیر

خلافت نامے پر نام اس طرح تحریر ہے۔

"کتبہ الراجی شفاعۃ سید الرسل محمد گل المدرس فی المدرسۃ الامدادیۃ عفی عنہ ما کثر وقل عن الخطایا"

اس میں شیخ الکل کے نام سے پہلے سید الرسل ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہاں سید نسبی مراد نہیں ہے بلکہ یہاں سید سے ذات رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مراد ہے۔

اور بالفرض کسی سند میں سید لکھا بھی ہو تو ممکن ہے کہ سہو ہو یا پھر "سید الرسل" سے "الرسل" سہواً حذف ہو گیا ہو۔

علاوہ ازیں خود شیخ الکل علامہ محمد گل خاں کی اسانید کا مجموعہ جو اس مجموعہ میں "ثبت شیخ الکل" کے نام سے موجود ہے، اس کی اشاعت آپ کے دور ظاہری میں ہوئی تھی، اس میں سرورق پر بھی آپ کے اسم گرامی میں "خان" لکھا ہوا ہے۔ اور کتاب میں موجود کئی اسانید میں آپ کا اور والد ماجد کا اسم گرامی لکھا ہوا ہے اس میں بھی آپ اور آپ کے والد گرامی کو "خان" لکھا ہوا ہے۔

ایک عبارت ملاحظہ ہو:

"مولانا محمد گل خان ابن السید خان ساکن کابل النزیل المدرس بالمدرسۃ الامدادیۃ فی مراد آباد۔

اس کے علاوہ آپ کے دور مبارک میں کبھی بھی کہیں بھی کسی نے بھی آپ کو سید نہیں لکھا نہ خود آپ نے لکھا۔ بلکہ ہمیں کتاب "بالعروۃ الوثقٰی فی التامین بالاخفاء" (جس کا ذکر آگے آرہا ہے) پر آپ کی تصدیق ملی جس میں آپ نے خود کو خان لکھا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

حررہ محمد گل خان الکابلی۔ مہر شگفتہ محمد گل بینظیر

[بالعروۃ الوثقٰی فی التامین بالاخفاء، ۱۰،۱۱، مطبع مطلع العلوم واخبار نیر اعظم مراد آباد، ماہ ربیع الاول ۱۳۰۴ھ]

اس مجموعے میں موجود کتاب "مسجد میں نماز جنازہ کا حکم شرعی" میں فتوے کے آخر میں اور التماس کے آخر میں آپ نے خود کو خان لکھا ہے۔

حررہ محمد گل خان کابلی۔

اور التماس کے آخر میں

"الملتمس: احقر العباد محمد گل خان الکابلی

بھلا اس سے بڑی اور کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ خود آپ نے بھی خود کو خان لکھا ہے۔ اس لیے آپ کی ذات پر سیادت کا لیبل چسپاں کرنا مناسب نہیں بلکہ جائز نہیں۔ آپ پٹھان تھے اور اسی لیے ہمیشہ آپ کو خان لکھا جاتا رہا تو اب بھی آپ کو پٹھان ہی مانا جائے۔ اور اسی کو عام کیا جائے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

تعلیم

ابتدائی تعلیم آپ نے اپنے آبائی وطن میں حاصل کی۔ علوم عقلیہ مولانا محمد مشک عالم علیہ الرحمۃ سے حاصل کیے۔ علم ہندسہ کی تحصیل مولانا محمد نصر اللہ خاں غزنوی سے فرمائی۔ علم ادب، نظم و نثر وبلاغت مولانا فیض الحسن سہارنپوری سابق پروفیسر شعبہ عربی اورنٹیل کالج لاہور متوفیٰ ۱۳۰۴ھ اور علم اصول حدیث شیخ محمد مکی کتبی خلوتی علیہ الرحمۃ سے پڑھا۔ اور دیگر علوم و فنون جیسے علم کلام، تفسیر، حدیث، فقہ اور ان کے اصول، نیز علم عروض، قوافی، رمل، نجوم وغیرہ علوم مختلف مقامات کے مشاہیر علما سے حاصل کیے۔ حضرت شاہ فضل الرحمن گنج مرادآبادی، اور مولانا عبدالعزیز امروہوی علیہما الرحمۃ سے بھی آپ کو شرف تلمذ حاصل ہے۔

اور بطل جلیل علامہ فضل حق خیرآبادی قدس سرہ کے تعلق سے بھی کہا جاتا ہے کہ آپ نے ان سے پڑھا۔ جیسا کہ مدرسہ عربیہ امدادیہ کی ۱۹۸۰ء کی روداد میں آپ کو علامہ فضل حق خیرآبادی کا شاگرد خاص لکھا گیا ہے۔ تو یہ بات درست معلوم نہیں ہوتی اس لیے کہ ہندوستان میں آپ کی آمد کے تعلق سے دو قول ملتے ہیں۔ ۱۸۶۸ء، و۱۸۷۵ء۔ حالاں کہ علامہ فضل حق خیرآبادی اس وقت تک وصال فرما چکے تھے۔ علامہ فضل حق خیرآبادی ۱۸۵۹ء میں مقید ہوئے۔ اور ۱۸۶۱ء میں آپ اس دار فانی کو خیرآباد کہہ گئے۔ تو اس تناظر میں شیخ الکل کو علامہ فضل حق خیرآبادی کا شاگرد خاص بتانا تاریخ سے عدم واقفیت کا نتیجہ ہے۔

علاوہ ازیں آپ نے شیخ سید احمد بن زینی دحلان مکی علیہ الرحمۃ سے بھی اکتساب علم کیا ہے۔

وقائع نصیر خانی تالیف مرزا نصیر الدین، میں آپ کے تذکرہ کے ضمن میں مولانا ایوب قادری نے حاشیہ میں آپ کو شیخ احمد زینی دحلان کا شاگرد لکھا ہے۔ لکھتے ہیں:

"مولوی محمد گل...... سید احمد دحلان مکی اور شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی کے شاگرد تھے"

[وقائع نصیر خانی: ص۹۵]

اس کے حاشیہ میں محشی محمد ایوب قادری نے آپ کو سید احمد زینی دحلان مکی کا شاگرد بتایا ہے۔ لیکن مولانا عبدالحق انصاری صاحب نے اپنی کتاب "علامہ سید احمد طحطاوی حنفی" میں تحریر کیا کہ:

"دوسری وضاحت یہ کہ بعض اردو تذکرہ نگاروں کے مطابق مولانا شاہ محمد گل کابلی نے مفتی احناف مکہ مکرمہ شیخ سید محمد بن حسین کتبی اور شافعیہ مکہ مکرمہ شیخ سید احمد بن زینی دحلان سے بلاواسطہ اخذ کیا لیکن راقم کے نزدیک یہ درست نہیں اس لیے کہ یہ دونوں علمائے کرام مولانا کابلی کے ہندوستان سے حجاز مقدس حاضر ہونے سے قبل وفات پا چکے تھے۔ نیز یہ کہ اگر آپ نے ان مکی علما سے اخذ کیا ہوتا تو اس کا ذکر ثبت نعیمی میں ضروری ہوتا جب کہ ایسا نہیں۔[ص ۳۴]

اس بارے میں احقر، محترم عبدالحق انصاری صاحب کی رائے سے اتفاق نہیں رکھتا۔ احقر کا موقف یہی ہے کہ آپ نے شیخ سید احمد بن زینی دحلان مکی سے بھی اکتساب علم کیا ہے۔ اور انصاری صاحب کی مذکورہ علتوں کے تعلق سے عرض ہے کہ

آپ کی پیدائش ۱۸۴۲ء اور ہندوستان آپ کی آمد ۱۸۶۸ء یا ۱۸۷۵ء میں ہوئی۔ اور اس بات پر آپ کے تمام تذکرہ نگار حضرات متفق ہیں کہ آپ مقامات مقدسہ خصوصاً حرمین شریفین کی زیارت سے مستفیض ہو کر اور علمائے کرام خصوصاً علمائے مکہ سے شرف تلمذ حاصل کر کے ہی ہندوستان تشریف لائے۔ اور علامہ سید احمد بن زینی دحلان مکی کا وصال ۱۸۸۶ء میں ہوا۔ تو جس دوران آپ مکہ شریف حاضر ہوئے اس زمانہ میں شیخ زینی دحلان مکی کی درسگاہ علم، شباب پر تھی۔ اور آپ کہ جابجا علوم کی تحصیل کے لیے اسفار میں مصروف اور مشاہیر علما سے اکتساب علم کرنے میں حریص تھے۔ تو آپ سے یہ بعید ہے کہ آپ نے شیخ کی درس گاہ سے کسب علم نہ کیا ہو۔ لہٰذا اس قرینہ کی بنیاد پر آپ کا سلسلہ تلمذ زینی دحلان مکی سے بھی مربوط ہے۔

اور موصوف کا یہ کہنا کہ اگر شیخ الکل نے شیخ زینی سے اخذ کیا ہوتا تو صدرالافاضل کی تصنیف

جو اپنے استاذ کے طریق پر ان کی اسانید کا مجموعہ ہے، اس میں اس کا ذکر ضرور ہوتا۔ تو یہ قیاس آرائی بھی صحیح نہیں کیوں کہ ثبت نعیمی میں صرف شیخ الکل کی ان اسانید و مرویات کا ذکر ہے جو ان کو ان کے استاد محمد مکی کتبی خلوتی نے عطا کیں۔ اور اگر ذکر نہ کرنے پر ہی انحصار ہے تو پھر تو موصوف نے امام طحطاوی تک صدر الافاضل کا اتصال بطریق اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ ذکر کر کے فرمایا:

"لیکن یہ سلسلہ روایت "ثبت نعیمی" میں مذکور نہیں۔" [علامہ سید احمد طحطاوی حنفی ص ۳۴]

تو کیا اس کی وجہ سے کوئی کہہ سکتا کہ صدر الافاضل کو بطریق اعلیٰ حضرت امام طحطاوی وغیرہ کی مرویات کی سند و اجازت حاصل نہیں، کیوں کہ اگر حاصل ہوتی تو اس کا ذکر ثبت نعیمی میں ضرور ہوتا۔

علاوہ ازیں بحث اخذ علم پر ہے نہ کہ سند و روایت پر، اگر سند و روایت پر ہی ہو تب بھی موصوف کی ثبت نعیمی میں نہ ہونے والی علت کمزور ہے۔ یہ احقر کا اندیہ ہے۔ کسی کی تردید مقصود نہیں۔

سلسلہ سند

مولانا مقتدانا کوکب الہدایۃ فی الحرمین الشریفین خاتم المحققین سید محمد مکی کتبی خلوتی خطیب وامام ومدرس مسجد حرام، سے آپ کو شرف تلمذ کے ساتھ علم تفسیر، حدیث، فقہ، وغیرہ علوم اسلامیہ کے علاوہ اوراد و وظائف، مسلسلات اور کلمہ طیبہ کی سند و اجازت بھی حاصل ہے۔ اور بعید نہیں کہ شیخ سید احمد بن زینی دحلان مکی سے بھی آپ کو سند و اجازت حاصل ہو۔ جیسا کہ خلیل احمد رانا نے اپنے ایک مضمون میں لکھا ہے:

"حدیث و تفسیر کی سند و اجازت شیخ العلماء علامہ شیخ احمد بن زینی دحلان مکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی" [سہ ماہی افکار رضا جنوری تا مارچ ۲۰۰۴ء]

مراد آباد میں آمد

علوم دینیہ کی تکمیل اور حج بیت اللہ، زیارت روضہ نبوی کی سعادت کے بعد دیگر مقامات مقدسہ سے مستفیض ہوتے ہوئے۔ ۱۸۶۸ء یا ۱۸۷۵ء مطابق ۱۲۸۵ھ میں آپ نے سرزمین ہند کے صوبہ اتر پردیش کے مشہور شہر مراد آباد میں تشریف لاکر مستقل سکونت اختیار فرمائی۔

درس وتدریس

نواب شبیر حسن خاں تنہا، نواب حکیم حاجی احمد خاں صدر اول مدرسہ انجمن اہل سنت المعروف بہا جامعہ نعیمیہ کے صاحبزادہ کے قائم کردہ مدرسہ اسلامیہ میں آپ نے حضرت مولانا عبدالعزیز امروہوی سے استفادہ کیا اوران سے کتب معقولات وغیرہ پڑھیں۔ اوراسی دوران آپ نے سرآمد وکلاے عصر جناب مولانا سید حسن بن مولوی سید ابوالحسن صاحب کو علم معقول پڑھایا۔ بعدہ سرسید احمد خاں کے مخالف نجم الہند حاجی امداد العلی صاحب سی ایس آئی ڈپٹی کلکٹر مرادآباد کے قائم کردہ مدرسہ امدادیہ میں آپ کا تقرر ہوا۔ ۹؍نومبر ۱۸۸۱ء سے مدرسہ جاری ہوا۔ اوراسی دن سے آپ نے مستقل تدریسی خدمت کا آغاز فرمایا۔ جس وقت آپ نے تعلیم کا آغاز فرمایا اس وقت مدرسہ تعمیری مراحل سے گزررہا تھا۔ بعد میں ۱۷؍جون ۱۸۸۳ء میں تعمیری کام کا اختتام ہوا۔ مدرسہ کی تعمیر اورآغاز تعلیم کے سلسلے میں نیز شیخ الکل کی تدریسی خدمات میں محنت وجانفشانی پر شکریہ ادا کرتے ہوئے مدرسہ کی پہلی روداد بابت ۱۸۸۲ء میں ڈپٹی امداد العلی صاحب اس طرح رقم طراز ہیں:

"بنیاد مدرسہ امدادیہ چھٹی مئی ۱۸۸۱ء کو رکھی گئی تھی۔ کئی مہینے تعمیر ملتوی رہی۔ بفضلہ تعالیٰ ۱۷؍جون ۱۸۸۳ء تعمیر ختم ہوئی۔ ۹؍نومبر ۱۸۸۱ء سے مدرسہ جاری ہوا۔ ۲۵؍جون ۱۸۸۲ء روز امتحان تک ۷ مہینے ۱۷ دن ہوتے ہیں۔ مولوی گل خاں صاحب نے تعلیم عربی اور مولوی اکبر علی نے تعلیم فارسی اور خوش نویس نے تعلیم حساب اور خوش نویسی اور حافظ نجیب اللہ نے قرآن کی تعلیم شروع کی تھی۔ تمام طلبا کو اعلیٰ کتابیں مولوی محمد گل خاں صاحب نے پڑھائیں۔ تعلیم مولوی محمد گل خاں صاحب کی ۹؍نومبر ۱۸۸۱ء سے ۲۵؍جون ۱۸۸۲ء تک سات مہینے سترہ دن کی ہے۔ اور جس قدر سبق عربی کے ہوئے جب کہ تنہا مولوی گل صاحب تھے سب بلا کراہت جانفشانی سے پڑھائے۔ اور (ذمہ داری) صیغہ بتلانے کے اور قواعد تجوید وغیرہ کا سکھانا سب اپنی ذات پر لی ہے۔ میں مولوی گل خاں صاحب کا شکریہ تہ دل سے ادا کرتا ہوں کہ تنہا اس قدر محنت کی جو کسی دوسرے مدرس سے ہونا ناممکن تھی۔"

[روداد مدرسہ امدادیہ، مطبوعہ ۱۸۸۲ء، تائیدات محمودیہ: بحوالہ صدرالافاضل اور فن شاعری]

۱۸۸۲ء کے اواخر یا ۱۸۸۳ء کی ابتدا میں جناب ڈپٹی امداد العلی صاحب پنشن پاکر اپنے آبائی وطن اکبر آباد تشریف لے گئے اور آپ کو اپنا قائم مقام بناکر مدرسہ کا سارا انتظام وانصرام آپ کے ذمہ میں سونپ دیا۔آپ نے اپنے عہدہ کا مکمل حق ادا کرتے ہوئے محنت وجانفشانی سے تدریسی خدمات انجام دینا شروع کردی اور مدرسہ آپ کے خلوص اور محنت کے سبب عروج وارتقا کی منزلیں طے کرنے لگا۔ڈپٹی امداد العلی صاحب نے مدرسہ کی دوسری روداد میں آپ کی تدریسی خدمات اور دیگر امور دینیہ میں آپ کی حد درجہ لگن کو سراہتے ہوئے آپ کے شکریہ میں اپنی زبان کے قاصر ہونے کا اعتراف کیا ہے لکھتے ہیں:۔

”صاحبو!جس وقت تعلیم مدرسے میں شروع ہوئی تھی ابتدا میں مولوی محمد گل خاں صاحب اور مولوی اکبر علی تھے۔چناں چہ میری موجودگی میں بھی منصرم کار علاوہ درس کے جس میں محنت شاقہ اٹھائی مولوی صاحب مذکور رہے۔اب کہ میں کئی مہینے سے پنشن لے کر اکبر آباد میں مقیم ہوا۔ بعد میرے قائم مقام مولوی صاحب ممدوح منصرم مدرسہ ہٰذا ہیں ۔اسی قدر لکھنا کافی ہے کہ ان کے ادائے شکر سے زبان میری قاصر ہے۔“

[روداد ثانی مدرسہ امدادیہ ۱۸۸۳ء، روئیدات محمودیہ کا جواب، اخبار نیر اعظم یکم اگست ۱۸۸۳ء، بحوالہ صدر الافاضل اور فن شاعری: مرتبہ ڈاکٹر آصف حسین مرادآبادی]

۱۳؍جون ۱۸۸۲ء کو جب کہ ابھی مدرسہ کا تعمیری کام چل رہا تھا، البتہ تعلیم کا آغاز ہوچکا تھا، ڈپٹی امداد العلی صاحب کی معیت میں امام علم وفن علامہ عبدالحق خیرآبادی شہزادہ بطل جلیل علامہ فضل حق خیر آبادی نے مدرسہ کا معائنہ فرمایا، تو شیخ الکل کی کارگزاریوں سے بہت خوش ہوئے اور اپنے قلبی تاثرات کا درج ذیل الفاظ میں اظہار فرمایا۔

”مولانا سید امداد العلی صاحب ڈپٹی کلکٹر صاحب مرادآباد کے ہمراہ مدرسہ امدادیہ دیکھنے کا اتفاق ہوا، جو ڈپٹی صاحب موصوف کی مساعی جمیلہ سے قائم ہوا ہے۔وہاں کے حالات کا جائزہ لینے سے معلوم ہوا کہ مولانا محمد گل خاں صاحب جو مدرسہ کے مہتمم ہیں، طلبا کی تعلیم وتربیت توجہ وتندہی سے کررہے ہیں ۔اگر مولانا موصوف اسی طرح محنت کرتے رہے تو امید ہے کہ تھوڑی مدت میں اس مدرسہ کے طلبا تمام علوم وفنون میں ماہر ہوکر نکلیں گے۔اور ڈپٹی صاحب موصوف کی محنت کارگر ہوگی۔“ [روداد مدرسہ امدادیہ ۱۹۸۰ء]

سید محمد علی منتظم نے مدرسہ امدادیہ، بانی و مہتمم ڈپٹی امداد العلی، علامہ گل خاں اور طلبائے مدرسہ امدادیہ کی محنتوں، کاوشوں اور طلبا کے امتحان کی کامیابی پر درج ذیل تاریخی کلام رقم فرمایا۔ ملاحظہ ہو:

سید امداد العلی ڈپٹی کلکٹر باوقار
کز نہیب سطوتش اعدائے پرکیں سینہ شق
در مرادآباد زیبا مدرسہ تعمیر کرد
قدسی وغلماں بہ زانوئے ادب خواندہ سبق
اہل علم و اہل دل از ہر دیار آمد بہ ذوق
تاکہ لطف امتحاں پابند با رائے ادق
مرحبا بر ہر مدرس طالباں را آفریں
گفت ہر کس چوں کشود ابواب علمی را ورق
مولوی گل نخل بندِ گلشن علم و ادب
در چمن پیرائے ایں گلستاں بردہ سبق
امتحاں کامل شد و خوش دل بگفتا ہم کناں
با لبں جلسہ را صد لطف و صد تحسیں ز حق
بارک اللہ ہاتفی تاریخ گفت او منتظم
امتحاں مدرسہ زیبا شد از امداد حق

[روداد مدرسہ امدادیہ، ۱۸۸۲ء، بحوالہ صدر الافاضل اور فن شاعری]

مدرسہ میں تدریس وغیرہ تمام معمولات میں آپ کی توجہ وانہماک اور مصروفیت کا یہ عالم تھا کہ آپ دیگر امور جیسے تصنیف وتالیف وغیرہ کے لیے بھی بمشکل وقت نکال پاتے تھے۔ جیسا کہ آپ نے خود اپنی کتاب مستطاب "ذخیرۃ العقبیٰ فی استحباب میلاد مصطفیٰ" کے دیباچہ میں اس حقیقت کا اظہار فرمایا ہے۔ لکھتے ہیں:

"فقیر خادم العلماء محمد گل کابلی وطناو مرادآبادی نزیلا عرض کرتا ہے، کہ مدت مدیدہ وایام عدیدہ سے چند باشندگان بلاد مختلفہ مثل بمبئی وجوناگڑھ واکبرآباد و مرادآباد و گجرات وغیرہ نے بہنگام سفر اماکن مذکورہ کے خاکسار سے چند سوالات نسبت جواز مجلس میلاد شریف... کے کیے، کہ جن کے جوابات مشرح جواز کے مطلع تا مقطع بحوالہ احادیث صحیحہ کے تحریر ہوئے تھے، باوراق متفرقہ بہ بقاع مختلفہ دیے گئے تھے۔... اکثر عاشقین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وشائقین محفل معظم میلاد شریف نے ان جوابوں کو منظور فرما کر بارہا بنا بر طبع مولع ہوئے۔ لیکن ایں جانب کو بوجہ انتظام وسرپرستی مدرسہ امدادیہ کے اس قدر فرصت نہ تھی کہ تالیف وترتیب ان جوابوں میں کچھ حصہ اپنے وقت کا صرف کرتا۔ فلہٰذا جس قدر کہ اصرار متشوقین کا نسبت تالیف کتاب کا بڑھتا تھا بیش ازاں موانع وقلت فرصت بوجہ مسبوق الذکر رقیب راہ تھی۔"

یہ آپ کی شب وروز کی مساعی جمیلہ اور خلوص کا ہی ثمرہ تھا، کہ بہت کم وقت میں مدرسہ نے شہرت ومقبولیت حاصل کرلی۔ اور دور دور سے تشنگان علوم نبویہ آکر مدرسہ میں داخل ہونے لگے۔ اور آپ کے دریائے علم سے اپنی تشنگی بجھانے لگے۔ ہر سال چار پانچ طلبا دستار فضیلت وافتاء سے نوازے جاتے تھے۔

مرزا نصیر الدین اپنی کتاب وقائع نصیر خانی میں، آپ کے دم قدم سے مدرسہ امدادیہ کی رونق وترقی، آپ کے عقائد ونظریات اور مسلک کی نشاندہی نیز آپ کے اوصاف حمیدہ اور، طلبا کی دستار فضیلت وافتاء کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔:

"مولوی محمد گل مدرسہ اسلامیہ امدادیہ کے مہتمم اور کابل کے رہنے والے ہیں۔ ان کی ذات فائز البرکات سے مدرسہ اسلامیہ مرادآباد کی رونق وترقی ہے۔ عالم باعمل اور علما کی جماعت میں بے مثال وبے بدل ہیں۔ ان کے فیوضات کی بدولت ہر سال مجمع علما میں چار پانچ آدمی (فارغ التحصیل طلبا) دستار فضیلت اور خلعت استفتا و قابلیت سے مشرف ہوتے ہیں۔

مولوی محمد گل کا مزاج درویشانہ ہے۔ ریاست رام پور اور دوسرے مسلمانوں سے مدرسہ کی امداد کے لیے جو کچھ ملتا ہے نہایت امانت اور دیانت سے مدرسے کے کام میں حبہ حبہ خرچ کردیتے ہیں۔ خدا اور رسول کے بعد بزرگان دین اور اولیائے کاملین کے آثار کو عظمت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں

خیرات، طعام مسکین، تقسیم شیرنی، حلوابرائے ثواب رسانی میت یاارواح بزرگان کو اچھا سمجھتے ہیں۔ اوراہل حدیث کی طرح کفروبدعت نہیں کہتے ہیں۔ بہت صاف دل اور غیر متعصب ہیں۔ یگانہ وبے گانہ کی رعایت ملحوظ خاطر رکھتے ہیں۔ تقلید کے حامی ہیں۔ غیر مقلدوں کو اپنا مخالف سمجھتے ہیں۔ صوفی بھی نہیں ہیں کہ ان کو بربط وطنبورونغمہ وغزل پر حال آئے۔ اس قسم کے افعال کو مذموم، نامشروع اور بدعت سمجھتے ہیں۔" [وقائع نصیر خانی: ص۹۵]

شعروسخن اور تاریخ گوئی

آپ کی شعروشاعری سے متعلق تفصیل حاصل نہ ہوسکی۔ البتہ آپ کے چند تاریخی قطعات سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کو شعروسخن سے بھی شغف تھا۔ اور تاریخ گوئی پر بھی کمال حاصل تھا۔ درج ذیل قطعات ملاحظہ فرمائیں۔

بہر سالش دی شنیدم ایں صدا
حکم حرمت ہست بر زاغان ہند
ربط قبلش از سر زاغاں بکن
تاکہ گیری سال تا پایان ہند

سید امداد العلی صاحب کی کتاب "امداد المساجد" جو رامپور کے ایک مشہور عالم کے فنائے مسجد میں رہائش کے لیے مکان اور بیت الخلاوغیرہ بنانے کی غیر شرعی حرکت کے رد میں لکھی گئی ہے۔ آپ نے اس کتاب پر درج ذیل تاریخی فارسی قطعہ تحریر فرمایا۔ ملاحظہ ہو

گفت ہاتف وصف، تالیف کتاب
مظہر حق مبطل باطل شدہ
لیں سبب عالم ہمہ ایں لفظ خوش
با تو گوید شاد باش در گہا

۱۲۶۹ھ

(شعراور تاریخ اسی طرح کتاب میں ملی۔ بعینہٖ نقل کردی گئی ہے۔)

[داستان تاریخ اردو، مرتبہ حامد حسن قادری، ص ۴۲۷]

دینی جذبہ معاونت

مدرسہ امدادیہ کے لیے جو کچھ مالی تعاون ہوتا آپ اس کو نہایت ہی امانت و دیانت داری سے مدرسے میں استعمال فرماتے اور خود بھی مدرسے کا مالی تعاون فرماتے رہتے۔ اور صرف اپنے ہی مدرسے کے مالی تعاون پر اکتفانہ کرتے، بلکہ اہل سنت کے دوسرے مدارس میں بھی مالی امداد فرمایا کرتے تھے۔ کسی مدرسے کے اجلاس میں مدعو ہوتے تو وہاں نذرانہ لینے کے بجائے مدرسے میں چند ا پیش کر کے واپس ہوتے۔ مدرسے کے تئیں آپ کے جذبات حسنہ کی مثال کے لیے درج ذیل واقعہ کافی ہوگا۔ ملاحظہ فرمائیں۔

مدرسہ طبیہ مرادآباد، جسے حکیم الطاف علی خان صاحب نے قائم کیا تھا اور حضور صدرالافاضل جہاں تدریسی خدمات پر مقرر تھے۔ اس مدرسہ کے سالانہ جلسہ کے لیے آپ کو مدعو کیا گیا۔ آپ وہاں تشریف لے گئے۔ اور آپ کی موجودگی میں مدرسہ سے علم طب کی فراغت پانے والے طلبا کو اسناد و انعامات سے نوازا گیا۔ یہ سارے اخراجات چوں کہ تن تنہا حکیم الطاف حسین اپنی جیب خاص سے ہی کرتے تھے، لہٰذا ضرورت تھی کہ ایسے موقع پر اہل زر حضرات مدرسہ کا تعاون فرمائیں۔ جلسہ میں مالدار، آنریری مجسٹریٹ حضرات اور بہت سے معزز حضرات موجود تھے لیکن کسی نے بھی مدرسہ کی کوئی معاونت نہیں فرمائی۔ آپ کے نزدیک چوں کہ اس مدرسہ سے مخلوق کا مفاد وابستہ تھا لہٰذا آپ نے اپنی جیب خاص سے مدرسہ کو بطور تعاون تین روپیہ عطا فرمائے۔

مرادآباد کا مشہور اخبار "مخبر عالم" لکھتا ہے:

"حکیم الطاف علی خان صاحب نے ایک جدا طبیہ مدرسہ قائم کردیا ہے، جس میں اس وقت پندرہ طلبا بتائے جاتے ہیں۔ اس کے مدرس اول خود حکیم صاحب موصوف ہیں۔ اور مدرس دویم حکیم حافظ مولوی محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی ہیں۔ اور مدرس سویم حکیم مولوی شاہ ابوالمحاسن صاحب سند یافتہ مدرسہ طبیہ دہلی ہیں۔ چناں چہ ہفتہ گزشتہ اس مدرسہ کی جانب سے ایک جلسہ منعقد کیا گیا تھا۔ جس میں مولوی عبدالسبحان صاحب سلہٹی و مولوی عبدالمجید صاحب سلہٹی و مولوی عبدالکریم صاحب بچھرایونی کو تکمیل علم طب کی سندیں اور انعامات دیے گئے۔ اور منجانب

حکیم الطاف علی خان صاحب موصوف تمغے دیے گئے۔ اس جلسے میں بہت سے چیدہ چیدہ روسا وآنریری مجسٹریٹ حضرات ودیگر معززین شہر شریک تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ان تینوں فارغ التحصیل طلبائے مدرسہ کو جو تمغے، ڈگری وکتب وغیرہ انعام میں دیے گئے اوراس وقت تک جو اصراف مدرسہ ہوا وہ سب حکیم الطاف علی خاں صاحب نے اپنی ذات خاص سے کیا۔ اوراب تک کوئی چندہ کسی صاحب سے نہیں لیا گیا۔ لیکن عین اس جلسے میں جناب مولوی محمد گل صاحب مدرس اول مدرسہ امدادیہ مرادآباد نے تین روپے بطورامداد مدرسہ طبیہ کو دیے۔ لیکن تعجب ہے کہ ایسے عالم باعمل کی ابتدا کرنے کے بعد پھر کسی دوسرے شخص کی بابت نہیں سنا گیا کہ اس نے چندہ دیا یا کوئی وعدہ کیا الخ" [مخبر عالم نمبر ۳۶/۴ مطبوعہ ۸/ اکتوبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۲]

تحریک ندوہ اور شیخ الکل

آپ کے دور میں تحریک ندوہ بڑی زور و شور پر تھی اور علمائے اہلسنت بڑے شد و مد سے اس کی مخالفت میں سرگرداں تھے۔ آپ نے بھی مخالفت ندوہ میں حصہ لیا جس کی تین شہادتیں راقم کو مل سکیں۔ ایک یہ کہ شاہجہان پور میں ندوۃ العلماء کے پانچویں اجلاس کے انعقاد کے موقع پر اجلاس سے ایک ہفتہ قبل ہی پہنچ کر عوام اہل سنت کو مفاسد ندوہ سے آگاہ کر کے انہیں ندوہ کے اجلاس میں شرکت سے روکنے کے لیے جو علمائے اہل سنت شاہجہاں پور میں تشریف لے گئے ان میں ایک آپ بھی تھے۔ آپ نے اجلاس ندوہ میں شرکت سے خود بھی اجتناب کیا اور عوام کو بھی اجلاس ندوہ کے مفاسد سے آگاہ فرما کر انہیں اجلاس میں جانے سے روکا۔ ایک ہفتہ سے زائد آپ نے شاہجہاں پور میں قیام فرمایا۔ اور بلا خوف مفاسد ندوہ کی تشہیر فرمائی۔

[ماخوذ تذکرہ محدث سورتی مؤلف خواجہ رضی حیدر صفحہ ۱۱۹]

تحریک ندوہ میں آپ کے مخالفانہ کردار کی دوسری شہادت ندوہ کے خلاف اعلیٰ حضرت کے فتوے (فتاوی القدوہ لکشف دفین الندوہ ص ۱۶) پر آپ کی تصدیق و تائید مع مہر اس طرح موجود ہے۔

الجواب صحیح، (مہر۔ شگفتہ محمد گل بینظیر ۱۳۰۰ھ)

یہ تائید و تصدیق اس بات پر غماز ہے کہ آپ تحریک ندوہ کے خلاف تھے۔

مزید براں پٹنہ سے نکلنے والے مشہور ماہوار رسالہ "تحفہ حنفیہ" میں تحریک ندوہ میں سرگرم علما کی ایک طویل فہرست ضلعی اعتبار سے پیش کی گئی تھی۔ جس میں مرادآباد کے علمائے کرام کے اسمائے گرامی بھی درج ہیں۔ ان میں علامہ گل خاں کا اسم گرامی سرفہرست ہے۔

"مولانا محمد گل صاحب مدرس مدرسہ امدادیہ"

[ماہنامہ تحفہ حنفیہ، صفر المظفر، ۱۳۱۶ھ ص ۱۳]

مسیحائے قوم

آپ کی بارگاہ مرجع ہر خاص وعام تھی۔ اگر ایک طرف آپ علمی فیضان سے تشنگان علوم نبویہ کو سیراب فرمارہے تھے تو دوسری طرف آپ روحانی فیضان سے مخلوق کو فیض یاب فرمارہے تھے۔ آپ کے دربار میں صبح تا شام خلق کثیر کی آمدورفت رہتی۔ بیمار شفا پاتے۔ نامراد، مراد۔ پریشان حال اپنی پریشانیوں کے ازالہ کی دعا کراتے اور بامراد واپس لوٹتے۔ خالی دامن آتے اور آپ کے فیض سے دامن بھر کے جاتے۔ کوئی خواب کی تعبیر پوچھتا۔ کوئی استخارہ کا طریقہ۔

الغرض آپ کا در مستفیضین کے لیے ہمہ وقت کھلا رہتا۔ آپ کی بارگاہ میں بیماروں کی آمد اور ان کی شفایابی، طالبین تعبیر خواب اور طریقہ استخارہ سیکھنے والوں کی مطلب برآری کا ذکر کرتے ہوئے حضور صدرالافاضل کچھ اس طرح رقم طراز ہیں۔ فرماتے ہیں:

"جناب مولوی صاحب کے پاس بکثرت بیمار آتے ہیں اور ان سے اپنی بیماریوں کا حال ظاہر کرتے ہیں۔ جناب مولوی صاحب اسم ذات پڑھ کر ان بیماروں پر پھونکتے ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے اکثر بیماروں کو شفا عطا فرماتا ہے۔ اور یہ تعویذ میں تحریر فرماتے ہیں: "یا اللہ اچھا کر" اور کبھی یہ تحریر فرماتے ہیں: "انی مغلوب فانتصر" کبھی دیگر اسمائے الٰہی۔

اور اکثر لوگ ان سے اپنے خواب کی تعبیر لیتے ہیں۔ اور استخارہ کا طریقہ سیکھتے ہیں۔ اور جناب مولوی صاحب کی تعبیر خواب ایسی ٹھیک اور سچی پڑتی ہے کہ سرِ مو فرق نہیں رہتا اور استخارہ کا عمل ان کا ایسا مجرب ہے کہ جو کسی نے خواب یا بیداری میں کچھ دیکھا وہ بعینہٖ ویسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ دیکھا۔" [فیضان رحمت ص ۹ مطبع محمود المطابع مرادآباد]

شہزادہ اجمل العلماء مفتی اختصاص الدین صاحب سنبھلی سے بحوالہ مولانا محمد یونس سابق مہتمم جامعہ نعیمیہ مرادآباد اور دیگر معتبر حضرات سے میں نے سنا کہ آپ عمل سلب امراض کے عامل تھے، جس کی وجہ سے آپ مریض کا مہلک سے مہلک مرض اپنی ذات پر لے لیا کرتے تھے۔ اور مریض کو اللہ کے حکم و فضل سے شفایاب کر دیا کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کی حیات کا ایک ربع حصہ امراض شدیدہ میں گزرا۔ آپ گوناگوں امراض میں مبتلا رہتے تھے۔ حضور صدر الافاضل آپ کی بیماریوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"جناب مولوی صاحب حامی سنت کی بیماریوں کا حال تمام شہر کے طبیبوں سے دریافت کرنا چاہیے کہ ان کو عرصہ ۸ سال یا کچھ کم و بیش سے وہ سخت اور ہائل بیماریاں لاحق حال ہیں کہ اگر دوسرے شخص کو ہوتیں تو خدا جانے اس کا کیا حال ہوتا۔ اور وہ کیا کیا بے چینی ظاہر کرتا۔ اور مولوی صاحب باوجود ان سخت مسطورہ ذیل بیماریوں کے صبر کرتے ہیں۔ اور تمام مسائل ضروریہ شرعیہ کا جواب اور علوم دینیہ حتی المقدور پڑھاتے ہیں۔ اور وہ بیماریاں یہ ہیں:

دردِ کمر یہاں تک کہ بعض اطبا کے گمان میں وجع الورک ہے۔ اور دمہ کی ایسی سخت بیماری ان کو لاحق حال ہے، کہ پانچ چھ قدم چلنے سے تمام بدن کا حال متغیر اور اکثر اوقات کھانسی بھی شروع ہوتی ہے اور برس دو برس گنٹھیہ کی بیماری بھی رہی، کہ نہ طاقت نشست و برخاست اور نہ بغیر اعانت دوسرے شخص کے چارپائی سے اترنے کی طاقت۔ اور مدت تک مرض تبخیر شدید میں گرفتار رہے۔ اور مدت مدید سے بلاناغہ شش ماہی درد گردہ کا ایسا دورہ پڑتا ہے کہ خدا نجات دے۔

مگر اب فضل الٰہی ہے کہ اور بیماریوں کو بوجہ علاجہائے کثیر اطبائے شہر اور باہر کے قدرے افاقہ ہے۔ مگر درد کمر کہو یا وجع الورک کہو اور نیز مرض دمہ ابھی تک ایسا لاحق حال ہے کہ ان دونوں کے سبب سے چلنا در کنار بلکہ نشست و برخاست بھی ان سے بمشکل ہوتی ہے۔ اور سب مرادآباد والوں کو معلوم ہے کہ ان امراض کی وجہ سے مرادآباد چھوڑ کر وطن جانے کا ارادہ کیا تھا۔ چناں چہ یہاں سے پشاور پہنچ کر وہاں ڈیڑھ برس بھی رہے۔ مگر آگے جانے کی کوئی سبیل نہ ہو سکی۔ لہٰذا ہماری خوش نصیبی سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اہل ہند کی ہدایت کے واسطے واپس مرادآباد میں بھیجا۔" [فیضان رحمت ص ۵]

حضور مجاہد ملت فرماتے ہیں:

"حضرات مشائخ کرام میں سے بہت سے حضرات سلب مرض فرماتے تھے۔ انہیں میں سے حضرت مولانا محمد گل قدس سرہ بھی تھے۔ سلب مرض کے دو طریقے ہیں۔ ایک یہ ہے کہ براہ راست مرض کو مریض سے دور کردیا جائے۔ اور دوسرا یہ ہے کہ سلب کرنے والا اولاً مرض کو مریض سے اس طرح سلب کرے کہ وہ مرض خود سلب کرنے والے کو لاحق ہوجائے، پھر آہستہ آہستہ اس سے وہ مرض زائل ہو۔ حضرت مولانا محمد گل صاحب کو یہی دوسرا طریقہ معلوم تھا۔ آخری عمر میں ایک شخص سے مرض برص کو سلب فرمایا۔ وہ مرض اس سے دور ہوکر ان کو لاحق ہوگیا۔ اسے وہ آہستہ آہستہ دور کررہے تھے کہ وصال ہوگیا۔ اور کچھ آثار باقی رہ گئے۔"

[مرد جوزاء مجاہد ملت: ص ۳۰۱]

دیوبندی جماعت کی تکفیر اور شیخ الکل

حضور مجاہد ملت فرماتے ہیں:

"حضرت مولانا محمد گل رحمۃ اللہ علیہ بڑے زبردست عالم تھے، لیکن وہ اردو صحیح طور پر نہیں بولتے تھے۔ ایک بار ان کے پاس کوئی دیوبندی عقیدہ والا پہنچا اور یہ کہا کہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی اور آپ کے شاگرد مولانا نعیم الدین صاحب مرادآبادی ہمارے بزرگوں کو اور ہم لوگوں کو کافر کہتے ہیں۔ انہوں نے دریافت فرمایا: وہ لوگ ایسا کیوں کہتے ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ ہمارے بزرگوں کی بعض کتابوں کی بعض عبارتوں کی وجہ سے۔ انہوں نے دریافت فرمایا: کہ وہ کتابیں عربی میں ہیں یا اردو میں؟ جواب دیا کہ وہ اردو میں ہیں۔ دریافت فرمایا کہ کیا کسی مستند تفسیر قرآن کے ترجمے پر وہ لوگ کفر کا حکم دیتے ہیں؟ کہا نہیں۔ دریافت فرمایا: کیا حدیث شریف کی مستند شرح کے ترجمے پر وہ لوگ کفر کا حکم دیتے ہیں؟ کہا نہیں۔ انہوں نے دریافت فرمایا: کیا عقائد یا فقہ کی کسی مستند کتاب کے اردو ترجمے پر وہ لوگ کفر کا حکم دیتے ہیں؟ کہا نہیں۔

تب حضرت مولانا محمد گل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

تم لوگ کیوں ایسی بات لکھتے ہو جو تفسیر کا ترجمہ نہیں ہے، شرح حدیث کا ترجمہ نہیں ہے، عقائد

یافقہ کی کتاب کا ترجمہ نہیں ہے، ہم اردو کی کتاب کو صحیح طور پر نہیں سمجھتے ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں سمجھتے ہیں، مولانا نعیم الدین سمجھتے ہیں۔ وہ لوگ کفر کا حکم کرتے ہیں تم لوگ کیوں ایسی بات لکھتے ہو کہ وہ لوگ کفر کا حکم کرتے ہیں۔" [مرد جوزاء مجاہد ملت: ص ۳۹۵]

شیخ الکل کرامات کے تناظر میں

آپ بحر ولایت کے غواص، حقیقت کے اسرار و رموز کے ماہر کشاف، صاحب کرامات بزرگ تھے۔ آپ کی بے شمار کرامات ہیں۔ لیکن تحریری شکل میں جو کرامات فقیر کو دستیاب ہوئیں یہاں صرف ان ہی کو نقل کیا جاتا ہے۔

صدر الافاضل بارش میں نہ بھیگے

ایک دن حضور صدر الافاضل آپ کی بارگاہ میں حاضر تھے۔ رات کافی ہو چکی تھی، بارش ہو رہی تھی۔ صدر الافاضل نے آپ سے عرض کیا حضور! مجھے گھر جانا ہے اور بارش ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی ہے۔ آپ نے اپنے سعادت مند تلمیذ رشید سے فرمایا: قریب آؤ! صدر الافاضل قریب ہوئے تو آپ نے صدر الافاضل کے سر پر اپنا دست مبارک پھیر کر فرمایا چلے جاؤ! بارش کا کوئی قطرہ بھی تمھارے جسم پر نہیں گرے گا۔ خود حضور صدر الافاضل فرماتے ہیں: خدا کی قسم! جب گھر پہنچا، تو بارش کا ایک چھینٹا بھی میرے اوپر نہ گرا تھا۔ میں حیرت و استعجاب میں پڑ گیا۔
[معارف مفتی اعظم راجستھان ص ۳۸۴]

ایک آواز پر چوہوں کا اکھٹا ہونا

یوں ہی ایک بار آپ کے مدرسہ میں چوہوں کی کثرت ہو گئی۔ اور انہوں نے جابجا کتر بیونت شروع کر دی۔ جب نقصان زیادہ ہونے لگا تو ایک خادم ان چوہوں کو پکڑنے کے لیے بازار سے چوہے دان لایا۔ آپ نے فرمایا: یہ کیا ہے خادم نے عرض کیا حضور چوہے بہت نقصان پہنچا رہے ہیں آپ نے فرمایا: پھر اس کی کیا ضرورت ہے۔ ایک بوری لے آؤ! خادم بوری لے آیا۔ آپ نے فرمایا: بوری کا منہ کھول کر لکڑی بیچ میں لگا کر رکھ دو۔ بعدہ آپ نے آواز دی۔ چوہو! سب آکر اس بوری میں جمع ہو جاؤ۔ دیکھتے ہی دیکھتے سارے چوہے بوری میں جمع ہو گئے۔ آپ نے خادم سے فرمایا: ان

کو مار نامت بلکہ جنگل میں چھوڑ آؤ۔" [تعارف جامعہ نعیمیہ]

آپ کی بارگاہ میں بے شمار مریض آتے اور شفا پاتے تھے۔ جو مریض دوا سے شفا نہ پاتا وہ آپ کی دعا سے شفایاب ہو جاتا تھا۔ آپ مستجاب الدعوات تھے۔ آسیب زدہ بیمار بھی آپ کی بارگاہ میں آکر شفا پاتے تھے۔ اور آج بھی آپ کے مزار پاک کی برکتوں سے لاعلاج بیمار، سحر و آسیب زدہ بیمار، شفا و صحت پاتے ہیں۔ شفا ہی کیا آپ کی بارگاہ میں جو شخص جو جائز مراد لے کر آتا ہے اللہ پاک آپ کے صدقے اس کی جائز مراد پوری فرما دیتا ہے۔ کوئی پریشان حال آتا ہے اس کی پریشانی دور ہو جاتی ہے۔ کسی کا کوئی عزیز کھو جاتا ہے اور وہ آپ کی بارگاہ میں استغاثہ کرتا ہے تو مدد کی جاتی ہے اور بچھڑے ہوؤں کو ملا دیا جاتا ہے۔

اس حوالے سے دو چند کرامات فقیر کو کرم فرما مولانا محمد یامین صاحب مہتمم جامعہ نعیمیہ مراد آباد، کی مخصوص فائل میں منتشر اوراق میں مسطور ملیں۔ فقیر یہاں انہیں بجنسہٖ نقل کرنا ضروری سمجھتا ہے تاکہ یہ سینہ بہ سینہ پہنچی ہوئی کرامات محفوظ ہو جائیں۔

لاعلاج مریض کو شفا

حضرت مولانا نعیم الدین صاحب کے ایک ساتھی تھے وہ کرامت میں یقین نہیں رکھتے تھے اور وہ ہپناٹزم کے ماہر تھے۔ ایک دن حضرت مولانا نعیم الدین صاحب اپنے مدرسے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اور ان کے پاس حضرت کے ساتھی جن کا تذکرہ اوپر کیا جا چکا ہے وہ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ کچھ لوگ ایک ترکفن کو چارپائی پر لائے اور حضرت صدر الافاضل کو اس مریض کو دکھایا۔

حضرت صدر الافاضل ایک جیّد عالم دین کے ساتھ ساتھ ایک اچھے حکیم بھی تھے۔ حضرت صدر الافاضل نے اس مریض کو دیکھ کر فرمایا: کہ اس مریض کو بہت پرانی گٹھیا ہے۔ اور اب یہ مرض لاعلاج ہو چکا ہے۔ اس مریض کے ہاتھ پاؤں مڑے ہوئے تھے اور ایک عرصہ سے وہ کھڑا بھی نہیں ہوتا تھا، لیٹا ہی رہتا تھا۔ اس مریض کے ساتھ آنے والوں نے کہا کہ وہ اس مریض کو علاج کے واسطے نہیں لائے ہیں، بلکہ اس کو وہ اس لیے لائے ہیں کہ اس مریض کے گھر والے اس کی تیمارداری سے تنگ آ چکے ہیں۔ لہٰذا حضرت (صدر الافاضل) اللہ سے یہ دعا فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ اس کی مٹی عزیز کر لے۔ حضرت صدر الافاضل نے یہ بات سن کر اپنے ساتھی سے کہا کہ آپ کے پاس کوئی عمل

ہے جس سے یہ مریض ٹھیک ہو جائے؟ حضرت کے ان ساتھی نے منع کر دیا۔ لیکن حضرت سے یہ کہا کہ کیا کرامت اس کو ٹھیک کر سکتی ہے۔ اس پر حضرت نے مریض کو لانے والوں کو حضرت مولانا محمد گل صاحب کا پتہ بتایا۔ اور کہا اس مریض کو وہاں لے کر چلو۔ حضرت صدرالافاضل اپنے ان ساتھی کو بھی لے کر حضرت مولانا محمد گل صاحب کے مدرسہ پہنچ گئے۔ اور حضرت صدرالافاضل نے حضرت مولانا محمد گل صاحب سے عرض کیا: کہ اس مریض کو مرض گٹھیا ہے۔ لیکن میرے ان ساتھی کو یہ یقین نہیں ہے کہ کرامت بھی کوئی چیز ہے اگر حضرت اس مریض کو ٹھیک کر دیں تو یہ صاحب بھی راہ راست پر آجائیں گے۔

حضرت مولانا گل صاحب نے اس مریض کو غور سے دیکھا اور کچھ پڑھا۔ اور اس مریض کے ساتھ آنے والوں سے کہا: کہ اس کے ہاتھ پیر سیدھے کرو۔ اس مریض کے ہاتھ پیر جو ایک عرصہ سے مڑے ہوئے تھے۔ حضرت مولانا محمد گل صاحب کے یہ فرمانے کے بعد جب سیدھے کیے گئے تو وہ سیدھے ہو گئے۔ پھر آپ نے فرمایا: کہ اس کو کھڑا کرو۔ اس مریض کو کھڑا کیا گیا تو وہ کھڑا ہو گیا۔ پھر فرمایا: کہ اس کو چھوڑ دو۔ مریض بغیر سہارے کے کھڑا ہو گیا۔ پھر فرمایا کہ اس کو ہلکے ہلکے چلاؤ۔ وہ مریض ہلکے ہلکے چلنے لگا۔ پھر فرمایا کہ اب یہ مریض گھر تک پیدل چل کر جائے گا۔

اس کرامت کو دیکھ کر حضرت صدرالافاضل کے ان ساتھی نے توبہ کی۔ اور حضرت مولانا محمد گل صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان کے مرید ہو گئے۔

تین گمشدہ بچوں کی بازیابی

ایک واقعہ اس طرح ہے کہ حضرت مولانا گل صاحب کے مزار شریف پر سحر و آسیب زدہ مریض آتے ہیں۔ ایک صاحب پر سحر تھا، وہ روز حضرت کے مزار پر حاضری دیا کرتے تھے۔ حضرت نے ان صاحب کو کسی آسیب سے یہ کہلوایا کہ وہ حضرت شاہ صفا صاحب جو دولہا میاں کے نام سے مشہور ہیں اور جن کا مزار شریف لال مسجد کے عقب میں واقع ہے، وہاں بھی حاضری دیا کریں۔ وہ صاحب دولہا میاں کے مزار پر بھی روزانہ حاضری دینے لگے۔ ایک دن عصر اور مغرب کے درمیان جب وہ صاحب دولہا میاں کے مزار پر بیٹھے ہوئے تھے تب لال مسجد سے یہ اعلان ہوا کہ کسی کے تین بچے کھو گئے ہوں تو وہ ایک شخص جو اسی محلہ کے رہنے والے ہیں ان کے یہاں وہ تینوں بچے ہیں ان سے

آکر لے لیں۔ یہ اعلان ان صاحب نے بھی سنا۔ بعد نماز مغرب وہ صاحب اپنے گھر چلے آئے۔ وہ صاحب حضرت مولانا محمد گل صاحب کے مزار پر صبح کے وقت حاضری دے آئے تھے۔ رات کو پھر ان صاحب کی طبیعت بگڑ گئی۔ ان کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ حضرت مولانا محمد گل صاحب کے مزار شریف پر دوبارہ حاضری دی جائے۔ لہٰذا وہ دوبارہ حضرت کے مزار شریف پر چلے گئے۔ بعد نماز عشاء جب وہ حضرت کے مزار پر بیٹھے ہوئے تھے ایک عورت روتی ہوئی اور یہ کہتی ہوئی آئی کہ حضرت صبح سے ماری ماری پھر رہی ہوں مگر میرے بچے نہیں ملے۔ اب اخیر میں آپ کے مزار پر آئی ہوں آپ ہی میری مدد کریں اور مجھے بچے دلوائیں۔

ان صاحب نے اس عورت سے پوچھا کہ کتنے بچے ہیں؟ اس عورت نے بتایا کہ تین بچے ہیں۔ ان صاحب نے کہا کہ لال مسجد چلی جاؤ۔ اور فلاں شخص کے گھر جانا اس کے یہاں بچے مل جائیں گے۔ وہ عورت اسی وقت محلہ لال مسجد گئی اور اس شخص کا مکان معلوم کیا جس کا نام مسجد سے ہوئے اعلان میں بتایا گیا تھا۔ اس شخص کے گھر پہنچنے پر بچے مل گئے۔ یہ حق ہے کہ اولیاے کرام روشن ضمیر ہوتے ہیں، حضرت مولانا گل صاحب کو یہ معلوم تھا کہ سب جگہ گھوم پھر کر رات کو وہ عورت ان کے مزار پر آئے گی۔ اور بچوں کے بارے میں ہمارے مریض کو معلوم ہے کیوں کہ اس نے اعلان سنا ہے۔ لہٰذا انہوں نے اپنے مریض کو اس عورت کے آنے سے قبل بلا کر بٹھالیا تاکہ وہ پتہ بتا سکے۔ حضرت مولانا محمد گل صاحب علیہ الرحمہ کی یہ کتنی بڑی کرامت ہے۔

ایک گمشدہ بچہ کی بازیابی

ایک صاحب کا ایک بچہ غائب ہو گیا۔ گھر والے حضرت مولانا محمد گل صاحب علیہ الرحمۃ کے مزار پر دعا مانگنے آنے لگے۔ کئی مہینوں کے بعد وہ بچہ گھر آیا اور اس کو پہنچانے ایک صاحب آئے۔ اس بچے اور ان صاحب نے جو اس کو لے کر آئے تھے جو باتیں بتائیں وہ اس طرح ہیں۔ بچے نے بتایا کہ اس کو اس کا ایک ساتھی بہکا کر لے گیا تھا اس نے اس بچے کو کچھ لوگوں کو دے دیا۔ اس بچے کو مرادآباد سے کہیں باہر لے جایا گیا۔ اور وہ لوگ بچے کو بند رکھتے تھے۔ ایک دن بچہ موقع پا کر بھاگ کھڑا ہوا اور بھاگتے بھاگتے گر گیا۔ اور وہیں بے ہوش ہو گیا۔ جہاں وہ بچہ گر کر بے ہوش ہوا تھا، وہاں قریب میں کسی ولی کامل کا مزار تھا اس مزار پر کوئی خدمت گار رہتے تھے، وہ ادھر سے گزرے

جہاں بچہ بے ہوش پڑا تھا۔ وہ بچے کو اٹھا کر مزار شریف پر لے آئے۔ اس کو ہوش آیا تو اس بچہ نے بتایا کہ وہ مراد آباد کا رہنے والا ہے۔ ان خادم نے بچے کو اپنے پاس روک لیا کہ وہ کسی طرح بچے کو مرادآباد اس کے والدین کے پاس بھجوادیں گے۔ اسی رات ان خادم کو یہ بشارت ہوئی کہ بچے کو کسی کے ذریعہ نہ بھجوائیں بلکہ وہ خود مرادآباد جاکر بچے کے والدین کے ہاتھ میں اس کا ہاتھ دیں۔ اس بشارت کے بعد وہ خادم مزار خود بچے کو لے کر مرادآباد آئے۔ اور بچے کو اس کے والدین کے سپرد کر کے گئے۔ یہ بشارت حضرت محمد گل صاحب علیہ الرحمۃ کی طرف سے تھی، جہاں بچے کی والدہ اور دادی برابر حاضری دیا کرتی تھیں۔

ایک اور گمشدہ بچہ کی بازیابی

اسی طرح کی ایک اور کرامت ملاحظہ فرمایئے!

ایک صاحب کا بچہ غائب ہو گیا۔ اس کے والد نے اس کو جگہ جگہ تلاش کروایا۔ مگر اس کا کوئی پتہ نہیں چل رہا تھا۔ ان صاحب کو کسی نے بتایا کہ وہ اس سلسلہ میں حضرت مولانا محمد گل صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار شریف پر حاضری دیں اور آپ کے سامنے اپنی بات رکھیں۔ انہوں نے حضرت کے مزار شریف پر حاضری دینا شروع کردی۔ ان صاحب کے چچیرے بھائی بھی حضرت کے مزار پر حاضری دیتے تھے۔

ایک دن ایک شخص مزار شریف پر حاضری دینے آیا۔ یہ شخص اکثر حضرت کے مزار شریف پر آتا رہتا تھا۔ اس نے مزار شریف پر یہ ذکر کیا کہ ایک پولس والا ایک بچہ کا نام اور اس کے والد کا نام لیے پھر رہا تھا اور بتا رہا تھا کہ یہ بچہ میرٹھ کی بچہ جیل میں ہے۔ میں اس بچے کے باپ کو ڈھونڈ رہا ہوں کہ اس کو یہ بتادوں، مگر اس بچہ کے باپ کا پتہ نہیں مل رہا۔ اس شخص نے بچے اور اس کے باپ کا نام لیا۔ اتفاق سے اس بچے کا چچا بھی وہیں بیٹھا ہوا تھا، اس نے اس شخص کو بتایا کہ یہ بچہ میرا بھتیجا ہے اور اس کے والد میرے تایازاد بھائی ہیں۔ تب اس شخص نے بتایا کہ یہ بچہ میرٹھ کی بچہ جیل میں ہے۔ یہ خبر سن کر بچہ کے والد میرٹھ کی بچہ جیل سے بچہ کو لے کو اپنے گھر آئے۔

حضرت کی بہت سی کرامات ہیں جو آئے دن سامنے آتی رہتی ہیں۔ اور مزار شریف پر آنے والے ایسے ہی فیض یاب ہوتے رہتے ہیں۔" [منتشر اوراق سے منقول کرامات]

تصانیف

درس وتدریس، دینی وملی سرگرمیوں، صبح تا شام بارگاہ میں آنے والے درد کے ماروں پر فیض افشانی اور دیگر گوناگوں مصروفیات، نیز امراض شدیدہ میں گرفتار ہونے کے باوجود آپ نے تصنیف وتالیف کی جانب توجہ فرمائی اور مختلف موضوعات پر عظیم ترین، فقید المثال مندرجہ ذیل تصانیف کا قیمتی سرمایہ قوم کو عطا فرمایا۔ زیر نظر مجموعہ میں شامل تصانیف کا تعارف ہم آگے پیش کریں گے یہاں بس نام لکھنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

(۱) ذخیرۃ العقبیٰ فی استحباب میلاد المصطفیٰ

(۲) مخزن الروایات فی ایصال ثواب الاحیاء الی الاموات

(۳) دعاے برکت بر طعام ضیافت، دعاے اموات بوقت جمعرات

(۴) براھین بینہ بر اثبات نذور معینہ

(۵) مسجد میں نماز جنازہ کا شرعی حکم

(۶) اشرف البراھین المنھودۃ علی حرمت الغرابین الھندیہ

(۷) باصح الاسانید، المعروف بہ ثبت شیخ الکل

(۸) اثبات المعقول بالمنقول علی رغم الف کل ظلوم وجھول

(۹) لؤلؤ المنثور فی مدح والی رامفور

علاوہ ازیں کئی کتابوں اور رسالوں میں آپ کے مضامین اور تقریظات، تائیدات وتصدیقات بھی موجود ہیں۔ ماہنامہ تحفہ حنفیہ محرم الحرام ۱۳۱۶ھ کے شمارے میں میلاد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مستحب ہونے اور میلاد میں قیام کے جواز سے متعلق آپ کے دو فتوے شامل ہیں۔

کتابوں وغیرہ پر تقریظات، تصدیقات اور تائیدات جو دستیاب ہوئیں وہ ہم یہاں نقل کیے دیتے ہیں تاکہ محفوظ ہوجائیں۔

تقریظات و تصدیقات

فتاوی اعلیٰ حضرت پر تصدیقات

فتاوی رشیدیہ میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے کئی فتاوی نقل کیے گئے ہیں ان میں کئی فتاوی پر شیخ الکل کی تصدیق موجود ہے۔ بلا ضرورت شرعیہ بھیک مانگنے کی حرمت پر اعلیٰ حضرت کا ایک علمی فتوی فتاوی رشیدیہ کے صفحہ ۵۸۰، ۵۸۱۔ پر نقل کیا گیا ہے۔ آپ نے درج ذیل الفاظ میں اس فتوی کی تائید فرمائی ہے۔

"جناب مولوی صاحب نے صحیح لکھا ہے کہ بلا ضرورت شرعیہ سوال کرنا حرام ہے"

شگفتہ محمد گل بینظیر ۱۳۰۰

نیز اسی فتاوی رشیدیہ کے صفحہ ۴۷، ۵۷، پر ڈھول تاشے باجے کی حرمت اور اسے حرام جاننے والے کی تکفیر کے سلسلے میں اعلیٰ حضرت کا فتوی نقل کیا گیا ہے۔ جس پر مندرجہ ذیل الفاظ میں آپ نے تائید فرمائی ہے۔

"بلاشک ناچ رنگ رنڈیوں کا اور اسراف بے جا اور بکھیر مال کی اور اس کا ضائع کرنا اور نقرہ وسونے کا سہرہ مردوں کے لیے یہ سب ناجائز ہیں تو اس کو ہرگز جائز نہ جاننا چاہیے"

شگفتہ محمد گل بینظیر ۱۳۰۰

فتاوی صدر الافاضل پر تصدیقات

کفار سے میل جول رکھنے کے سلسلے میں حضور صدر الافاضل کے ایک فتوے پر آپ نے درج ذیل الفاظ میں تصدیق فرمائی۔

"الجواب صواب والمجیب مصاب۔

المعتصم بحبل سید الرسل لیس بمضطرب بین الملل محمد تازہ گل کابلی جلال آبادی حنفی"

[مسلمان اور کانگریس، اتحاد مسلم ومشرک پر شریعت اسلام کا حکم مبین: ص ۲۹]

طاعون سے متعلق فتوے پر تصدیق

طاعون کے حوالے سے حضور صدرالافاضل کاایک فتوی بشکل اشتہار شائع کیاگیا،جس پرآپ نے "الجواب صحیح" سے تصدیق فرماکر۔شگفتہ محمد گل بینظیر، لکھا۔
[اشتہار المشتہر ملامحمد اشرف شاذلی: مملوکہ فقیر]

الانصاف فی الاختلاف

قبر میں تختوں کے اوپر بوریا وغیرہ میت کو مٹی سے بچانے کی خاطر ڈالنے کے سلسلے میں مولانا عبدالسبحان سلہٹی نے علما کے تحقیقی فتاوی کو اکھٹا کر کے کتابی شکل میں بنام "الانصاف فی الاختلاف "کوترتیب دیا،اس میں حضور صدرالافاضل کافارسی میں ایک فتوی بھی ہے۔علامہ گل نے اس فتوی کی درج ذیل الفاظ میں تائید فرمائی ہے:

الجواب صحیح۔شگفتہ محمد گل بینظیر

[الانصاف فی الاختلاف، ص۴]

بالعروۃ الوثقی فی التامین بالاخفاء

مولوی محمد قاسم مرادآبادی کی کتاب "بالعروۃ الوثقی فی التامین بالاخفاء" پردرج ذیل الفاظ میں تصدیق موجود ہے:

"بلاشک وشبہہ حنفیوں کے نزدیک آمین بالجہر مکروہ ہے۔ اورآمین کوبطور خفیہ اداکرناآیات واحادیث سے یقیناثابت ہوتاہے،اس لیے کہ آمین دعاہے اوردعاکے حق میں اللہ تبارک وتعالیٰ یہ فرماتاہے۔

ادعوربکم تضرعاوخفیا۔

اور نیزلفظ خفیہ جوکلام اللہ میں وارد ہے خاص ہے۔اور نزدیک اصولیوں کے یہ قاعدہ مقرر ہے کہ خاص اپنے مدلول میں یقینی اور قطعی ہے اور غیر کااحتمال بالکل منقطع اور منفی کرتاہے۔لہذا خفیہ بہ نسبت دعاکے جوکلام اللہ میں وارد ہے اپنے مدلول میں یقینی ہوگا۔اور جہری دعاجوخفیہ سے غیرہے بموجب قاعدہ اصولیہ بالکل منفی ہوگیا۔اور قاعدہ اصولیہ یہ ہے جوانوارالانوار میں مسطور ہے۔

وحکمه ان یتناوی المخصوص قطعا ای اثره المرتب علیه ان یتناول المخصوص الذی

هو مدلوله قطعا بحیث یقطع احتمال الغیر

چوں کہ احتمال جہر جو غیر ہے خفیہ سے منتفی ہوگیا۔ پس وجود جہر کیسے ثابت ہوگا؟ جو مرتبہ اس کا احتمال سے فوق ہے اور احادیث صحیحہ صدر الذکر سے آمین کا ادا بطور خفیہ ثابت ہوگیا ہے۔ لہٰذا جس حدیث سے جہر معلوم ہوتا ہے تو اس حدیث پر عمل کو ترک کرنا اور تمسک بکتاب اللہ اور ان احادیث پر جو خفیہ کے حق میں وارد ہے اور موافق ہے کتاب اللہ کے واجب اور لازم ہے۔ ورنہ ترک عمل بکتاب اللہ جو موید بہ احادیث صحیحہ خفیہ کا ہے بسبب حدیث جہر کے لازم آئے گا۔ اور باوجودیکہ کتاب اللہ مقدم ہے عمل میں حدیث پر خصوصًا ایسے موقع پر جو کتاب اللہ کی احادیث صحیحہ موید ہو تو اس تقدیر پر ہرگز ترک عمل کتاب اللہ پر بسبب حدیث کے جو مخالف ایسی کتاب اللہ سے ہو نہیں ہونا چاہیے۔ فقط۔ واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والماب۔

حررہ محمد گل خان الکابلی۔ مہر شگفتہ محمد گل بے نظیر

[بالعروۃ الوثقٰی فی التامین بالاخفاء، ۱۰، ۱۱، مطبع مطلع العلوم واخبار نیر اعظم مراد آباد، ماہ ربیع الاول ۱۳۰۴ھ]

معیار المذہب

"کتاب مسمّٰی بہ معیار المذہب از مولانا سید علی اعظم قادری پھلواری ص ۹۳، پر آپ کے الفاظ تصدیق بزبان عربی مع مہر ذیل میں ملاحظہ ہوں:

"ماحررہ المجیب ناقلاً من کتب الاحادیث والفقه والعقائد و کتب المشائخ الکرام علیهم افضل التحیة والسلام حق وموافق لعقائد اهل السنة والجماعة وخلافه باطل وضلال لمخالفته السنة والاجماع"

(مہر) محمد گل جلال آبادی عفی عنہ

تلامذہ

صدرالافاضل

مفسر قرآن، حضور صدرالافاضل فخرالاماثل حضور علامہ سید محمد نعیم الدین جلالی قادری مرادآبادی تغمدہ اللہ الہادی کی ذات گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔آپ شیخ الکل کے تمام تلامذہ میں سب سے مشہور و مقبول ہوئے ہیں۔شیخ الکل کی بارگاہ سے یوں تو سیکڑوں نے اکتساب فیض و کسب علم کیا مگر صدرالافاضل نے جس انداز میں آپ کی بارگاہ سے اخذ علم و کسب فیض کیا ہے وہ واقعی آپ ہی کا حصہ ہے۔اس کا اعتراف کرتے ہوئے خود آپ رقم طراز ہیں:

"میں جناب فیض مآب کا ادنیٰ درجہ کا شاگرد ہوں، جو کچھ میں نے حاصل کیا ہے یہ انہیں کی خدمت کا نتیجہ ہے۔"

مولانا حبیب الرحمن سلہٹی بنگالی

یہ بھی آپ کے شاگردوں میں شامل ہیں۔جس کا اظہار خود انہوں نے اپنی کتاب "تنبیہ المرتہنین" کے صفحہ ۲ پر اس طرح کیا ہے:

"اساتذہ فقیر یعنی جامع المعقول والمنقول، حاوی الفروع والاصول، زبدۃ المتقدمین، قدوۃ المتاخرین، امام المحققین، خاتم المدققین، حاجی الحرمین الشریفین مخدومنا استاذنا حضرت مولانا محمد گل صاحب......مدرسہ امدادیہ مرادآباد کو جن کے ریاض علوم سے ایک میں بھی ادنیٰ گلچیں ہوں فراموش نہ فرمائیں۔"

مولانا منیر محمد ولایتی

آپ پشاور کے بام خیل علاقے سے تعلق رکھتے ہیں۔آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی نور محمد افغان ہے۔۱۲۸۵ھ۔۱۸۶۸ء میں آپ کی ولادت ہوئی۔۱۳۰۵ھ۔۱۸۸۷ء میں آپ مرادآباد تشریف لائے۔اور مدرسہ امدادیہ میں شیخ الکل کی بارگاہ میں رہ کر علوم دینیہ کی تحصیل فرمائی۔

شیخ الکل کی کتاب "براہین بینہ براثبات نذور معینہ" کے ایک حصے کے جواب میں مخالفین کی طرف سے ایک کتاب بنام "تنبیہ الکل" لکھی گئی۔ جس کے جواب میں مولانا منیر ولایتی نے آدھے دن میں ایک زبردست کتاب بنام "ایقاظ الجل لرد تنبیہ الکل" تصنیف فرمائی۔ کتاب کا سن تالیف ۱۳۱۷ھ مطابق ۱۹۰۰ء ہے۔ اس کتاب میں اپنے استاذ گرامی کا ذکر اس انداز میں کیا ہے:

"ہمارے مولانا صاحب، قامع بدعت، جامع شریعت و طریقت، مجدد دین نبوی، عامل بحدیث مصطفوی، محمود خلائق، محب خالق، اغنی جناب الحاج استاذنا مولوی محمد گل خاں صاحب جامع معقول و منقول"

رحلت

ایک طویل مدت تک آپ نے زمانہ بھر میں علمی فیضان عام کیا، مذہب و مسلک کی خوب خدمت کی، دینی نمایاں کارنامے انجام دیے، خدمت خلق میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، رضائے الٰہی میں پوری زندگی بسر کی، اور پھر ماہ ربیع الاول شریف ۱۳۳۰ھ مطابق ۱۹۱۲ء ۱۰/مارچ سے ۲۳/مارچ کی درمیانی تاریخ میں دار فنا سے دار بقا کی طرف روانہ ہو گئے۔ اللہ آپ کے درجات بلند فرمائے۔ (آمین)

آپ کا مزار پر انوار مرادآباد کی مشہور قلعہ والی مسجد میں آج بھی مرجع ہر خاص و عام ہے۔ ربیع الاول شریف کے مقدس مہینے میں آپ کا عرس شریف بڑے ہی تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے۔

اعلیٰ حضرت کا تعزیتی عربی، تاریخی کلام

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت محدث بریلوی قدس سرہ نے آپ کی وفات حسرت آیات پر درج ذیل تاریخی منظوم کلام بزبان عربی تحریر فرمایا۔

لِيَهْنِ ضَلَالَ النَّجْدِ قِلَّةُ ذِلَّتِه
بِمَوتِ مُحَمَّدْ گُل وَ غَيْبَةِ هَيْبَتِه
فَمَوتُ هُدَاةِ الدِّيْنِ فِي الدِّيْنِ ثُلْمَةٌ
كَمَا فِي حَدِيْثٍ لَاانسِدَادَ لِثُلْمَتِه
مُرِيْدُ مُرَادَابَادِنَا لَو مُرَادَهُمْ

وَلٰكِنْ مَّضَتْ لِلدِّيْنِ وَعْدَةُ نُصْرَتِهٖ
فَلَا تَفْرَحُوا يَا بُوْرُ مُوْتُوْ بِغَيْظِكُمْ
فَلَيْسَ اِلٰهُ الْحَقِّ مُخْلِفَ وَعْدَتِهٖ
اَلَيْسَ نَعِيْمُ الدِّيْنِ عَضَّةَ حَلْقِكُمْ
يُبَدِّدُ شَمْلَ الضَّالِّيْنَ بِصَوْلَتِهٖ
مَضَى الْوَرْدُ اَبْقَى اللّٰهُ ذَا الزَّهْرِ بَاسِمًا
وَدَامَ نَعِيْمُ الدِّيْنِ غَضًّا بِزَهْرَتِهٖ
يَقُوْلُ الرِّضَاقِيْ عَامِ رِحْلَةِ حِبِّهٖ
رَوَاحُ مُحَمَّدٌ گُلْ بِبُسْتَانِ جَنَّتِهٖ
٥ ١ ٣ ٣ ٠

ترجمہ:

(۱) نجد کی ضلالت وگمراہی کو اس کی ذلت ورسوائی کا شیخ محمد گل کے وصال اور ان کی پر ہیبت شخصیت کے پس پردہ چلے جانے کے باعث کم پڑجانا مبارک ہو۔

(۲) کیوں کہ دین کے رہنماؤں کا وفات پاجانا دین میں ایسا رخنہ ہے کہ اس کا خلا کبھی پر نہیں ہوتا جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

(۳) ہمارے مرادآباد کا ارادہ کرکے آنے والا اگر ان کی مراد ہے تو جی ہاں لیکن اس دین حق کے لیے اس کی مدد ونصرت کا وعدہ ہوچکا ہے۔

(۴) تو اے قوم بور! یعنی تباہ وبرباد اور ہلاک ہونے والے، فرقے والو! تم اپنے غیظ وغضب میں مرو، زیادہ خوشیاں نہ مناؤ! کیوں کہ معبود برحق اپنے وعدہ کے خلاف کرنے والا نہیں ہے۔

(۵) کیا (ان کے جانشین) نعیم الدین تمہارا گلا کاٹنے والے نہیں ہیں؟ جو حملہ آور ہوکر اپنے قہر وسطوت سے گمراہوں کی جماعت کو منتشر کردیتے ہیں۔

(۶) وہ پھول چلا گیا اللہ تعالیٰ اس کلی، شگوفہ کو ہنستا مسکراتا باقی رکھے۔ اور نعیم الدین اپنی آب وتاب کے ساتھ ہمیشہ تروتازہ رہے۔

(۷) احمد رضاؔ اپنے پیارے کے سال رحلت میں کہتا ہے "محمد گل کا اپنے باغ جنت میں جا مہکنا"

[منظوم تاریخ وفات، ماخوذ از ماہنامہ نورالحبیب بصیرپور شریف پاکستان محرم الحرام ۱۴۲۵ھ صفحہ ۵۶]

مدرسہ امدادیہ سے متعلق چند اہم باتیں

مدرسہ امدادیہ جو اہل سنت وجماعت کا مشہور ادارہ تھا اس وقت دیوبندی فرقے کی تحویل میں ہے۔ حالاں کہ اس مدرسہ کی بنیاد، تعمیر، تعلیم سب کچھ اہل سنت وجماعت کے مخیر حضرات اور علمائے نام دار کے ہاتھوں سے وجود میں آیا ہے۔ صدر الافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین مرادآبادی صاحب تفسیر خزائن العرفان وبانی جامعہ نعیمیہ مرادآباد قدس سرہ جیسے قابل ولائق مشہور زمانہ ومحبوب زمانہ، علمائے ربانیین نے اس مدرسے سے اکتساب علم واکتساب فیض کیا ہے۔

شیخ الکل تاحیات اس ادارے سے دیابنہ وغیرہ فرقوں کے خلاف محاذ آرار ہے اور اس ادارے سے معمولات اہل سنت کے مخالفین ومنکرین کو زبان وقلم کے ذریعے دنداں شکن جواب دیتے رہے۔ مگر افسوس کہ اہل سنت کا یہ ادارہ اغیار کے قبضے میں چلا گیا اور ہم کچھ نہ کرسکے۔

شیخ الکل نے وصال سے قبل اس ادارے کو اپنے چہیتے خلیفہ وشاگرد صدر الافاضل علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمۃ کی تحویل میں دینا چاہا مگر صدر الافاضل کا خلوص آڑے آگیا جس کی مختصر روداد کچھ یوں ہے۔ ملاحظہ کریں:

آخری ایام میں صدرالافاضل خاص طور پر شیخ الکل کی خدمت میں رہتے تھے۔ شیخ الکل کے علاج وغیرہ کے تمام تر معاملات صدر الافاضل ہی دیکھتے تھے۔ شیخ الکل نے آپ کی اس محنت وخلوص اور بے لوث خدمت کو دیکھ کر مدرسہ کی تمام تر ذمہ داریاں آپ کو دینے کا فیصلہ کیا اور مدرسہ کی چابیاں آپ کو سونپی۔ مگر آپ نے یہ کہہ کر کہ:

"اللہ تعالیٰ حضور کو جلد اچھا کرے، ابھی اس کی کیا جلدی ہے پھر ہو جائے گا"

چابیاں شیخ الکل کے پاس ہی رہنے دیں۔ البتہ جس دن شیخ الکل کا وصال ہونے والا تھا اس شام کو شدت اصرار شیخ الکل نے چابیاں آپ کو سونپ دی۔ اور نہ چاہتے ہوئے بھی آپ کو چابیاں

لینی پڑیں۔ البتہ جب رات گئے شیخ الکل سے اجازت لے کر گھر جانے لگے تو خاموشی سے وہ چابیاں شیخ الکل کے تکیہ کے نیچے رکھ آئے۔ جسے آپ کے وصال کے بعد دیو بندیوں نے اٹھالیا اور پھر مدرسہ پر قابض ہوگئے۔ (جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔)

آپ سے بعد میں احباب نے پوچھا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ مدرسہ کی چابی آپ کو مل گئی تھی سب کچھ آپ کے ہاتھ میں آگیا تھا تو پھر آپ نے چابی واپس کیوں رکھ دی؟ تو آپ نے بڑا تاریخی جواب عنایت فرمایا تھا:

"اس وجہ سے میں نے چابی نہیں لی کہ لوگ سوچیں گے کہ مولوی نعیم الدین نے استاد کی خدمت اسی جائداد (مدرسہ) کے لیے کی تھی۔"

یہ صدر الافاضل کا خلوص تھا۔ ورنہ عموماً تو لوگ ماں باپ استاد وغیرہ کی بڑھاپے میں خدمت اسی غرض سے کرتے ہیں کہ کچھ جائداد سے حصہ مل جائے گا۔

[یہ واقعہ بحر العلوم مفتی عبد المنان اعظمی علیہ الرحمۃ نے مجاہد ملت علیہ الرحمۃ کے حوالہ سے اطیب البیان کے مقدمہ، صفحہ ۱۵۹: پر تحریر فرمایا ہے۔ تفصیلاً وہیں ملاحظہ کریں۔]

مدرسہ امدادیہ پر کس طرح دیوبندیوں نے قبضہ کیا اس کی قدرے تفصیل پیش ہے ملاحظہ کریں:

آپ کے وصال پرملال کے بعد دیوبندی فرقے کے لوگوں نے مدرسہ امدادیہ کو شاہی مسجد کے مدرسے کے ساتھ، جو اسی مدرسہ سے متصل تھا اور دیوبندی مکتبہ فکر کی ترجمانی میں مصروف اور سنیت کی تردید و مخالفت میں ہمہ وقت کوشاں تھا، ملحق کرنے کی کوششیں شروع کردیں۔ عوام و خواص میں جابجا دونوں مدرسوں کے الحاق کی باتیں طول پکڑنے لگیں۔ اخبارات میں دونوں مدرسوں کے الحاق ہونے نہ ہونے سے متعلق مشورے دیے جانے لگے۔ مرادآباد کے اخبار نیر اعظم نے جو دیوبندی مسلک کا ترجمان تھا دونوں مدرسوں کے الحاق سے متعلق خبر شائع کی، اور دونوں کو ایک کردینے کا مشورہ دیا۔

تو اس کے رد عمل میں سید عابد علی ایڈیٹر مخبر عالم مرادآباد نے جو حضور صدر الافاضل کے قریبی احباب میں سے تھے، اپنے اخبار میں ایک تردیدی خبر شائع کی، جس میں انہوں نے دونوں مدرسہ

ایک کردینے کو غلط قرار دیتے ہوئے اس کی وجوہات پر تفصیل بیان کی۔ نیز مدرسہ امدادیہ جو کہ اہل سنت وجماعت کا مدرسہ تھا، صدرالافاضل نے جہاں تعلیم حاصل کی تھی، جہاں سے کھل کر رد وہابیت ودیوبندیت ہوا کرتا تھا، اس کو صدرالافاضل کی تحویل میں دینے کی بابت اپنی اور عوام کی رائے پیش کی۔ ہم یہاں اخبار مخبر عالم کی خبر بعینہٖ نقل کر رہے ہیں ملاحظہ کریں:

مدرسہ امدادیہ مرادآباد

"ڈپٹی امداد العلی صاحب اکبرآبادی نے بزمانہ تعینانی اس عربیہ مدرسہ کی بنیاد ڈال کر اس کو ایک موزوں مقام پر قائم کیا تھا۔ اور اپنے قیام مرادآباد تک خود اس کے نگراں وسرپرست رہے۔ اس کے بعد مولوی محمد گل صاحب کابلی کو اہتمام سپرد کرکے آگرہ چلے گئے۔ اور یہ مدرسہ جو عام چندہ وامداد سے قائم کیا گیا تھا، وقف کر دیا گیا۔ ڈپٹی صاحب موصوف کے زمانہ حیات میں یہ مسئلہ عرصہ تک زیرغور رہا، کہ مدرسہ شاہی مسجد اور امدادیہ کا الحاق ہوجائے۔ چناں چہ مدرسہ شاہی مسجد کے اور مدرسہ امدادیہ کے درمیان دروازے بھی کھولے گئے۔ لیکن جب کہ اختلاف عقائد مذہب دور نہ ہوا، تو پھر بند کر دیے گئے۔ اور ہمیشہ کو پھر مدرسہ بند کر دیا گیا۔

یہ امر عام طور پر مشہور ہے کہ مدرسہ شاہی مسجد قاسم العلوم علمائے دیوبند کے طریقہ کی تعلیم کا ہے اور مدرسہ امدادیہ کے عقائد دوسرے ہیں۔ چناں چہ عام سنی المذہب مقلدین مدرسہ امدادیہ میں تعلیم پاتے ہیں۔ چناں چہ مولوی محمد گل صاحب مرحوم کی متعدد تصانیف اس امر کے اظہار کے لیے کافی ہیں۔ اب کہ ہفتہ گذشتہ مولوی محمد گل صاحب کا انتقال ہوگیا، اور آپ کا کوئی قائم مقام وجانشین ہنوز تجویز نہیں ہوا، یہ کوشش ہو رہی ہے کہ یہ دونوں مدرسے ایک کر دیے جائیں۔

چناں چہ ہم عصر نیر اعظم نے بھی اپنی لوکل میں ایسی ہی آرزو کی ہے۔ لیکن یہ خواہش بالکل بے جا اور غلط ہے۔ یہ دونوں مدرسے اپنے اپنے جداگانہ عقائد کی تعلیم دیتے ہیں، پھر کس طرح ایک ہوسکتے ہیں۔ نہ اصل بانی مدرسہ نے ایسا کیا جانا منظور کیا نہ اس کے جانشین نے یہ امر گوارا کیا۔

ہاں یہ ممکن ہے کہ مدرسہ اہل سنت والجماعت جو کرایہ کے مکانوں میں قائم ہے، اور جس میں بہت سے طلبا مدرسہ شاہی مسجد اپنا نام خارج کرا کر داخل ہوگئے ہیں، امدادیہ مدرسہ میں ملحق

کردیا جائے۔ کیوں کہ اس مدرسہ اور امدادیہ مدرسہ کے طریقہ تعلیم وعقائد ایک ہیں اور مولوی حافظ محمد نعیم الدین صاحب جس طرح کہ مولوی محمد گل صاحب مرحوم جانشین مدرسہ امدادیہ کے سامنے مدرسہ امدادیہ میں تعلیم دیتے تھے، اور کل انتظام کرتے تھے، اسی طرح وہ مدرسہ اہل سنت والجماعت کے نگراں ومہتمم ہیں۔ اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مولوی حافظ محمد نعیم الدین صاحب مدرسہ امدادیہ کے مہتمم قرار دیے جائیں۔ اور پھر یہ دونوں مدرسے ایک کردیے جائیں۔ اور شاہی مسجد والا مدرسہ قاسم العلوم جس طرح جداگانہ قائم ہے وہ اپنے طریقہ پر قائم رہے۔

چوں کہ شہر میں عام سنی الجماعت گروہ ہے اوران کی یہی دلی خواہش معلوم ہوتی ہے۔ اس لیے ہمیں امید ہے کہ اس طرف جلد توجہ کی جائے گی۔"

[اخبار مخبر عالم مرادآباد مطبوعہ ۲۳مارچ ۱۹۱۲ء نمبر ۱۲، جلد ۱۰، ص ۳]

مذکورہ خبر سے اس بات کا اندازہ لگانا کوئی مشکل امر نہیں کہ سنی حضرات اور دیوبندی مکتبہ فکر کے مابین اس معاملہ میں کافی کچھ چھیڑ چھاڑ رہی ہوگی۔ لیکن اس کے باوجود کہ شہر میں اکثریت سنیوں کی تھی، افسوس کہ سنی حضرات دیوبندیوں کو اس عظیم سنی ادارے پر قابض ہونے سے روک نہ سکے۔ اور شیخ الکل علامہ گل خاں کے خون جگر سے سینچا ہوا مدرسہ جس سے ہمیشہ عقائد حقہ کی اشاعت ہوتی رہی آخر کار دیوبندیوں کے زیردست آگیا۔ آج جب کہ مدرسہ امدادیہ دیوبندی مکتبہ فکر کے علما کی تحویل میں ہے ان سے شیخ الکل کی مدرسہ کے لیے کی گئیں کوششیں، محنتیں اور مدرسہ کی ترقی وشہرت میں نمایاں کردار ادا کرنے پر داد وتحسین وصول کرنا اوران سے اس بات کی توقع رکھنا کہ وہ اعترافِ حق کر کے شیخ الکل کو خراج شکر پیش کریں، بے جا ہے۔

لیکن حیرت بالائے حیرت اسے مدرسہ امدادیہ پر قابض دیوبندی علما کا سہو کہا جائے یا، الفضل ماشهدت به الاعداء کی جلوہ نمائی کہ شیخ الکل کے وصال کے ۶۸ سال بعد ۱۹۸۰ء کی روداد مدرسہ عربیہ امدادیہ میں مدرسہ کے لیے آپ کی خدمات اور مدرسہ کی شہرت وپزیرائی میں آپ کا نمایاں کردار اور آپ کے حسن کارکردگی ودیانت داری وقابلیت کو درج ذیل الفاظ میں سراہا گیا۔ ملاحظہ کریں:

"مدرسہ کے ابتدائے قیام سے مولانا محمد گل خاں صاحب کابلی (شاگرد خاص مولانا فضل حق خیرآبادی اور مولانا فضل الرحمن گنج مرادآبادی رحمتہ اللہ علیہما) مدرسہ کے تعلیمی وداخلی امور کے ذمہ

دار تھے۔ مدرسہ امدادیہ کو جلد از جلد ترقی دینے میں موصوف کی شہرت، قابلیت، مساعی جمیلہ، خلوص وللّٰہیت کا بڑا حصہ رہا۔ ان کی حسنِ کارکردگی اور دیانت داری کی وجہ سے ڈپٹی صاحب نے ان کو مکمل طور سے مدرسہ کے سیاہ وسفید کا مالک بنا دیا تھا۔ مولانا موصوف کے دور میں اگرچہ مجلس انتظامیہ موجود تھی لیکن عملاً سارے اختیارات مولانا موصوف کو حاصل تھے۔"

[روئیداد مدرسہ عربیہ امدادیہ ۱۹۸۰ء]

ہم شیخ الکل کا تذکرہ حضور شاہجی میاں کے اس جملہ پر مکمل کرتے ہیں ،جوآپ نے صدرالافاضل سے فرمایا تھا۔ شاہجی میاں رحمۃ اللہ نے فرمایا تھا:

"میاں مرادآباد میں مولانا محمد گل صاحب بڑی اچھی صورت ہیں۔ میں مرادآباد جاتا ہوں تو ان کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں"

شیخ الکل کی حیات وخدمات کا یہ مختصر سا خاکہ جو راقم الحروف نے پیش کیا ہے اس سے یہ اندازہ لگا پانا کوئی مشکل امر نہیں ہے کہ شیخ الکل کی ذات گرامی میں اللہ تعالیٰ نے گوناگوں خوبیاں، ودیعت فرمائی تھیں اور آپ کو بہت سے کمالات وفضائل سے نوازا تھا۔ اللہ پاک مجھ سمیت تمام اہل سنت کو شیخ الکل کے فیوض وبرکات سے مستفیض فرمائے۔ آمین۔

شیخ الکل کے تعارفی خاکہ کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ زیر نظر مجموعہ میں موجود رسائل کی تفصیل پیش کردی جائے۔ احباب ملاحظہ کریں:

رسائل شیخ الکل کا تعارف

اس مجموعے میں ایک عربی اور پانچ اردو زبان میں شیخ الکل کی چھ (۶) کتابیں جمع کی گئی ہیں۔

یہاں سب کتابوں کا تعارف پیش ہے: ملاحظہ فرمائیں:

ذخیرۃ العقبیٰ فی استحباب میلاد مصطفیٰ:۔

تقریباً دو صدی سے کچھ گمراہ و گمراہ کن فرقے اسی ادھیڑبن میں لگے ہیں کہ کسی طرح امت محمدیہ کو منتشر کر کے، انہیں فرقہ در فرقہ تقسیم کر کے، ان کے سینوں سے محبت رسول نکال کر اسلام کا وجود مٹا دیا جائے۔ اسی لیے آئے دن وہ مسلمانوں کے معمولات و مراسم کو نشانہ بنا کر ان معمولات کو کفریہ و شرکیہ اور ان کے عاملین و مرتکبین کو بدعتی، کافر و مشرک گرداننے میں تلے ہوئے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ اہل سنت کے وہ تمام معمولات جن کی وجہ سے مسلمان بارگاہ رسالت سے وابستہ ہیں، انہیں ان معمولات سے دور کر کے انہیں روحانیت سے معرا کر دیا جائے۔ تاکہ ان کے دل میں بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جو عظمت و وقعت اور عقیدت و محبت ہے وہ ختم ہو جائے۔ اور اس طرح وہ دین اسلام سے دور ہو جائیں۔

بدمذہبوں نے مسلمانوں کے جن مستحسن و باعث برکات و خیرات، مراسم و معمولات کے خلاف دسیسہ کاری و ریشہ دوانی و فتنہ انگیزی کی ہے، ان میں سر فہرست نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت طیبہ کی خوشی میں مسلمانوں کا مجلس میلاد منعقد کرنا ہے۔

حالاں کہ وہ بھی بخوبی جانتے ہیں کہ:

وجہ تخلیق کون و مکاں، مختار دو جہاں، سیاح لامکاں، فخر انس و جاں، نبی آخر الزماں محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وجود مسعود پوری کائنات و مخلوقات کے لیے باعث رحمت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں سے بڑھ کر اگر کوئی نعمت ہے تو وہ آقا کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وجود مسعود ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر نہایت ہی عظیم احسان فرمایا ہے کہ اپنے محبوب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہمارے درمیان مبعوث فرمایا، اور ان کی ذات بابرکات سے وابستگی کا شرف عطا فرمایا۔ یہ

حق ہے کہ اگر آپ کا وجود مسعود نہ ہوتا تو کائنات کی کوئی بھی شی معرض وجود میں نہ آتی۔ جس کا صاف وصریح مطلب یہ ہے کہ ہمارا وجود ذات مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا رہین منت ہے۔ اور اس پر حدیث قدسی "لولاك لما خلقت الافلاك" اور "إن آدم وجميع المخلوقات خلقوا لأجل محمد" اور " قال الله تعالىٰ وعزتي وجلالي لولا محمد ما خلقت عرشًا ولا كرسيًا ولا سماءً ولا أرضًا ولا جنة ولا نارًا ولا ليلاً ولا نهارًا. وما خلقت جميع الأشياء إلا لكرامًا للذي سميته محمدًا۔ "شاہد وعادل ہے۔

اور اسی طرف اشارہ کیا ہے امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قدس سرہ نے

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو

جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

اب جس کے دم قدم سے ہمارا وجود باقی ہے، جس کے قدوم میمنت لزوم نے کائنات کو بہاریں بخشی ہیں، جس کے وجود مسعود کی برکتوں سے جملہ مخلوق مستنیر و مستفیض ہے۔ جس کی ذات گرامی بارگاہ الٰہی تک پہنچنے کے لیے ہمارے حق میں وسیلہ ہے، جو ہمارے لیے مورث رحمت الٰہی ہے۔ یوں کہیں جس کی ذات ہمارے حق میں سراپا رحمت، باعث برکت، ذریعہ مغفرت سبب دخول جنت ہے تو کیا ہمارا حق نہیں کہ ہم

اللہ تعالیٰ کے فرمان عالی شان

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ

(اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو)

پر لبیک کہتے ہوئے

ذات مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خوب خوب چرچا کریں

اور منکرین کو بتائیں کہ

رہے گا یوں ہی ان کا چرچا رہے گا

پڑے خاک ہو جائیں جل جانے والے

کیا ہم پر لازم نہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وجود مسعود پر

اللہ تعالیٰ کے حکم عالی شان

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْاؕ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ

(تم فرماؤ اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت اور اسی پر چاہیے کہ خوشی کریں وہ ان کے سب دھن دولت سے بہتر ہے۔)

کی تعمیل میں خوشی اظہار کریں۔

بلاشبہ ہمارا یہ حق ہے بلکہ ہم پر لازم ہے کہ ہم ذات مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر خوشی کا اظہار کریں اور ان کی ذات گرامی کا خوب خوب چرچا کریں۔

اب کوئی ہمارے اس حق کو جو ہمیں قرآن کریم سے ملا ہے، چھیننا چاہے یا اس حق کو ناحق کے زمرے میں رکھ کر ہمیں بدعتی و مشرکی قرار دے، تو بھلا ہمارا اس سے کیا تعلق ہو سکتا ہے۔ ایسے لوگ کیا مسلمان کہلائے جانے کے مستحق ہیں۔ ہر گز نہیں !!!

زیر نظر مجموعہ میں موجود کتاب

"ذخیرۃ العقبیٰ فی استحباب مجلس میلاد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم"

جماعت اہل سنت کے اسی مبارک معمول و رسم منیر یعنی "میلاد شریف" سے متعلق ہے۔

شیخ الکل یہ کتاب بھی نہایت ہی عمدہ و معرکۃ الآرا کتاب ہے۔ اس میں آپ نے مجلس میلاد شریف، کے حوالے سے اکتالیس (۴۱) اہم سوالات واعتراضات کے مدلل و مفصل علمی و تحقیقی جوابات تحریر فرمائے ہیں۔

کتاب کی پہلی اشاعت مطبع گلزار احمدی مراد آباد سے ۱۸۹۳ء۔۱۳۱۰ھ، میں ہوئی۔

سرورق پر یہ عبارت مسطور ہے:

از تالیفات التحریر الفہامۃ البحر العلامہ حضرت مولانا مولوی محمد گل خاں صاحب مدرس اول مدرسہ امدادیہ دام فیوضہم۔

بہ تصحیح تام مولانا مولوی عبد المجید صاحب مراد آبادی صانہ اللہ عن شر کل عینی۔ وباہتمام احقر العباد راجی الی اللہ الغنی محمد ابراہیم شاہجہاں پوری در مطبع گلزار احمدی مراد آباد زیور طبع پوشید۔

کتاب کی دوسری اشاعت مطبع ریاض الہند آگرہ سے بھی ہوئی۔ سرورق کی عبارت ملاحظہ ہو:

"از تالیفات التحریر الفہامۃ البحر العلامہ حضرت مولانا مولوی محمد گل خاں صاحب مدرس اول مدرسہ امدادیہ دام فیوضہم۔

بہ تصحیح واہتمام مولانا مولوی ولایت علی صاحب اکبر آبادی صانہ اللہ عن شر کل عینی۔

بہ اجازت افضل والفضلا واکمل الکملا جناب مؤلف موصوف دام برکاتہم،

در مطبع ریاض الہند آگرہ باہتمام محمد عنایت خاں زیور طبع پوشید۔

اس کتاب کی مقبولیت کا اندازہ اس سے بخوبی ہوسکتا ہے کہ کتاب کی پہلی اشاعت میں ۱۰۰۰، کتابیں چھپیں جب کہ دوسری اشاعت میں ۱۵۰۰ر کتابوں کی طباعت ہوئی۔

اس کی مقبولیت کا اندازہ اس سے بھی بخوبی ہوگا کہ اہل سنت وجماعت کی نمائندگی میں اس وقت ایک مقبول ومشہور رسالہ "ماہنامہ تحفہ حنفیہ" پٹنہ سے شائع ہوتا تھا (فقیر نے اس رسالہ کا تعارف واشاریہ مرتب کر کے شائع کرادیا ہے الحمدللہ۔) اس مبارک رسالے میں بھی اس کتاب کے چند مضامین شائع ہوئے ہیں۔ فقیر نشاندہی کر دیتا ہے۔

ماہنامہ تحفہ حنفیہ جلدا، پرچہ ۹، محرم الحرام ۱۳۱۶ھ۔ ص ۲۱ تا ۲۳، اور ۴۰ تا ۴۳۔

آپ کا مضمون دو قسطوں میں منتظم تحفہ کو موصول ہوا۔ آپ نے آخر میں اپنا نام اس طرح لکھا ہے:

محمد گل حنفی مدرس مدرسہ امدادیہ مرادآباد

مدیر تحفہ نے نام کے آگے پیچھے "حامی سنت مولانا مولوی اور صاحب خود سے شامل کیا ہے۔ مزید حاشیہ میں تحریر فرمایا ہے:

"اللہ پاک مولانا ممدوح کو صحت کاملہ عطا فرمائے۔ آپ کی تحریرات لطیفہ مفیدہ اہل سنت کا تحفہ بہت مشتاق ہے۔ (مدیر تحفہ) [ماہنامہ تحفہ حنفیہ: محرم الحرام ۱۳۱۶ھ۔ ص ۲۳]

نیز اس مضمون سے متعلق مولانا عبدالوحید صدیقی فردوسی منتظم تحفہ، کا تاثر بھی ملاحظہ کریں:

"ناظرین! یہ تحریر گو دیر سے پہنچی تاہم عمدہ اور مفید ہونے کی وجہ سے درج کی گئی۔ (منتظم تحفہ۔ مرجع سابق: ص ۴۰)

ماہنامہ السواد الاعظم میں اس کتاب کی تین قسطیں شائع ہوئیں۔

پہلی قسط ذوالحجہ ۱۳۳۹ھ۔ ص ۹ تا ۱۶۔

دوسری قسط ۱۳۴۰ھ میں محرم وصفر کے مجموعہ پرچہ میں شائع ہوئی۔یہ قسط سولہ ص ۳۳ تا ۴۸۔ صفحات پر مشتمل ہے۔

ماہنامہ السواد الاعظم کے شمارہ بابت جمادی الاخریٰ میں تیسری قسط دو صفحات پر شائع ہوئی ۔لیکن یہ قسط کتاب کے ابتدائی مضمون پر یہ مشتمل تھی۔

فہرست مشمولات میں آپ کا اسم گرامی اس طرح لکھا ہے:

"ذخیرۃ العقبیٰ: حضرت مولانا محمد گل خان صاحب علیہ الرحمۃ۔"

مفتی محمد عمر نعیمی مہتمم جامعہ نعیمیہ مرادآباد کے زیر اہتمام مطبع نعیمی مرادآباد سے بھی اس کتاب کی اشاعت ہوئی۔

نیز ایک لمبے عرصے کے بعد ۲۰۱۸ء میں رسول اعظم اکیڈمی کان پور سے اس کتاب کو شائع کیا گیا ہے۔

اور اب فقیر کے ذریعہ اس مجموعہ میں کتاب کو شامل اشاعت کیا گیا ہے۔

فقیر نے اس کتاب کو از خود کمپوز کیا، اس کی قدیم اشاعتوں سے تقابل کیا، کتاب چوں کہ قدیم اردو قالب میں ڈھلی ہوئی تھی اس لیے فقیر نے حد بھر کوشش کی اور مستعمل اردو سے باعتبار الفاظ و مفہوم، اصل عبارت کو باقی رکھتے ہوئے قدرے رد و بدل کے ساتھ اور کہیں کہیں پر بریکٹ میں الفاظ اضافہ کر کے، تسہیل کا کام سرانجام دیا۔

عربی و فارسی عبارات کے ترجمے کیے۔قرآنی آیات کے ترجمے امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قدس سرہ کے ترجمہ قرآن کنز الایمان سے نقل کیے۔احادیث وآثار وغیرہ کی تخریج کی۔اور حوالہ جات میں پیش کی گئیں عبارات کو قدیم وجدید کتابوں سے تقابل کیا۔

خلاصہ یہ کہ کتاب کو خوب سے خوب تر بنانے کی حد بھر کوشش کی ہے۔امید ہے قارئین کو پسند آئے گی۔ قارئین کے لیے یہ کتاب کسی نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں ہے۔پڑھیں اور محظوظ ہوں اور میلاد مصطفیٰ کی برکتوں سے مستفیض ہوں۔

دعاے برکت بر طعام ضیافت:

اہل سنت وجماعت کے بہت سے معمولات ہیں جو مقتضاے شریعت کے مطابق اور قواعد و قوانین شریعت کے موافق ہیں انہیں میں سے ایک معمول کھانے وغیرہ پر فاتحہ خوانی بھی ہے۔ اہل سنت وجماعت کے نزدیک یہ معمول جائز ہی نہیں بلکہ مستحسن وباعث ثواب ہے، اس میں کسی طرح کی کوئی شرعی خامی اور خلاف شرع کوئی امر نہیں ہے۔ لیکن علماے دیوبند، اہل سنت کے تمام معمولات کے ساتھ اسے بھی بدعت و موجب شرک ٹھہراتے ہیں۔ اور اپنی کتابوں میں غیر مدلل وغیر معقول انداز میں رد لکھتے رہتے ہیں۔

علماے اہل سنت وجماعت کی طرف سے بھی اس موضوع پر سیکڑوں مدلل بدلائل منقولہ، مفصل بتفاصیل معقولہ کتابیں لکھی گئی جن میں سے امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قدس سرہ کی کتاب "الحجۃ الفائحہ لطیب التعیین والفاتحۃ" اور علامہ عبد السمیع بیدل رامپوری ثم سہارنپوری، کی کتاب "انوار ساطعہ در بیان مولود وفاتحہ" اور شیخ الکل کی کتاب مستطاب "دعاے برکت بر طعام ضیافت، المعروف، دعاے اموات بوقت جمعرات" کو خوب پذیرائی حاصل ہوئی۔ اور الحمد للہ منکرین فاتحہ آج تک ان کتابوں کا کوئی معقول جواب دینے سے عاجز و قاصر ہیں۔

شیخ الکل کی کتاب "دعاے برکت بر طعام ضیافت" کی پہلی طباعت ۱۸۹۸ء میں مطبع گلزار ابراہیم مرادآباد، سے ہوئی۔

سرورق پر یہ عبارت مسطور ہے:

از تالیفات التحریر الفہامۃ البحر العلامہ حضرت مولانا مولوی محمد گل خاں صاحب مدرس اول مدرسہ امدادیہ دام فیوضہم۔

باہتمام کارپردازان وبحسن سعی بعض دوستان وحسب فرمائش شیخ سراج الدین تاجر کتب ومعین دکان مطبع گلزار ابراہیم مرادآباد۔ در مطبع گلزار ابراہیم مرادآباد طبع شد"

دوسری بار ۱۹۰۲ء میں یہ کتاب "مطبع شمس المطابع مرادآباد" سے چھپی۔

تیسرا ایڈیشن ۱۹۲۰ء میں صدر الافاضل کے قائم کردہ مطبع "اہل سنت برقی پریس مرادآباد" سے

شہزادگان حضور صدرالافاضل، صدر العلما حضرت علامہ سید ظفرالدین نعیمی اور رہنمائے ملت حضرت علامہ سید محمد اختصاص الدین نعیمی علیہما الرحمۃ کے اہتمام شائع ہوا۔

اس کتاب کا پہلا ایڈیشن جب منظر عام پر آیا تو منکرین فاتحہ کے حواس باختہ ہوگئے، چاروں طرف کھلبلی مچ گئی ان کے بدعتی محل کی بنیادیں ہل گئیں۔ کتاب لاجواب کا جواب لکھنے کی کسی مولوی میں توہمت نہ ہوئی البتہ محلہ کسرول مرادآباد کے ایک منشی جی، جن کا نام منشی شمس الدین تھا، جو شیخ الکل کے تلامذہ کے سامنے بیٹھنے اور بات کرنے کی طاقت وصلاحیت نہیں رکھتے تھے، جنہیں شیخ الکل کی بارگاہ سے برسوں شرف تلمذ حاصل کرنے کی ضرورت تھی، وہ اپنی جماعت کا بھرم رکھنے کی نیت سے شیخ الکل کے مقابلے میں آگئے۔ اور اپنے زعم خام میں شیخ الکل کے جواب میں چند ورقی کتاب "اتباع السنۃ خیر للامۃ افاضۃ الخیرات فی کل احیان واوقات" لکھ ڈالی۔

کتاب میں لایعنی باتوں، بے محل عبارتوں اور غیر معقول جوابات کے سوا کچھ نہیں تھا۔ مزید یہ کہ کتاب میں شیخ الکل کے علمی و تحقیقی دلائل کے جواب دینے کے بجائے آپ کی ذات باوقار پر تہمت والزام تراشی سے کام لیا گیا تھا۔

ظاہر ہے اس کا جواب دینے کی آپ کو قطعاً ضرورت نہیں تھی اس لیے آپ نے اس طرف توجہ بھی نہیں فرمائی البتہ آپ کے فیض یافتہ، اور آپ کے مخلص وہمدرد، میاں ملا محمد اشرف شاذلی صاحب نے جواب الجواب کی شکل میں اس کتاب کا بہترین اور علمی رد بنام "ابلاغ المرید ضرب شدید المعروف بہ حجج قاطعہ باثبات فاتحہ" تحریر فرمایا جو مطبع گلزار ابراہیم مرادآباد سے شائع ہوا۔ اور جس نے منشی جی کے دانت کھٹے کردیے۔ اپنی خفت مٹانے کو منشی جی نے جواب میں ایک کتاب کلمۃ التقوی کے نام سے لکھی جس کا حال پہلی کتاب سے بھی برا تھا۔ خیر دونوں کتابوں کے جواب میں شیخ الکل کے منظور نظر و محبوب نظر، آپ کے چہیتے خلیفہ وشاگرد حضور صدر الافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمۃ نے نہایت ہی عمدہ و مفصل، دلائل شرعیہ سے مدلل، براہین معقولہ سے مبرہن، جوابات معقولہ سے مزین، کتاب تحریر فرمائی، جو ۱۳۲۰ھ، ۱۹۰۲ء میں "فیضان رحمت بعد از دعائے برکت" کے نام سے مطبع محمود المطابع مرادآباد سے شائع ہوئی۔

اس کتاب کی اشاعت سے منکرین فاتحہ کے سارے کس بل ڈھیلے پڑ گئے۔ اور مجوزین فاتحہ وعاملین فاتحہ کے حوصلے بلند ہو گئے۔

حسن اتفاق کہ یہ کتاب صدر الافاضل کی پہلی تصنیف ہے۔ اس ایڈیشن کے بعد سو سال تک اس کتاب کی طباعت نہیں ہوئی۔ لیکن ایک سو آٹھ سال بعد یعنی ۲۰۱۰ء میں فقیر کے حاشیہ وتخریج وتقدیم کے ساتھ یہ کتاب منظر عام پر آئی۔ دوسرا ایڈیشن ۲۰۱۳ء میں شائع ہوا۔ اور تیسرا ایڈیشن ۲۰۲۰ء میں منظر عام پر آچکا ہے۔ مزید امید ہے کتاب جلد ہی ان شاء اللہ شائع کی جائے گی۔

مناسب ہوگا کہ یہاں فیضان رحمت کا ایک اقتباس پیش کر دیا جائے جس سے کتاب "اتباع سنت، وکلمۃ التقوی" کی حیثیت واقعی کا بخوبی اندازہ ہو جائے۔ حضور صدر الافاضل رقم طراز ہیں:

"بعد حمد وصلوٰۃ فقیر مسکین ہیچمدان نعیم الدین ابن مولانا محمد معین الدین صاحب المرادآبادی بخدمت جمیع برادران دینی عرض پرداز ہے کہ اس زمانہ پر نفاق وشقاق وعناد وفساد میں کہ مثبتین حق کو بعوض قرآن اور حدیث اور اقوالِ فقہا مفتی بہا کے بجز سخت گفتاری اور کوئی جواب نہیں ملتا ہے اور منکرین حق کی سخت کلامی اور توہین کے الفاظ اتباعِ سنّت سمجھے جاتے ہیں۔

چناں چہ اس خاکسار کی نظر سے ایک رسالہ خلافِ سنّت مسمّٰی باتباعِ سنت گذرا کہ مصنف و مخترع نے اپنے زعم باطل میں بجواب لاجواب کتاب دُعائے برکت کہ مدلل بقرآن شریف واحادیث صحیحہ تالیف شدہ جناب فیض مآب استاذی قاطع بدعت محی سنت حضرت مخدومی عین العلماء، راس الفضلاء مولوی محمد گل خاں صاحب حاجی حرمین شریفین دام فیوضہم ہے لکھا تھا کہ اس کا نام میرے نزدیک محض افترا واختراع نامہ ہوتا تو بہتر تھا، نہ اتباعِ سنت۔ اس لیے کہ اتباعِ سنت میں ایسے اُمور کو کیا دخل ہے۔ بعض برادران دینی نے مجھ سے یہ درخواست کی کہ اس کا جواب لکھو۔ اور اظہارِ حق کما ینبغی اور ابطالِ باطل کما حقہٗ کرو تو میں نے بھی یہ سوچا کہ:

وگر بینم کہ نابینا و چاہ ست اگر خاموش بنشینم گناہ ست۔

لہٰذا جانبِ مخالف کی اس کتاب کے جواب کی طرف متوجہ ہوا جمیع اختراعات آیتہائے قرآنیہ واحادیث نبویہ اور اقوال مفتی بہائے فقہا اور قواعد اصولین سے رد اور اپنی کتاب سے مسائل ثابت کیے اور میری کتاب دیکھنے سے حق ناحق بخوبی معلوم ہو گا۔ مشک آنست کہ خود ببوید نکہ عطار گوید۔

اور سخت کلامی سے اگر جانب مخالف اس دفعہ بھی باز نہ رہاتو آئندہ جواب ترکی بہ ترکی خوب دیاجائے گاچوں کہ یہ فیضان مجھ کودُعاے برکتِ بزرگان سے ہواہے، لہٰذا اس کا نام کہ دراصل مخزنِ روایات ہے "فیضانِ رحمت بعدازدُعاے برکت" رکھاگیا۔

اور نیز جانب مخالف کو یہ ضرور ہے کہ آئندہ جو کتاب لکھے ہر جگہ اپنے مدعا کے اختتام میں کتب معتبرہ کی سند دے اور ایک فہرست بقیہ کتب مستندہ جیسی میں نے تیار کی ہے ویسی وہ بھی تیار کرے تاکہ ان پڑھ بیچارے مسلمانوں کو نہ بہکاوے۔

اور جانب مخالف کی کتاب میں جو میں نے دیکھا تواُس میں یہ پایاکہ کچھ عربی الفاظ اور کچھ سخت کلامی ملابناکر اگرچہ اُن سے کچھ مطلب ثابت نہ ہومگر مقصوداُس سے یہ ہے کہ عوام بے چارے کچھ عربی الفاظ اور کچھ سخت کلامی دیکھ کر خصوصاً کہ جب اُن سخت کلامیوں کے بعد لکھاجائے کہ بتاؤبدعتی کون ہے؟ یہ خیال کریں کہ جواب تودیااورنہ ایسی سخت کلامی کیوں کی جاتی، مگر ہمارے سمجھنے کانہیں ہے، علماسمجھیں گے۔ اور در حقیقت وہ مضامین بے ربط وضبط علما کا مضحکہ ہیں اور جاہلوں کو پھانسنے کا جال، اور جانب مخالف پر میں نے یہ کوئی تہمت نہیں لگائی ہے بلکہ انہوں نے خود بھی یہ مضمون "کلمۃ التقوی" میں تحریر کیاہے کہ

"سابق میں ،ہم نے جو نسخہ اتباع السنۃ بردنسخہ دُعاے برکت مولفہ مولوی محمد گل خاں صاحب تحریر کیاتھااُس کے چھپنے کے بعد بہت لوگ شاکی ہوئے کہ تم نے جواب تولکھامگر ہمارے کام کا نہیں ہے (بہت صحیح لکھاہے) اور اس کا مطلب سمجھنا علما کا کام ہے۔ (اگر علما کا مضحکہ لکھتے تو مناسب تھا)" [فیضان رحمت بعدازدعاے برکت: ص۴۶ تا۴۸]

خلاصہ یہ کہ شیخ الکل کی کتاب "دعاے برکت برطعام ضیافت" نہایت ہی قیمتی اور علمی وتحقیقی کتاب ہے۔

کتاب میں فاتحہ مروجہ یعنی کھاناسامنے رکھ کرقرآن مجید کی چند سورتیں پڑھنا، ایصال ثواب اور دعاے مغفرت کرنا نیز جمعرات وغیرہ کسی دن کو مخصوص کرنا، اس حوالے سے چودہ(۱۴)اہم سوالات کے آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ ودلائل شرعیہ کی روشنی میں علمی وتحقیقی جوابات دیے گئے ہیں۔ امید ہے کہ یہ کتاب قارئین کے حق میں ایمان افزا، مفید اور موجب حظ ثابت ہوگی۔

براہین بینہ بر اثبات نذور معینہ:۔

نذر جسے عام بول چال میں منت کہا جاتا ہے، اس کی دو قسمیں ہیں ایک نذر شرعی یعنی غیر ضروری عبادت کو خود پر لازم کر لینا۔ اور یہ صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہے، کسی اور کے لیے اس نذر کو نہیں مان سکتے ہیں۔

دوسری نذر عرفی جسے عام طور پر نیاز وغیرہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یعنی خود پر کوئی جائز کام مقرر کر لینا، جیسے اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو میں فلاں ولی کے مزار شریف پر چادر پیش کروں گا، یا ان کی نیاز پیش کروں گا۔ یا غوث پاک کا توشہ کروں گا، فقہاے اہل سنت وجماعت کے نزدیک یہ نذر جائز ہے لیکن اس کا کرنا لازم وضروری نہیں ہے۔ ہاں دیوبندی وہابی اور دیگر فرقوں کے نزدیک یہ نذر عرفی بدعت وشرک بتائی جاتی ہے۔ انہوں نے اپنی کتابوں میں اسے شرک لکھا ہے۔ حالاں کہ یہ سراسر قواعد واصول شرعیہ کے خلاف ان کی اپنی نئی شریعت ہے جس کا اسلام وشریعت مصطفیٰ سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قدس سرہ نے اس تعلق سے بہت کچھ تحریر فرمایا ہے، ہم یہاں چند اقتباسات پیش کریں گے لیکن اس سے پہلے آپ نے جو اشعار اس حوالے سے رقم فرمائے ہیں مناسب لگتا ہے کہ وہ قائین کے نذر کر دیے جائیں۔

اولیا سے استعانت ہے روا | وہ وسائل ہیں ترے پیشِ خدا
معطی و مالک فقط اللہ ہے | واسطہ اپنا ولی اللہ ہے
ہے توسّل کی طلب قرآن میں | وابتغوا آیا ہے اس کی شان میں
دیکھ تفسیر عزیزی پارہ عم | لکھتے ہیں یوں شاہ صاحب محترم
اولیا کرتے ہیں امدادِ بشر | جارحہ ہیں بہرِ امداد بشر
اہلِ حاجت ان سے حاجت مانگ کر | اپنی مشکل کرتے ہیں حل سر بسر
یہ بھی فرمایا کہ نذرِ اولیا | ہے تمام امت میں رائج بے خطا
ہے یہ مقصودِ شہ عبدالعزیز | نذر عرفی ہے، نہ شرعی اے عزیز

تحفہ جو لے جائیں شاہوں کے حضور
نذر کہتے ہیں اسے اہل شعور

فرقِ عُرف و شرع سے غافل نہ ہو
کہہ نہ مشرک اہلِ الا اللہ کو

اُمت احمد کو جو مشرک کہے
خود ہے وہ نزدیک شرک و کفر سے

اور سماع و علمِ موتی مطلقا
اہلِ سنت کا ہے اجماع اے فتیٰ

مردے مومن ہوں کہ کافر لاکلام
دیکھتے سُنتے سمجھتے ہیں مُدام

اس پہ ناطق ہے تواتر سے حدیث
ہے فنائے رُوح تو قولِ خبیث

وہ نہیں سُنتے تو کیوں اُن پر سلام
کیا شریعت چاہے پتھر سے کلام

عام کے یہ دھڑ نہیں سُنتے ضرور
ہیں یہی موتی یہی من فی القبور

یہ بھی جب حق چاہے سُنتے ہیں ندا
کیوں کہ انّ اللہ یسمع من یشاء

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت نے فتاوی کی شکل میں بھی ان کے ایمان سوز احکام کارد کیا ہے اور قرآن وحدیث آثار صحابہ واقوال فقہاو واقعات اولیا نیز خود ان بدمذہبوں کی مسلمہ شخصیات کی کتابوں سے نذر عرفی کو جائز ثابت کیا ہے۔اور بتایا ہے کہ اگر نذر عرفی شرک ہے تو تمہارے بڑے بڑے اس شرک کی زد میں آتے ہیں تو انہیں بھی مشرک لکھو اور کہو!اگر نہیں وہ تو تمہارے نزدیک اولیاے کاملین و مجددین میں سے ہیں۔انہیں کافرو مشرک کہنے کی ہمت کہاں سے لاؤ گے !!!

پورا فتوی پڑھے جانے کے لائق ہے لیکن ہم یہاں اختصار کے پیش نظر فائدہ عام کے لیے دو چند اقتباسات نقل کر رہے ہیں ملاحظہ کریں:

"غیر خدا کے لیے نذرِ فقہی کی ممانعت ہے،اولیاے کرام کے لیے ان کی حیات ظاہری خواہ باطنی میں جو نذر کہی جاتی ہیں یہ نذر فقہی نہیں،عام محاورہ ہے کہ اکابر کے حضور جو ہدیہ کریں اسے نذر کہتے ہیں،بادشاہ نے دربار کیا اسے نذریں گزریں،شاہ رفیع الدین صاحب برادرِ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رسالہ نذور میں لکھتے ہیں:

نذریکہ اینجا مستعمل می شود نہ بر معنی شرعی ست چہ عرف آنست کہ آنچہ پیش بزرگاں می برند نذر

ونیاز می گویند۔

یہاں نذر کا لفظ شرعی نذر کے معنی میں استعمال نہیں کیوں کہ عرف میں بزرگوں کو جو کچھ پیش کیا جاتا ہے اس کو نذر و نیاز کہتے ہیں۔

(مجموعہ رسائل تسعہ رسالہ نذور شاہ رفیع الدین مطبع احمدی دہلی ص ۲۱)

امام اجل سیدی عبد الغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں:

ومن هذا القبيل زيارة القبور والتبرك بضرائح الاولياء والصالحين والنذر لهم بتعليق ذٰلك على حصول شفاء او قدوم غائب فانه مجاز عن الصدقة على الخادمين بقبورهم كما قال الفقهاء فيمن دفع الزكاة لفقير وسماها قرضا صح لان العبرة بالمعنى لا باللفظ۔

یعنی اسی قبیل سے ہے زیارتِ قبور اور مزارات اولیا وصلحا سے برکت لینا اور بیمار کی شفا یا مسافر کے آنے پر اولیائے کرام کے لیے منت ماننا کہ وہ ان کے خادمانِ قبور تصدق سے مجاز ہے جیسے فقہا نے فرمایا ہے کہ فقیر کو زکوٰۃ دے اور قرض کا نام لے تو صحیح ہو جائے گی کہ اعتبار معنٰی کا ہے نہ کہ لفظ کا۔ (الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ الخلق الثامن والاربعون الخ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱۵۱/۲)

ظاہر ہے کہ یہ نذر فقہی ہوتی تو احیا کے لیے بھی نہ ہو سکتی حالاں کہ دونوں حالتوں میں یہ عرف و عمل قدیم سے اکابرین میں معمول و مقبول ہے۔............

یہ ہیں اولیا کی نذریں، اور یہیں سے ظاہر ہو گیا کہ نذر اولیا کو، ما اهلّ به لغير الله، میں داخل کرنا باطل ہے، ایسا ہوتا تو ائمہ دین کیوں کر اسے قبول فرماتے اور کھاتے کھلاتے بلکہ، ما اهلّ به لغير الله، وہ جانور ہے جو ذبح کے وقت تکبیر میں غیر خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا۔

اب امام الطائفہ اسمٰعیل دہلوی صاحب کے باپوں کے بھی اقوال لیجیے:

جناب شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی مولوی اسمٰعیل کے دادا اور دادا استاد اور پردادا پیر انفاس العارفین میں اپنے والد ماجد کے حال میں لکھتے ہیں:

حضرت ایشاں در قصبہ ڈاسنہ بزیارت مخدوم الہ دیا رفتہ بودند شب ہنگام بود دراں محل فرمودند مخدوم ضیافت ما می کنند و می گویند چیزے خوردہ روید توقف کردند تا آنکہ اثر مردم منقطع شد و ملال بریاراں غالب آمد آنگاہ زنے بیامد طبق برنج و شیرینی بر سر و گفت نذر کردہ بودم کہ اگر زوج من بیاید

ہماں ساعت ایں طعام پختہ نشیند گان در گاہ مخدوم الہ دیار سانم دریں وقت آمد ایفائے نذر کردم۔

حضرت ایشاں قصبہ ڈاسنہ میں حضرت مخدوم الہ دیا کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے، رات کا وقت تھا اس وقت فرمایا کہ حضرت مخدوم نے ہماری دعوت کی ہے اور فرمایا ہے کہ کھانا کھا کر جائیں۔ آپ نے دعوت کا انتظار فرمایا یہاں تک کہ رات گزر جانے کی وجہ سے لوگوں کی آمد و رفت بھی ختم ہو گئی، احباب ملول ہوئے، اچانک ایک عورت میٹھے طعام کا تھال لیے نمودار ہوئی اس نے کہا میں نے نذر مانی تھی کہ میرا خاوند جس وقت گھر واپس آئے گا میں اسی وقت طعام پکا کر مخدوم الہ دیا کی درگاہ میں قیام پذیر فقرا میں تقسیم کروں گی، میری خواہش تھی کہ خدا کرے اس وقت رات گئے درگاہ میں کوئی موجود ہو تا کہ طعام تناول کرے اور میری نذر پوری ہو۔

(انفاس العارفین (مترجم اردو) حضرت مخدوم الہ دیہ المعارف گنج بخش روڈ لاہور ص ۱۱۲)

اسی میں ہے:

حضرت ایشاں میفر مودند کہ فرہاد بیگ را مشکلے پیش افتاد نذر کردم کہ بارِ خدایا کہ اگر ایں مشکل بسر آید ایں قدر مبلغ بحضرت ایشاں ہدیہ دہم آں مشکل مندفع شد آں نذر از خاطر او برفت بعد چندے اسپ او بیمار شد و نزدیک ہلال رسید بر سبب ایں امر مشرف شدم بدست یکے از خادمان گفتہ فرستادم کہ ایں بیماری اسپ عدم وفائے نذر ست اگر اسپ خود رامیخواہی نذرے را کہ در فلاں محل التزام نمودہ بفرست وے نادم شد و آں نذر فرستاد ہماں ساعت اسپ او شفا یافت۔

حضرت ایشاں نے فرمایا کہ فرہاد بیگ کو ایک مشکل در پیش ہے، اس نے نذر مانی ہے کہ اے باری تعالیٰ اگر یہ مشکل سر ہو جائے تو میں مبلغ اتنے حضرت ایشاں کی خدمت میں ہدیہ دوں گا، وہ مشکل ختم ہو گئی اور اس کے ذہن سے وہ نذر نکل گئی، اس کے بعد اس کے چند گھوڑے بیمار ہو کر قریب المرگ ہو گئے، مجھے جب معلوم ہوا تو میں نے اس کو ایک خادم کے ہاتھ پیغام بھیجا کہ اگر گھوڑوں کی خیر چاہتے ہو تو فوراً نذر پوری کرو جو تم نے فلاں جگہ فلاں وقت مانی تھی نذر پوری نہ کرنے کی وجہ سے گھوڑے بیمار ہوئے ہیں، تو وہ بہت نادم ہوا، اور نذر خدمت میں ارسال کر دی تو گھوڑے فوراً تندرست ہو گئے۔

(انفاس العارفین (مترجم اردو) منکر سے بزور نذر وصول کی المعارف گنج بخش روڈ لاہور ص ۱۲۷ و ۱۲۸)

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تحفہ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں:

”حضرت امیر وذریہ طاہرہ او را تمام امت بر مثال پیراں و مرشداں می پرستند وامور تکوینیہ را بایشاں وابستہ می دانند وفاتحہ ودرود وصدقات ونذر بنام ایشاں رائج و معمول گردیدہ چنانچہ باجمیع اولیاء اللہ ہمیں معاملہ است فاتحہ ودرود ونذر وعرس ومجلس۔

حضرت امیر (علی کرم اللہ وجہہ) اور ان کی اولاد پاک کو تمام امت پیروں اور مرشدوں کی طرح سمجھتی ہے اور تکوینی امور فاتحہ، درود، صدقات اور نذر ونیاز ان کے نام سے رائج ہیں اور معمول بنا ہوا ہے، چنانچہ تمام اولیاے کرام سے یہی معاملہ ہے کہ ان کے نام پر نذر ونیاز، فاتحہ، درود، عرس اور مجالس منعقد کی جاتی ہیں۔“ (تحفہ اثنا عشریہ باب ہفتم در امامت سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۱۴)

فوائدِ عظیمہ جلیلہ:

مسلمان دیکھیں دونوں شاہ صاحبوں کی ان تینوں عبارتوں سے کتنے جلیل وجمیل وہابیت کش فائدے حاصل ہوئے، وللہ الحمد:

(۱) اولیا کا اپنے حاضرینِ مزارات پر مطلع ہونا (۲) ان سے کلام فرمانا کہ جب حضرت مخدوم الہ دیا قدس سرہ کے مزار شریف پر شاہ ولی اللہ صاحب کے والد عبدالرحیم صاحب حاضر ہوئے حضرت نے مزار شریف سے ان کی دعوت کی اور فرمایا کچھ کھا کر جانا (۳) اولیاے کرام کا بعد وفات پر غیبوں پر اطلاع پانا کہ حضرت مخدوم قدس سرہ کو معلوم ہوا کہ ایک عورت نے اپنے شوہر کے آنے پر ہماری نذر مانی ہے اور یہ آج اس کا شوہر آئے گا اور یہ کہ عورت اسی وقت ہماری نذر کے چاول اور شیرینی حاضر کرے گی (۴) اولیا کی نذر (۵) مصیبت کے وقت اس کے دفع کو اولیا کی نذر ماننی (۶) ان کی نذر مان کر پوری نہ کرنے سے بلا آنا اگرچہ وہ پورا نہ کرنا بھول جانے سے ہو (۷) اس نذر کے پورا کرتے ہی فوراً بلا کا دفع ہونا کہ فرہاد بیگ نے کسی مشکل کے وقت شاہ ولی اللہ صاحب کے والد کی نذر مانی پھر یاد نہ رہی، گھوڑا مرنے کے قریب پہنچ گیا، شاہ صاحب کو معلوم ہوا کہ اس پر یہ مصیبت ہماری نذر پوری نہ کرنے سے ہے، اس سے فرما بھیجا کہ گھوڑا بچانا چاہتے ہو تو ہماری منت پوری کرو، اس نے وہ نذر پوری کی گھوڑا فوراً اچھا ہو گیا (۸) فاتحہ مروّجہ (۹) عرس اولیا (۱۰) ان سب سے بڑھ کر یہ پانچ بھاری غضب کہ پیر پرستی (۱۱) مولیٰ علی وائمہ اطہار کی بندگی (۱۲) اس پرستاری و

بندگی پر تمام امتِ مرحومہ کا اجماع (۱۳) فتح، شکست، تندرستی، دولت مندی، تنگدستی، اولاد ہونا نہ ہونا، مراد ملنا نہ ملنا، اور ان کے مثل احکام تکوینیہ کا مولیٰ علی و ائمہ اطہار و اولیاے کرام سے وابستہ ہونا (۱۴) اس وابستہ جاننے پر امت مرحومہ کا اجماع ہونا۔ وہ سات بڑے شاہ صاحب کے کلام میں تھے یہ بھاری پتھر چھوٹے شاہ صاحب کے کلام میں ہیں۔ اب اسمٰعیل دہلوی کی تقویۃ الایمان وایضاح الحق اور گنگوہی صاحب کی براہین قاطعہ وغیرہا خرافاتِ وہابیہ سے ان ۱۴ کو ملا کر دیکھیے دونوں شاہ صاحب معاذ اللہ کتنے بڑے کٹے پکے مشرک، مشرک گر ٹھہرتے ہیں مگر ان کا مشرک ہونا آسان نہیں۔ اس کے ساتھ ہی یہ (۱۵) بھاری فائدہ حاصل ہوگا کہ اسمٰعیل دہلوی و گنگوہی و تھانوی اور سارے کے سارے وہابی سب مشرک کافر ہیں کہ اسمٰعیل دہلوی ان دو مشرکوں کا غلام، ان کا شاگرد، ان کا مرید، ان کا مداح، ان کو امام وولی چنیں وچناں جاننے والا۔ اور گنگوہی و تھانوی اور سارے کے سارے وہابی ان دو تقویت الایمانی دھرم پر مشرکوں اور اس تیسرے قرآنی دھرم پر بددین گمراہ کو ایسا ہی جاننے والے اور جو ایسوں کو ویسا جانے وہ خود مشرک کافر بے دین والحمد للہ رب العالمین ہے۔ کسی وہابی گنگوہی تھانوی دہلوی امرتسری بنگالی بھوپالی وغیرہم کے پاس اس کا جواب یا آج ہی سے وقفوهم انهم مسئولون، مالكم لاتناصرون، بل هم اليوم مستسلمون، (انہیں روکو ان سے پوچھنا ہے تمہیں کیا ہوا اب ایک دوسرے کی مدد کیوں نہیں کرتے بلکہ اب وہ گردن ڈالے ہیں۔) کا ظہور بے حجاب كذلك العذاب ولعذاب الأخرة اكبر لوكانو يعلمون۔ (عذاب ایسا ہوتا ہے اور بیشک آخرت کا عذاب بہت بڑا ہے کاش وہ جانتے۔)

[السنیۃ الانیقہ فی فتاوی افریقہ: ۷۰ تا ۸۰]

دیوبندی وہابی علما کے اس ایمان سوز جابرانہ حکم کے خلاف اعلیٰ حضرت کے علاوہ بہت سے علما وفقہا نے مفصل و مدلل فتاویٰ اور کتابیں تحریر فرمائیں انہیں میں سے شیخ الکل کی کتاب ”براہین بینہ بر اثبات نذور معینہ“ بھی ہے۔ کتاب میں نذر شرعی و عرفی کے حوالے سے علمی و تحقیقی بحث عالمانہ و محققانہ انداز میں تحقیق پیش کی گئی ہے۔ نذر عرفی کے منکرین کے لاینحل سمجھے جانے والے سوالات کے نہایت ہی آسان لیکن دلائل و شواہد شرعیہ، نقلیہ، عقلیہ سے جوابات دیے گئے ہیں۔ کوئی جواب بغیر دلیل نہیں لکھا گیا ہے، بلکہ ہر ہر بات کو قرآن کریم کی کسی آیت، یا تفسیر، یا حدیث واثر،

یا نص فقہی سے ضرور مزین کیا گیا ہے۔ کہیں کہیں الزامی جوابات نیز منکرین کے مسلمہ بزرگوں کی کتابوں کے حوالے بھی پیش کیے گئے ہیں۔ لایعنی، غیر ضروری اور غیر علمی باتیں کتاب میں کہیں پڑھنے کو نہیں ملیں گی۔ بالکلیہ شیخ الکل کی یہ کتاب مستطاب آپ کی دوسری کتابوں کی طرح معیاری اور علمی وتحقیقی کتاب ہے۔ یقین ہے قارئین کو خوب پسند آئے گی اور خوب محظوظ ہوں گے۔

کتاب میں سولہ (۱۶) سوالات کے جوابات درج ہیں۔

کتاب پہلی بار ۱۳۱۷ھ میں مطبع گلزار احمدی مرادآباد سے چھپی۔ اس کے بعد اس کتاب کی اشاعت کا علم نہیں۔ سرورق پر یہ عبارت مسطور ہے:

ولیوفوا نذورھم۔ از تالیفات التحریر الفہامہ البحر العلامہ حضرت مولانا محمد گل خان صاحب مدرس مدرسہ امدادیہ دام فیوضہم۔ اعنی، براہین بینہ بر اثبات نذور معینہ۔ ۱۳۱۷ھ۔ بحسن کوشش بلیغ میاں محمد اشرف صاحب ومیاں مولوی منیر محمد صاحب باہتمام محمد ولی اللہ تاجر کتب مرادآباد بازار چوک، در مطبع گلزار احمدی مرادآباد طبع شد۔

منکرین میں سے کسی غیر معروف اور غیر عالم شخص نے شیخ الکل کی کتاب کے کچھ حصے کا اپنے زعم خام میں "تنبیہ الکل" کے نام سے جواب لکھا، جو بالکل غیر معیاری وغیر علمی وغیر تحقیقی تھا، جس کا جواب دینا حضرت کے لیے قطعاً مناسب نہیں تھا مگر جواب دیا جانا ضروری تھا اس لیے اس جواب کی ذمہ داری آپ کی بارگاہ کے تربیت یافتہ آپ کے مدرسہ امدادیہ میں زیر تعلیم جماعت ثالثہ کے ایک ہونہار وقابل طالب علم مولانا محمد منیر ولایتی نے اپنے اوپر لی اور "ایقاظ الجل لرد تنبیہ الکل" کے نام سے اس کتاب کا جواب لکھا اور محقق صاحب اور ان کی کتاب کی ایسی بخیہ دری کی کہ شاید انہوں نے زندگی میں پھر کبھی کتاب لکھنے کا نام لیا ہو!!!

کتاب کی فوٹو کاپی فقیر کے پاس موجود ہے۔ کتاب چوں کہ آدھے دن میں لکھی گئی اس لیے کتاب کے سرورق پر ملقب بہ "نیم روزی" لکھا ہوا ہے۔ ۱۹/ ذوالحجہ ۱۳۱۷ھ بروز جمعہ کتاب تصنیف ہوئی اور اسی ماہ وسال یعنی ذوالحجہ ۱۳۱۷ھ۔ ۱۹۰۰ء میں حافظ امان علی صاحب کے زیر اہتمام، احسن المطابع مرادآباد سے اس کتاب کی اشاعت ہوئی۔ "ایقاظ الجل" کی جدید اشاعت ۲۰۱۰ء میں صدر الافاضل کی کتاب "فیضان رحمت بعد از دعاے برکت" جس پر فقیر نے تحشیہ وتخریج وغیرہ کا کام

کیاہے،کے ساتھ ہو چکی ہے۔یہ دونوں کتابیں ایک ہی جلد میں جامعہ نعیمیہ کے سابق مہتمم مولانا محمد یامین نعیمی سنبھلی علیہ الرحمۃ کی سعی جمیل اور ہمدرد اہل سنت حضرت مولانا ایوب اشرفی سنبھلی بولٹن یوکے کے زیر اہتمام ادارہ ترویج واشاعت مسجد نورالاسلام بولٹن یوکے، سے شائع ہوئیں۔

خلاصہ یہ کہ شیخ الکل کی کتاب "براہین بینہ براثبات نذور معینہ" نہایت ہی اہم، علمی و تحقیقی اور دل چسپی سے پڑھی جانے والی معتبر و مستند کتاب ہے۔

مسجد میں نماز جنازہ کا شرعی حکم

مذہب حنفی میں نماز جنازہ بغیر عذر شرعی مسجد میں ادا کرنا مکروہ ہے۔اور یہ بالکل واضح مسئلہ ہے۔لیکن ایک مولوی صاحب نے اس تعلق سے اپنے فتوے میں بے وضو ہو جانے کے محض احتمال کو بنیاد بنا کر بارش جیسے عذر پر قیاس کرتے ہوئے مسجد میں نماز جنازہ جائز ہو جانے کا فتوی دے دیا۔شیخ الکل کی بارگاہ میں جب یہ معاملہ پہنچا تو آپ نے اس کا علمی جواب تحریر فرمایا۔اور ملک کے مشہور علما کی تائیدات حاصل کر کے کتابی شکل میں اسے شائع کیا۔

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے بھی آپ کے فتوے کی تحریراً تائید فرمائی۔جو رسالے میں شامل ہے۔

رسالہ کے جو اوراق فقیر کو دستیاب ہوئے ان سے یہی ظاہر ہے کہ کتاب بغیر نام کے چھپی ہے اور اس پر سن اشاعت بھی درج نہیں ہے،البتہ مطبع کا نام نیر اعظم مرادآباد، آخر کتاب میں درج ہے۔

اشرف البراہین المنہودہ علی حرمت الغرابین الہندیۃ:۔

ہمارے ملک میں جو کوا مشہور ہے اس کی حرمت و کراہت اہل علم خصوصاً علمائے احناف کے نزدیک مسلم ہے۔لیکن اس کے باوجود دیوبندی فرقے کے مشہور مولوی عبدالرشید گنگوہی صاحب نے اپنی کتاب "فتاوی رشیدیہ" میں اس کوے کا کھانا ثواب لکھا ہے۔جس کے جواب میں علمائے اہل سنت نے بہت سی تردیدی کتابیں تحریر فرمائیں۔امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قدس سرہ کے کئی فتاوی عام ہوئے جن میں سے رسالہ،دفع زیغ زاغ،ملقب بلقب تاریخی رامی زاغیان (۱۳۲۰ھ) کو خوب شہرت حاصل ہوئی۔مگر دیوبندی حضرات ابھی تک اسی مسئلہ پر اڑے ہوئے ہیں۔ان کی اسی ہٹ دھرمی کی وجہ سے ہی امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان

قدس سرہ نے فرمایا تھا۔

پڑی ہے اندھے کو عادت کے شوربے ہی سے کھائے
بٹیر ہاتھ نہ آئی تو زاغ لے کے چلے
خبیث بہر خبیثہ خبیثہ بہر خبیث
کہ ساتھ جنس کو باز و کلاغ لے کے چلے
جو دین کوّوں کو دے بیٹھے ان کو یکساں ہے
کلاغ لے کے چلے یا الاغ لے کے چلے

[حدائق بخشش]

زاغ معروفہ سے متعلق قول استحباب کی تردید میں شیخ الکل نے بھی علمی و تحقیقی جواب کتابی شکل میں تحریر فرمایا جو زیر نظر مجموعہ میں "اشرف البراہین المنہودہ علی حرمت الغرابین الھندیۃ" کے نام سے شامل ہے۔ یہ کتاب خالص علمی و تحقیقی ہے۔ اور چوں کہ آپ نے اپنے محب خاص میاں ملا محمد اشرف شاذلی مرادآبادی کے اصرار پر یہ کتاب تحریر فرمائی تھی اس لیے از راہ شفقت آپ نے کتاب کے نام میں، محترم میاں ملا محمد اشرف صاحب کے نام کو بھی شامل کیا ہے۔ جیسا کہ خود فرماتے ہیں:

"چوں کہ برادر دینی میاں محمد اشرف صاحب اس مختصر تالیف کے لیے علت باعثہ تھے۔ لہذا ان کے نام کا آخری حصہ کتاب کے نام میں داخل کر کے اس کا نام
"اشرف البراہین المنہودہ علی حرمت الغرابین الھندیہ"
رکھا۔ امید ہے کہ جو مسلمان بھائی اس کتاب سے فائدہ اٹھائے تو مجھ مسکین اور میاں محمد اشرف صاحب کو دعائے خیر سے یاد اور شاد فرمائے۔"

وضاحت:۔ فقیر یہاں ایک وضاحت ضروری سمجھتا ہے کہ کتاب "صدر الافاضل اور فن شاعری" مؤلفہ ڈاکٹر محمد آصف حسین مرادآبادی "میں شیخ الکل کی کتابوں کے تعارف میں اس کتاب کا تعارف بھی پیش کیا گیا ہے۔ تعارف میں موجود دو باتوں سے مجھے اتفاق نہیں ہے۔

ایک تو سن طباعت میں ۱۳۰۰ھ کا اشارہ کیا ہے۔ حالاں کہ ایسا نہیں ہے۔ ۱۳۰۰ھ۔ دراصل شیخ الکل کی مہر میں درج سن ہے۔ آپ کی مہر اس طرح ہے۔

(شگفتہ محمد گل بینظیر ۱۳۰۰)

دوسری بات یہ کہ ڈاکٹر صاحب نے لکھا ہے کہ:

"یہ بارہ صفحات پر مشتمل رسالہ ہے جس میں حضرت مولانا محمد گل خاں علیہ الرحمۃ نے ان فتووں کو جمع کیا ہے جو زاغان ہندی یعنی دیسی کووں کی حلت و حرمت کے تعلق سے آپ نے مختلف اوقات میں دیے تھے۔" [صدر الافاضل اور فن شاعری: ص ۹۳]

حالاں کہ یہ آپ کے مختلف فتاوی کا مجموعہ نہیں ہے بلکہ مستقل تصنیف ہے۔ شیخ الکل کی یہ عبارت اس پر شاہد ہے، ملاحظہ ہو:

"حمد اور صلاۃ کے بعد بندہ ہیچمداں عاصی امیدوار رحمت الٰہی محمد گل کابلی عرض پرداز ہے کہ اماکن مختلفہ جیسے سہارنپور، میرٹھ اور علاقہ مظفر نگر سے چند استفتا اس مسکین کے پاس دربارہ حلت و حرمت زاغان ہندی کے پہنچے اور میں نے ہر ایک استفتا (کا جواب) تحریر کرنا اپنی طاقت سے خارج سمجھا۔ لہذا برادر دینی عزیز جانی میاں محمد اشرف صاحب مراد آبادی حنفی المذہب اور شاذلی المشرب نے مجھ سے فرمایا:

کہ (آپ کو) ایک ایسی کتاب مختصر چند ورقہ، مفتی بہا روایات پر مشتمل تالیف کرنا چاہیے کہ ان روایات کی بموجب (روشنی میں) ان دیسی کووں کی حلت و حرمت کا حال بخوبی معلوم ہو۔"

یہ کتاب احسن المطابع مراد آباد سے شائع ہوئی ہے۔ شیخ الکل نے اس کتاب پر تاریخی قطعہ بھی تحریر فرمایا ہے مگر اس سے تاریخ اشاعت واضح نہیں ہو رہی ہے۔ اس لیے یہ کہنا مشکل ہے کہ یہ کتاب فلاں سن میں شائع ہوئی ہے۔

ثبت شیخ الکل

علوم دینیہ کی سند و اجازت کی اہمیت و افادیت اہل علم کے نزدیک مسلم ہے۔ شیخ الکل کو اپنے شیخ کامل مسجد حرام کے سابق خطیب و امام و مدرس حضرت سید محمد مکی کتبی خلوتی رحمۃ اللہ القوی سے

تفسیر، حدیث، فقہ، نحو، بلاغت، معانی، بیان، سیر و شمائل، تصوف و سلوک، مسلسلات وغیرہ بہت سے علوم و فنون کی معتبر کتابوں نیز اوراد و وظائف کی قراءۃً و سماعاً سند و اجازت حاصل ہے۔ آپ نے ان تمام اسانید کو یکجا فرما کر کتابی شکل میں شائع فرمایا۔ سرورق پر کتاب کا نام "باصح الاسانید" لکھا ہوا ہے۔ اور اگلے صفحے پر یہ عبارات درج ہیں:

"یہ سند جس شخص کے پاس ہو اور میری مہر اور دستخط اس پر نہ ہوں تو سمجھ لینا چاہیے کہ میری جانب سے اس کو سند نہیں ملی ہے اور نہ کتاب اس کے لیے سند ہے۔

قد انطبع هذا الكتاب المستطاب المحتوى على الاسانيد الصحيحه للفاضل اللوذعى المولوى محمد گل خان الكابلى ادام الله هدايتہ لحاطب الليل والليالى۔

بعد البسملة والتحميد۔ يقول العبد الضعيف:

قال عبد الله بن المبارك: الاسناد من الدين ولولا الاسناد لقال من شاء ما شاء۔

وقال الامام الشافعى: الذى يطلب الحديث بلا سند كحاطب ليل يحمل الحطب وهو افعى وهو لا يدرى۔

وقال الشرقاوى فى ثبته: معرفة الاسانيد من الدين ومن لم يكن له سند فهو كاللقيط۔

وقال بعضهم: انه كالسلم يصعد عليه الانسان الى آبائه فى الدين وهو وصلة بينه وبين رب العلمين ايضا من ثبته۔

وقال الطحطاوى فى ثبته: الذى لا سند له كالدعى الذى لا اب له۔ لهٰذه۔

احسن المطابع الواقع فى بلدة مراد آباد۔

اس کتاب کی کوئی اور اشاعت فقیر کی نظر سے نہیں گزری۔ ہاں البتہ چوں کہ آپ نے اپنے مرید خاص و شاگرد رشید حضور صدر الافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمۃ کو اس مجموعہ اسانید کی اجازت عطا فرمائی تھی۔ اس لیے صدر الافاضل نے اپنے شیخ کی عطا کردہ سند کو شیخ کی اجازت کے ساتھ جو آپ کے نام کی تصریح کے ساتھ ہے، کتابی شکل میں مطبع احتشامیہ مرادآباد سے مفتی محمد عمر نعیمی کے اہتمام سے شائع فرمایا تھا۔ فقیر نے سو سال بعد اس کتاب پر عربی میں تحقیق کا کام کر کے نیز اس کا اردو ترجمہ کر کے عربی، اردو دونوں کتابوں کو ایک ساتھ ۲۰۱۳ھ میں نوری دار

الافتاء کے اہتمام سے شائع کیا تھا۔

اس کے بعد ۲۰۱۷ء میں محب گرامی قدر جناب محترم بشارت حسین صدیقی اشرفی زید اقبالہ کے اہتمام سے اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن حیدرآباد سے یہ کتاب شائع ہوئی تھی۔

مزید آگے بھی ان شاء اللہ تعالیٰ کتاب کی اشاعت ہوتی رہے گی۔

شیخ الکل کے اس مجموعہ اسانید کی اہمیت کو سمجھنے کے لیے صدر الافاضل کا درج ذیل بیان کافی ہوگا، جو آپ نے جامعہ نعیمیہ مرادآباد کے سالانہ جلسہ دستار بندی کے موقع پر طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا۔ آپ نے فرمایا:

”میں تمہیں کیا دے رہا ہوں:۔

میرے نونہالوں میں تمہیں اس وقت کیا دے رہا ہوں؟ فقیر و بے نوا ہوں۔ متاع دنیا کا کوئی ایسا ساز و سامان میرے پاس نہیں ہے۔ اور ہوتا تو میں اس کو اس قابل نہ سمجھتا کہ رخصت کے وقت ہدیے کے طور پر تمہیں دیا جائے۔ لیکن اس وقت جو نعمت میں تمہیں دے رہا ہوں دنیا کی سلطنتیں اس کا پاسنگ نہیں ہو سکتیں۔ وہ علوم دینیہ کی یہ سند ہے جو مجھ سے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وبارک وسلم تک متصل ہے۔ اور آج ایسی معتمد اور اعلیٰ سند تمہیں ہندوستان کی کسی دوسری درسگاہ سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ فضل الٰہی سے میرے ایک شیخ ہندوستان میں تھے۔ (یعنی شیخ الکل علامہ محمد گل خاں کابلی جلال آبادی ثم مرادآبادی تغمدہ اللہ الہادی) باقی تمام مشائخ اور پورا سلسلہ عرب میں چلتا ہے۔ اور عرب میں بھی ان وسائط کے ساتھ جن پر سند میں عرب اور مصر دونوں کو ناز ہے۔“

مزید ارشاد فرمایا:

”کہ میرا بھی ایک ہدیہ ہے جو تمہارے لیے دنیا و آخرت میں کارآمد ہے۔ اور بارگاہ حق میں مقبولیت کا ذریعہ ہے۔ اور آج میری وساطت سے تمہیں حضور پر نور سرور انبیا حبیب خدا سید عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم کے ساتھ غلامی کا ایک رابطہ خاصہ حاصل ہوتا ہے۔ اس نعمت کی قدر کرنا تمہارے فرائض میں ہے۔“

[السواد الاعظم مرادآباد: رجب و شعبان ۱۳۵۳ھ۔ ص ۱۸ تا ۲۰]

فقیر نے شیخ الکل کی عربی ثبت پر تصحیح کتابت اور تحقیق کی حد بھر سعی کی ہے لیکن پھر بھی غلطی کا امکان باقی ہے۔ مجموعہ اسانید جو عربی کتابی شکل میں تھی فقیر نے اس کا اردو خلاصہ بھی کتابی شکل میں پیش کردیاہے۔ اس لحاظ سے یہ مجموعہ سات کتابوں پر مشتمل ہے۔

خلاصہ یہ کہ شیخ الکل کے چھ علمی و تحقیقی رسائل زیر نظر مجموعے میں شامل ہیں۔ فقیر نے مختصر ساتعارف اپنی بساط بھر پیش کردیاباقی احباب جب خود رسائل منیرہ لطیفہ مفیدہ، کا مطالعہ کریں گے تو خوب محظوظ و مستفیض ہوں گے۔

شیخ الکل کے ان چھ رسائل میں سے فقیر کے پاس

ذخیرۃ العقبیٰ کا قدیم نسخہ مطبوعہ مطبع گلزار ابراہیم مرادآباد، موجود ہے۔

دعاے برکت بر طعام ضیافت۔ براہین بینہ بر اثبات نذور معینہ۔ اصح الاسانید۔ ان تینوں کتابوں کی فوٹو کاپی میرے نہایت ہی کرم فرما حضرت علامہ محمد یامین نعیمی سنبھلی رحمہ اللہ تعالیٰ سابق مہتمم جامعہ نعیمیہ مرادآباد، نے عطا فرمائی تھی۔ اللہ تعالیٰ حضرت کو غریق رحمت فرمائے اور حضرت کے درجات بلند فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم۔

باقی دو کتابیں "اشرف البراہین المنہودہ علی حرمت الغرابیین الہندیہ۔ اور "مسجد میں نماز جنازہ کا شرعی حکم" کی فوٹو کاپی جناب محترم ڈاکٹر آصف حسین صاحب مرادآبادی سلمہ الہادی نے عنایت کی۔ فقیر موصوف کا ممنون و شکر گزار ہے اور دعا گو ہے کہ اللہ پاک موصوف کو دنیا وآخرت میں اس کا بہتر اجر عطا کرے اور شیخ الکل کے فیوض وبرکات سے مالامال فرمائے۔ اور انہیں دینی ودنیاوی ترقیاں نصیب فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم۔

فقیر نے تمام رسائل کی کمپوزنگ، تصحیح، تحقیق، جدید ترتیب، تسہیل، عربی وفارسی عبارات کی تصحیح کے لیے اصل کتابوں سے مراجعت، تخریج، عربی وفارسی عبارات کے ترجمے، از خود کیے ہیں الحمدللہ تعالیٰ۔ اور آیات قرآنیہ کا ترجمہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خان قدس سرہ کے ترجمہ قرآن کنزالایمان سے نقل کردیاہے۔

اے کاش آپ کے درج ذیل رسائل بھی دستیاب ہوجاتے تو مجموعہ کی خوب صورتی میں مزید

اضافہ ہوجاتا۔

(۱) مخزن الروایات فی ایصال ثواب الاحیاء الی الاموات

(۲) اثبات المعقول بالمنقول علی رغم الف کل ظلوم وجہول

(۳) لولو المنثور فی مدح والی رام فور

نوری دار الافتاء سے کتاب کی اشاعت کی جارہی ہے

احباب کرام نوری دار الافتاء کاشی پور اتراکھنڈ کا، خصوصی طور پر خیال فرمایا کریں تاکہ اس دار الافتاء سے مزید اسی طرح مذہب ومسلک کی ترویج واشاعت ہوتی رہے۔ قارئین کرام مجھ سمیت نوری دار الافتاء کے تمام اراکین، ممبران، معاونین کو خصوصی دعاؤں میں یاد فرمائیں۔

اس کتاب کا سرورق ہمارے عزیز دوست محب گرامی قدر مولانا محمد شارق رضا فردوسی نعیمی بھاگلپوری زید اقبالہ، نوری گرافکس اینڈ ڈیزائن، نے تیار کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں شیخ الکل کے صدقے دنیاوآخرت کی بھلائیاں اور ترقیاں نصیب فرمائے۔ اور بہتر سے بہتر اجر وصلہ عطا فرمائے۔ آمین۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے اس مجموعہ رسائل منیرہ مفیدہ کو مقبول خاص وعام فرمائے۔ اور مجھ سمیت تمام اہل سنت کو شیخ الکل کے فیوض وبرکات سے خوب خوب مستفیض ومستنیر فرمائے۔ اور فقیر کو مزید خلوص کے ساتھ خدمت دین اسلام اور خدمت اسلاف کرام کی توفیق بخشے۔

آمین بجاہ النبی الامین الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم

یکے از غلامان وفدایان وگدایان شیخ الکل

نیاز مند محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی غفرلہ ولوالدیہ۔

خادم نوری دار الافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور اتراکھنڈ

مورخہ ۲۸/ ذوالقعدہ ۱۴۴۶ھ۔ بروز سہ شنبہ

ذخیرۃ العقبیٰ فی استحباب مجلس میلاد المصطفیٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوال۔ ﴿۱﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

اس زمانہ میں ملک ہندوستان کے ہر شہر اور ہر قریہ میں لوگ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ سلم کی مجلس میلاد شریف منعقد کرتے ہیں، اور اس مجلس میلاد شریف میں آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تاریخ ولادت اور یوم پیدائش کا بیان ہوتا ہے، کیا یہ بیان از روے شرع شریف جائز ہے یا بدعت؟ آیات اور احادیث سے جواب دیا جائے۔ بینوا توجروا، ھو المصوب۔

جواب۔ ﴿۱﴾

یہ بیان (مجلس میلاد شریف میں) از روے شرع شریف جائز اور حدیث شریف کے موافق ہے۔ چناں چہ امام ترمذی نے من جملہ ابواب مناقب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ایک باب جداگانہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے میلاد شریف کے بیان کے لیے باندھا ہے۔ لہذا کوئی مسلمان ایسا نہ ہوگا جو احادیث میں آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیان شدہ مناقب کو بدعت سمجھے ورنہ وہ شخص (جو احادیث میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیان شدہ محاسن و مناقب کو بدعت سمجھے وہ خود) بدعتی اور اسلام سے خارج ہوگا۔ اور (ترمذی شریف میں بیان شدہ) وہ باب یہ ہے:

باب ما جاء فی میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

عن المطلب بن عبد اللہ بن قیس بن مخرمة، عن أبیه، عن جده، قال: ولدت أنا و رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم عام الفیل، قال: وسأل عثمان بن عفان قباث بن أشیم أخا بنی یعمر بن لیث: أنت أکبر أم رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم؟ فقال: رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم أکبر منی وأنا أقدم منه فی المیلاد، قال: ورأیت خذق الفیل أخضر محیلا. ھذا حدیث حسن غریب لا نعرفه إلا من حدیث محمد بن إسحاق۔ (۱)

یہ باب میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیان میں ہے۔

حضرت قیس بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

(۱) [سنن ترمذی: ج۵ ص۵۸۹۔ الرقم، ۳۶۱۹۔ باب ماجاء فی میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم]

وسلم عام الفیل (یعنی جس سال خانہ کعبہ کو ڈھانے کے لیے ابرہہ ہاتھیوں کے ساتھ لشکر لے کر مکہ میں آیا تھا) میں پیدا ہوئے۔ نیز انہوں نے کہا کہ حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبیلہ بنو عمر بن لیث کے ایک شخص قباث ابن اشیم سے دریافت کیا کہ: تم بڑے ہو یا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ؟ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے بڑے ہیں۔ البتہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پہلے پیدا ہوا ہوں۔"

نیز صحیح مسلم میں حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحیح حدیث مروی ہے۔ اس حدیث شریف میں آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی پیدائش کا دن بھی بیان فرمایا ہے۔ وہ حدیث یہ ہے:

"قال: وسئل عن صوم یوم الاثنین؟ قال: ذاك یوم ولدت فیه، ویوم بعثت أو أنزل علی فیه۔"(۲)

یعنی حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پیر کے دن روزہ رکھنے کے بارے میں پوچھا گیا تو حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اس دن میں پیدا ہوا۔ اور اسی دن مجھ پر قرآن نازل ہوا۔ لہٰذا میں اس دن روزہ رکھتا ہوں۔

سوال۔ ﴿۲﴾

لوگ مجلس میلاد شریف منعقد کرتے ہیں اس میں آں حضرت صلی اللہ علیہ سلم کا مولود شریف (بیان ولادت باسعادت) اور ہجرت کا بیان بھی کرتے ہیں۔ لہٰذا یہ جائز ہے یا بدعت؟

جواب۔ ﴿۲﴾

یہ دونوں امر ابواب شمائل اور اخلاق نبوی میں بیان ہیں۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے توریت میں بھی بیان کیا ہے۔ اس لیے کوئی مسلمان ایسا نہ ہوگا کہ جو احادیث شمائل نبوی کے بیان کو بدعت سمجھے ورنہ وہ خود بدعتی اور کتاب اللہ کا منکر ہوگا۔ چناں چہ مشکاۃ شریف کے باب شمائل نبوی میں ایک طویل حدیث مروی ہے اور اس حدیث کے آخر میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت اور ہجرت دونوں کا بیان توریت سے منقول ہے۔ حدیث شریف کو ضرورت کی جگہ سے نقل کرتا ہوں۔ وہ یہ ہے:

---

(۲) [صحیح مسلم: ج۲ ص۸۱۹۔ الرقم، ۱۱۶۲۔ باب استحباب صیام ثلاثۃ أیام من کل شہر.......]

"فقالوا: یا رسول اللہ یہودی یحبسك فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: منعنی ربی أن أظلم معاهدا وغیره فلما ترجل النهار قال الیهودی: أشهد أن لا إله إلا اللہ وأشهد أنك رسول اللہ وشطر مالی فی سبیل اللہ أما واللہ ما فعلت بك الذی فعلت بك إلا لأنظر إلی نعتك فی التوراة: محمد بن عبد اللہ مولده بمكة ومهاجره بطیبة وملكه بالشام لیس بفظ ولا غلیظ ولا سخاب فی الأسواق۔"[3]

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم!

ایک یہودی آپ کو روکے ہوئے ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے رب نے مجھے منع کیا ہے کہ میں کسی معاہد (ذمی) یا کسی اور پر ظلم کروں۔ پس جب دن نکلا، تو یہودی نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور آپ اللہ کے رسول ہیں، اور میرا نصف مال اللہ کی راہ میں صدقہ ہے۔ اللہ کی قسم، میں نے آپ کے ساتھ جو کچھ کیا، وہ صرف اس لیے کیا تا کہ میں آپ کی وہ صفت جو تورات میں دیکھ سکوں۔ اور وہ صفت یہ ہے کہ:

"محمد بن عبد اللہ، آپ کی پیدائش مکہ میں ہوگی اور آپ کی ہجرت کا مقام مدینہ ہوگا اور شام میں بھی آپ کی حکومت ہوگی، آپ نہ بدزبان ہوں گے، نہ سخت دل، نہ بازاروں میں چلانے والے۔

نیز مشکاۃ شریف میں وارد ہے:

"وعن کعب یحکی عن التوراة قال: نجد مكتوبا محمد رسول اللہ عبدی المختار لا فظ ولا غلیظ ولا سخاب فی الأسواق ولا یجزی بالسیئة السیئة ولكن یعفو ویغفر مولده بمكة وهجرته بطیبة وملكه بالشام۔ الحدیث۔"[4]

---

(۳) [مشکاۃ المصابیح: ج ۳ ص ۱۶۲۱۔ الرقم، ۵۸۳۲۔ باب فی أخلاقہ وشمائلہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم]

(۴) (یعنی حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ توریت کے حوالے سے بیان فرماتے ہیں کہ ہم نے توریت میں لکھا دیکھا کہ: محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، میرے محبوب بندے ہیں، وہ نہ تو تند مزاج اور سخت دل ہیں اور نہ بازاروں میں شور مچانے والے۔ وہ برائی کے بدلے برائی نہیں دیتے بلکہ در گزر فرماتے ہیں اور معاف کر دیتے ہیں۔ ان کی جائے پیدائش مکہ ہوگی اور وہ مدینے کو ہجرت کریں گے اور ان کی حکومت شام میں ہوگی۔ الی آخر الحدیث)

[مرجع سابق: ج ۳ ص ۱۶۰۶۔ الرقم، ۵۷۷۱۔ باب فضائل سید المرسلین]

نیز دارمی نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل کتب سماویہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جو اوصاف ذکر کیے گئے تھے، اُن اوصاف کو بیان کرنے کے لیے ایک الگ باب باندھا ہے۔ چناں چہ انہوں نے ایک روایت بیان کی ہے جس کے آخری الفاظ یہ ہیں:

"مولدہ بمکۃ، ومھاجرہ بطیبۃ، وملکہ بالشام۔"(۵)

اب غور کا مقام یہ ہے کہ دارمی نے یہ حدیث رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صفات کے بیان میں ذکر کی ہے۔ تو اب کون سا مسلمان ایسا ہوگا جو آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوصاف کو بیان کرنے کو بدعت سمجھے گا؟ جو بدعت سمجھے گا وہ خود بدعتی اور خارج از اسلام ہوگا؟

سوال۔ ﴿۳﴾

جو لوگ مجلس میلاد شریف منعقد کرتے ہیں اور اُس میں آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیدائش کا ذکر اور معجزات یعنی خارق العادات امور جو آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیدائش کے وقت ظاہر ہوئے انہیں بیان کرتے ہیں تو کیا انہیں بیان کرنا از روے شرع شریف جائز ہے یا بدعت؟

جواب۔ ﴿۳﴾

ان دونوں امور (ولادت و معجزات) کا بیان از روے شرع شریف جائز ہے، نہ کہ بدعت۔ اس لیے کہ یہ امور احادیث فضائل نبوی میں مذکور ہیں۔ لہذا کوئی مسلمان ایسا نہ ہوگا جو کہ احادیث فضائل نبوی کو بدعت سمجھے۔ جو بدعت سمجھے گا وہ خود بدعتی اور اسلام سے خارج ہوگا۔

چناں چہ مشکاۃ شریف کے باب فضائل نبوی میں ایک حدیث مروی ہے جس کا ضروری حصہ یہاں نقل کیا جاتا ہے:

وعن العرباض بن سارية عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال: إني عند الله مكتوب: خاتم النبيين وإن آدم لمنجدل في طينته وسأخبركم بأول أمري دعوة إبراهيم وبشارة عيسى ورؤيا أمي التي رأت حين وضعتني وقد خرج لها نور أضاء لها منه قصور الشام، رواه في شرح السنة

---

(۵) (یعنی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جاے پیدائش مکہ ہوگی اور اُن کی ہجرت گاہ مدینہ ہوگی اور ان کی حکومت شام میں ہوگی۔ الی آخر الحدیث)

[مسند دارمی: ج ۱ ص ۴۴۔ الرقم، ۵۔ باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، فی الکتب قبل مبعثہ]

وروا٥ أحمد عن أبي أمامة من قوله: سأخبركم،إلى آخر الحديث۔ (٦)

(یعنی حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ میں اللہ کے یہاں آخری نبی لکھا ہوا ہوں، جب کہ اس وقت آدم علیہ السلام مٹی کے مرحلے سے گزر رہے تھے۔)

اور میں تمہیں اپنی ابتدا کے بارے میں بتاتا ہوں۔ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاء، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور اپنی والدہ ماجدہ کا وہ خواب ہوں جو انہوں نے میری ولادت کے وقت دیکھا تھا، اس وقت ان کے لیے ایک ایسا نور ظاہر ہوا جس سے ملک شام کے مکانات ان پر ظاہر ہو گئے۔ (یہ روایت ''شرح السنۃ'' میں مذکور ہے اور امام احمد نے ابوامامہ سے روایت کیا ہے۔ اس روایت میں، سأخبرکم، سے آخر حدیث تک روایت ہے۔)

نیز صحیح بخاری شریف میں آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت کے ذکر سے متعلق صحیح حدیث مروی ہے۔ وہ یہ ہے:

''عن أبي هريرة رضي الله عنه، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال: بعثت من خير قرون بني آدم، قرنا فقرنا، حتى كنت من القرن الذي كنت فيه۔ (٧)

(یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا) میں بنی آدم کے بہترین طبقوں میں مبعوث کیا گیا، یہاں تک کہ مجھے اس زمانے میں بھیجا گیا جس میں، میں ہوں۔

نیز ترمذی میں مناقب کے ابواب میں بالخصوص فضیلت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے باب میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت کے تذکرے میں جو صحیح حدیث حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، وہ یہ ہے:

''عن العباس بن عبد المطلب، قال: قلت: يا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم إن قريشا جلسوا فتذاكروا أحسابهم بينهم، فجعلوا مثلك كمثل نخلة في كبوة من الأرض، فقال النبي

---

(٦) [مشکاۃ المصابیح: ج۳ ص۱۶۰۴۔ الرقم، ۵۷۶۰۔ باب فضائل سید المرسلین]

(٧) [صحیح بخاری: ج۴ ص۱۸۹۔ الرقم، ۳۵۵۷۔ باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم]

صلی اللہ علیہ وسلم: إن اللہ خلق الخلق فجعلني من خيرهم من خير فرقهم وخير الفريقين، ثم تخير القبائل فجعلني من خير قبيلة، ثم تخير البيوت فجعلني من خير بيوتهم، فأنا خيرهم نفسا، وخيرهم بيتا۔ (۸)

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: "یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، قریش بیٹھے اور اپنے حسب ونسب کا تذکرہ کرنے لگے، توانہوں نے آپ کو کھجور کے ایسے درخت سے تشبیہ دی جو کسی کمزور زمین میں اگا ہو، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اللہ نے تمام مخلوقات کو پیدا کیا، اور مجھے ان میں سے اچھے گروہ میں رکھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے دو گروہوں میں سے بہترین گروہ کو چنا، اور میں اس میں سے ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے قبائل میں سے بہترین قبیلہ منتخب فرمایا، اور مجھے اسی میں پیدا کیا (یعنی قریش میں) پھر اس نے گھرانے منتخب فرمائے تو مجھے ان میں سے بہتر گھرانے میں پیدا کیا۔ چناں چہ میں ان سے باعتبار ذات بھی بہتر ہوں اور گھرانے کے لحاظ سے بھی بہتر ہوں۔

سوال۔﴿۴﴾

جو لوگ مجلس میلاد شریف منعقد کرتے ہیں وہ سب حاضرین آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت کا ذکر کرتے وقت قیام بھی کرتے ہیں۔ کیا یہ قیام از روے شرع شریف جائز ہے یا بدعت؟

جواب۔﴿۴﴾

آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر ولادت کے وقت قیام کرنا تو سنت ہے، نہ کہ بدعت۔ چناں چہ ترمذی میں بیان فضائل رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے باب میں صحیح حدیث وارد ہے۔ کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حالت قیام میں اپنی پیدائش کا ذکر فرمایا ہے۔ تو یہ قیام آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فعل ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فعل کو کوئی مسلمان بدعت نہ کہے گا۔ حدیث یہ ہے:

"عن المطلب بن أبي وداعة، قال: جاء العباس، إلى رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فكأنه سمع شيئا، فقام النبي صلی اللہ علیہ وسلم على المنبر فقال: من أنا؟ فقالوا: أنت رسول اللہ

(۸) [سنن ترمذی: ج۵ ص۵۸۴۔ الرقم، ۳۶۰۷۔ باب في فضل النبي صلی اللہ علیہ وسلم]

عليك السلام. قال: أنا محمد بن عبد الله بن عبد المطلب، إن الله خلق الخلق فجعلني في خيرهم فرقة، ثم جعلهم فرقتين فجعلني في خيرهم فرقة، ثم جعلهم قبائل، فجعلني في خيرهم قبيلة، ثم جعلهم بيوتا فجعلني في خيرهم بيتا وخيرهم نسبا۔ (وهكذا في المشكاة)[9]

حضرت مطلب بن وداعہ سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قریش سے کچھ سن کر حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا۔ پس آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا: میں کون ہوں؟ انہوں نے جواب دیا۔ کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ کا سلام ہو آپ پر۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا تو مجھے ان کے اچھے لوگوں میں سے پیدا فرمایا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دو گروہ بنائے اور مجھے اچھے گروہ میں بھیجا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے قبائل بنائے تو مجھے بہترین قبیلے میں پیدا کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے خاندان بنائے تو مجھے خاندان و نسب کے لحاظ سے بہترین بنایا۔ ایسا ہی مشکاۃ شریف میں ہے۔

تنبیہ: ترمذی شریف اور مشکاۃ شریف کی اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ بوقت ذکر پیدائش آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مولود خواں منبر پر قیام کر کے رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حالات پیدائش کو بیان کریں۔ اس لیے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منبر پر قیام فرما کر اپنے حالات پیدائش کو بیان فرمایا ہے۔ چناں چہ ،قام علی المنبر، اس بات پر صریح دال ہے۔ اس لیے سنت رسول کی اتباع میں ذاکر، واعظ یا خطیب و مقرر کے لیے بہتر ہے کہ وہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیدائش کا ذکر بغیر منبر یا شے مرتفع یعنی منبر کی طرح اونچی چیز، کے بغیر نہ کرے۔

سوال۔ (۵)

اس حدیث شریف سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی پیدائش کے ذکر کے وقت منبر پر قیام فرمایا ہے۔ اور یہاں گفتگو آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

---

(۹) [سنن ترمذی: ج۵ ص ۴۵۳۔ الرقم، ۳۵۳۲۔ باب ماجاء في عقد التسبیح بالید۔
مشکاۃ المصابیح: ج۳ ص ۱۶۰۴۔ الرقم، ۵۷۵۷۔ باب فضائل سید المرسلین]

ولادت کے بیان میں ہے۔ کیا بیان ولادت کے وقت میں بھی لوگ قیام کریں یا نہ کریں؟ حدیث ترمذی اور مشکاۃ شریف تو اول کے لیے مؤید ہے نہ کہ دوم کے لیے۔

جواب۔ ﴿۵﴾

حدیث مذکور میں پیدائش بمعنی تولد ہے، اس لیے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابتداءً حدیث گزشتہ میں یوں فرمایا ہے: کہ میں محمد بن عبد اللہ ہوں، یعنی عبد اللہ کی پشت سے پیدا ہوں۔ اور اسی حدیث کے اخیر میں یوں فرمایا ہے کہ فجعلنی فی خیرھم بیتا، تو یہاں بیتاً، سے حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گھر مراد ہے۔

اور مجموع فجعلنی فی خیرھم بیتًا سے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ مراد ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجھ کو عبد اللہ کی پشت سے عبد اللہ کے گھر میں پیدا کیا کہ وہ تمام گھرانوں میں سب سے بہترین گھر ہے، تاکہ سیاق حدیث سباق سے موافق ہو۔ اور تولد کے بھی یہی معنی ہیں کہ ایک دوسرے سے پیدا ہو۔ چناں چہ "منتہی الارب" میں مسطور ہے:

"تولد پیدا شدن چیزی از چیزے۔"(۱۰)

چوں کہ یہاں حدیث شریف میں پیدائش سے بعینہٖ تولد مراد ہے۔ لہذا یہاں ہندوستانی محاورات میں کبھی پیدائش اور کبھی لفظ تولد کا ذکر کرتے ہیں۔ اور دونوں سے ایک ہی مراد ہے۔

اس ضمن میں مختلف شعرا کے چند اشعار بطورِ سند نقل کیے جاتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر ولادت کے وقت لوگ کبھی لفظ پیدائش اور کبھی لفظ تولد استعمال کرتے ہیں۔ اشعار یہ ہیں:

والی ہر دوسرا پیدا ہوئے صلی علیٰ	شافع روز جزا پیدا ہوئے صل علی
معدن جود و سخا مخزن حلم و حیا	گوہر درج عطا پیدا ہوئے صل علی
شاد ہو غم گیں نہ کر کچھ غم کہ شاہ جن وانس	تیرے دردوں کی دوا پیدا ہوئے صل علی

(۱۰) (یعنی تولد کا مطلب، ایک چیز کا دوسری چیز سے پیدا ہونا)

[منتہی الارب فی لغات العرب: ج۴ ص۴۴۹۔ مطبع سرکاری لاہور]

دیگر

شاہ شاہاں پیدا ہوا، ماہ جہاں پیدا ہوا	یعنی کہ عبداللہ کا آرام جاں پیدا ہوا
پیغمبر امّی لقب، میر عجم، مہر عرب	اعلیٰ حسب، والانسب عالی مکاں پیدا ہوا
درج رسالت کا گہر، برج امامت کا قمر	خالق کا منظور نظر، سجدہ کناں پیدا ہوا

دیگر

شافع روز جزا پیدا ہوئے	ہادی ہر دو سرا پیدا ہوئے
رحمۃ للعالمین پیدا ہوئے	پیشوائے مرسلیں پیدا ہوئے
خاتم پیغمبراں پیدا ہوئے	رہنمائے انس و جاں پیدا ہوئے
بادشاہ بحر و بر پیدا ہوئے	شور ہے خیر البشر پیدا ہوئے

دیگر

شہنشاہ اعظم تولد ہوئے	رسول مکرم تولد ہوئے
شہ دین و دنیا تولد ہوئے	مہ اوج علیا تولد ہوئے
تولد ہوئے پیشوائے جہاں	تولد ہوئے مقتدائے جہاں
تولد ہوئے سرور مرسلاں	تولد ہوئے رہبر دو جہاں
تولد ہوئے رہنمائے قدیم	قسیم و جسیم ونسیم ووسیم

چوں کہ مذکورہ حدیث سے ثابت ہوا کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی پیدائش کے ذکر کے وقت، خود قیام فرمایا ہے۔ لہٰذا تمام حاضرین جلسہ کے لیے مستحب ہے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر ولادت کے وقت قیام کریں۔

سوال۔﴿٦﴾

حدیث گزشتہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ صرف آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی پیدائش کے ذکر کے وقت قیام فرمایا ہے۔ غیروں کا قیام کرنا اس حدیث سے ثابت نہیں ہوتا ہے۔ ہاں! اگر کسی اور حدیث سے ثابت ہو کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قیام کے وقت قیام کیا ہے تو ہم سمجھیں گے کہ باتباع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، یہاں بھی قیام مستحب ہے۔

جواب۔﴿٦﴾

اس مسئلہ میں دو وجوہات ہیں اور ہر ایک وجہ سے بالاستقلال قیام کا استحباب ثابت ہوتا ہے۔

اول وجہ یہ ہے کہ حدیث مذکورہ سے ثابت ہوا کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی پیدائش کے ذکر کے وقت قیام فرمایا ہے تو ذکر پیدائش کے وقت قیام فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوا۔ اور کوئی مسلمان ایسا نہ ہوگا کہ جو فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بدعت کہے۔ تاکہ ،کل بدعة ضلالة، کے تحت داخل ہو۔

باقی رہا یہ امر کہ ذکر ولادت آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کرنے والے اور سننے والے دونوں کے دونوں قیام کریں یا فقط ذکر کرنے والے قیام کریں نہ کہ سننے والے۔ یا کوئی بھی قیام نہ کرے۔ (اس معاملے میں) ہم نے کلام الٰہی اور حدیث نبوی کی طرف توجہ کی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ یوں فرماتا ہے:

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ۔ (١١)

(اس آیت کریمہ کی روشنی میں ثابت ہوا کہ) مجلس میلاد شریف کے حاضرین خواہ ذاکرین ہوں یا کہ سامعین وہ "مَا نَهٰىكُمْ" میں داخل نہیں ہیں۔ اس لیے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی موقع پر نہیں فرمایا کہ کوئی میری ولادت کے ذکر کے وقت قیام نہ کرے۔

اگر کوئی اس سلسلے میں نہی دکھلادے تو ہم سب سے پہلے اس نہی پر کاربند ہوں گے۔

اور جو حدیث نبوی کی طرف ہم نے توجہ کی تو ترمذی اور مشکاۃ کی گزشتہ صحیح حدیث سے ہم نے ثابت پایا کہ ذکر ولادت کے وقت قیام خود آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فعل ہے۔ اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں جمیع امت کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اقوال وافعال کی پیروی کا حکم دیا ہے۔ ارشاد فرماتا ہے: "لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ (١٢)

---

(١١) (اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو! اور جس سے منع فرمائیں باز رہو!)

[القرآن الکریم: پارہ ٢٨۔ آیت ٧۔ سورہ حشر۔ ترجمہ کنزالایمان، لاامام احمد رضا خان البریلوی قدس سرہ]

(١٢) (بے شک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے)

[القرآن الکریم: پارہ ٢١۔ آیت ٢١۔ سورہ احزاب۔ ترجمہ کنزالایمان، لاامام احمد رضا خان البریلوی قدس سرہ]

اس آیت کے حکم کے مطابق ہر امتی پر (ذکر ولادت کے وقت قیام کرنا، فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی) کی وجہ سے ضروری ہے۔ اور اس قیام سے نفرت کرنے والا بلا شک وشبہ اس حدیث صحیح کا مصداق ہے:

"فمن رغب عن سنتي فليس مني۔" (۱۳)

اور یہاں یہ احتمال بھی نہیں ہو سکتا کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اقتدا قیام کے علاوہ دیگر افعال میں سنت ہو اور قیام اگرچہ فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے تاہم (تب بھی) اس فعل کی پیروی بدعت ہو۔

(اور یہ احتمال کیوں نہیں ہو سکتا) اس کی وجہ یہ ہے کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ قیام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس محل میں قیام کیا ہے جس جگہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قیام صادر ہوا ہے، اس لیے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا قیام جزا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قیام اس حدیث صحیح میں شرط واقع ہوا ہے۔ اور جزا شرط کی تابع ہوتی ہے، لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قیام کی اتباع میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے قیام ثابت ہوا ہے۔ وہ حدیث صحیح یہ ہے جو کہ مشکاۃ شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

"عن أبي هريرة قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يجلس معنا في المسجد يحدثنا فإذا قام قمنا قياما حتى نراه قد دخل بعض بيوت أزواجه۔" (۱۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ مسجد میں بیٹھتے تھے اور ہم سے باتیں کیا کرتے تھے۔ اور جب آپ قیام فرماتے تو ہم بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہو جاتے تھے اور اس وقت تک کھڑے رہتے جب تک کہ آپ اپنی ازواج میں سے کسی کے گھر میں داخل نہیں ہو جاتے تھے۔

---

(۱۳) (یعنی جس نے میری سنت سے منہ موڑا وہ مجھ سے نہیں۔)
صحیح بخاری: ج ۷ ص ۲۔ الرقم، ۵۰۶۳۔ باب الترغیب في النکاح]

(۱۴) [مشکاۃ المصابیح: ج ۳ ص ۱۳۳۲۔ الرقم، ۴۷۰۵۔ باب القیام]

کوئی مسلمان ایسا نہ ہوگا جو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اس فعل اور طریقہ کو بدعت کہے۔
اس لیے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ بالاتفاق ان لوگوں میں داخل ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے۔(۱۵)

چناں چہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:
اس لیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:
"اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ، صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ۔"(۱۶)
اب اگر کوئی صراط مستقیم کو ہی لاعلمی کی وجہ سے شرک وبدعت کہے تاہم (تب بھی) لزوم کفر سے خالی نہیں اگرچہ التزام کفر نہ ہو۔

اب غور کا مقام یہ ہے کہ مشرکی اور بدعتی کون ہے؟
(تنبیہ) جناب من! اپنے دین کے قواعد سے خبردار ہوجایئے پھر اپنے دین ومذہب میں گفتگو کیجیے!!!

سوال۔﴿۷﴾

آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صریح نہی فرمائی ہے کہ تم ایک دوسرے کے لیے قیام نہ کرو! تو یہ جو آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر پیدائش کے وقت قیام ہے اس حدیث صحیح کے بموجب منع ہوا۔
نیز یہ حدیث نہی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی گزشتہ حدیث قیام کے برخلاف

---

(۱۵) (قرآن کریم میں ہے:
وَمَنۡ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوۡلَ فَاُولٰٓـئِكَ مَعَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيۡقِيۡنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيۡنَ‌ وَحَسُنَ اُولٰٓـئِكَ رَفِيۡقًا۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اُسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیا اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔)
[القرآن الکریم: پارہ۵۔ آیت ۶۹۔ سورہ نساء۔ ترجمہ کنز الایمان، لامام احمد رضا خان البریلوی قدس سرہ]
(۱۶) (یااللہ) ہم کو سیدھا راستہ چلا۔ راستہ اُن کا جن پر تُو نے احسان کیا)
[القرآن الکریم: پارہ۱۔ آیت ۵،۶۔ سورہ فاتحہ۔ ترجمہ کنز الایمان، لامام احمد رضا خان البریلوی قدس سرہ]

ہوکر متعارض ٹھہری۔

حدیث یہ ہے جو کہ بروایت ابوداؤد وارد ہے:

عن أبي أمامة، قال: خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم متوكئا على عصا فقمنا إليه فقال: لا تقوموا كما تقوم الأعاجم، يعظم بعضها بعضا۔ (۱۷)

(یعنی حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں:) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس عصا (چھڑی) پر ٹیک لگائے ہوئے تشریف لائے، تو ہم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوگئے، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسے نہ کھڑے ہوا کرو جیسے عجمی لوگ ایک دوسرے کی تعظیم میں کھڑے ہوتے ہیں۔

جواب۔ ﴿۷﴾

آپ کا یہ قیاس، قیاس مع الفارق ہے۔ اس لیے کہ ذکر پیدائش رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وقت کیا جانے والا قیام (اس قیام کا، جس کی نہی سنن ابوداؤد کی حدیث سے، ثابت ہے، مخالف و متعارض نہیں) کیوں کہ یہاں قیام بعض الی البعض نہیں۔ (یعنی یہاں ایک دوسرے کے لیے کھڑے نہیں ہوتے) بلکہ یہاں تمام اہل جلسہ ذکر پیدائش کے وقت رسول اللہ صلی اللہ کے قیام کی اتباع میں قیام کرتے ہیں۔ کوئی کسی اور کے لیے قیام نہیں کرتا۔

ہاں! اگر کسی وارد و صادر (آنے والے) یا قائم و قاعد (کھڑے ہوئے یا بیٹھے ہوئے) کے لیے کوئی عجمیوں جیسا قیام تعظیمی کرے تو ضرور یہ نہی کے تحت اور قیام بعض الی البعض جو حدیث ابوامامہ میں وارد ہے داخل ہوتا۔

نیز حدیث ابوامامہ میں منہی عنہ وہ قیام ہے جو عجمیوں کی طرح تعظیم کے لیے ہو۔ اور حضرت ابوہریرہ کی حدیث میں جو قیام ہے وہ فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع میں وارد ہے، نہ کہ تعظیمی قیام۔ اور مجلس میلاد شریف میں بھی فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع میں قیام کیا جاتا ہے نہ کہ ایک دوسرے کی تعظیم کے لیے۔

اور اس بات کی دلیل و قرینہ کہ حدیث ابوامامہ میں قیام تعظیمی منہی عنہ ہے، اولاً تو سیاق حدیث

---

(۱۷) [سنن ابوداؤد: ج ۴ ص ۳۵۸۔ الرقم، ۵۲۳۰۔ باب في قيام الرجل للرجل]

شریف ہے، حدیث شریف میں وارد ہے:

"لا تقوموا کما تقوم الأعاجم، یعظم بعضها بعضا۔"(۱۸)

اور دوسرا قرینہ یہ ہے کہ اگر مطلقاً قیام منہی عنہ ہوتا تو خود آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے کیوں قیام فرماتے ؟ نیز سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کیوں قیام کرتیں باوجودیکہ ہر ایک نے دوسرے کے لیے قیام فرمایا ہے۔

چناں چہ ابوداؤد میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے صحیح حدیث مروی ہے۔ وہ یہ ہے:

"عن أم المؤمنین عائشة رضی الله عنها، أنها قالت: ما رأیت أحدا کان أشبه سمتا وهدیا ودلا وقال الحسن: حدیثا وکلاما ولم یذکر الحسن السمت والهدی والدل برسول الله صلی الله علیه وسلم من فاطمة کرم الله وجهها کانت ،إذا دخلت علیه قام إلیها فأخذ بیدها، وقبلها، وأجلسها فی مجلسه وکان إذا دخل علیها قامت إلیه فأخذت بیده فقبلته وأجلسته فی مجلسها۔"(۱۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، انہوں نے کہا:

میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ طور طریقے اور عادات واطوار، میں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے زیادہ کسی کو مشابہ نہیں دیکھا۔ اور حسن نے کہا ایک حدیث میں "کلاما" کا لفظ ہے، یعنی بات چیت میں۔ اور انہوں نے چال ڈھال، عادات واطوار کا ذکر نہیں کیا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جب بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوتی تھیں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے لیے کھڑے ہوجاتے اور ان کے ہاتھوں کو چوم لیتے تھے۔ اور انہیں اپنے پاس بٹھاتے تھے۔ اور جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لاتے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے استقبال میں کھڑی ہوجاتی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست مبارک کو چوم لیتی اور اپنے پاس بٹھاتی تھیں۔

---

(۱۸) (ایسے نہ کھڑے ہوا کرو جیسے عجمی لوگ ایک دوسرے کی تعظیم میں کھڑے ہوتے ہیں)

(۱۹) [سنن ابوداؤد: ج۴ ص ۳۵۵۔ الرقم، ۵۲۱۷۔ باب ماجاء فی القیام]

سوال۔﴿۸﴾

احادیث میں آپ کی دی ہوئی تطبیق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکرولادت کے وقت قیام جائز و مستحب ہے۔ باوجودیکہ فقہا نے اپنی کتب میں قیام کو مکروہ لکھا ہے۔

جواب۔﴿۸﴾

فقہا نے مطلق قیام کو ہرگز مکروہ نہیں لکھا ہے۔ بلکہ بعض فقہا نے تو یوں لکھا ہے کہ جس ملک میں قیام کی عادت ہو تو قیام مستحب ہے۔ نیز فقہا نے احادیث قیام اور نہی عن القیام دونوں کو ایسے محل پر محمول کیا ہے کہ دونوں احادیث کا ایک دوسرے سے تخالف و تعارض ہی ثابت نہیں ہوتا ہے۔ چناں چہ طحطاوی میں مسطور ہے:

"نقل الشرنبلالی عن ابن وهبان ما نصه أقول: وفی عصرنا ینبغی أن یستحب ذلك أی القیام لما یورث ترکه من الحقد والبغضاء والعداوة لا سیما إذا کان فی مکان اعتید فیه القیام، وما ورد من التوعد علیه فی حق من یحب القیام بین یدیه کما یفعله الترك والأعاجم وعدم وروده عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم والصحابة ولم یفعلوه ای القیام للنبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم لا یدل علیٰ کراهته لانه لم یکن من عادتهم وقد ورد قولوا السید کم۔[۲۰]

شرنبلالی نے ابن وہبان سے یہ قول نقل کیا کہ میں کہتا ہوں کہ ہمارے زمانے میں قیام ہونا چاہیے اس لیے کہ قیام کا ترک بغض اور عداوت لازم کرتا ہے خصوصاً ایسی جگہ جہاں قیام کی عادت ہو۔ اور قیام پر جو وعید رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وارد ہے وہ ایسے شخص کے بارے میں ہے جو ترکیوں اور عجمیوں کی طرح اپنے لیے قیام کو پسند کرتا ہو اور قیام کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے کچھ وارد نہ ہونا اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قیام کے لیے نہ کھڑا ہونا، قیام کی کراہت پر دال نہیں۔ کیوں کہ صحابہ کرام قیام کے عادی ہی نہیں تھے، حالاں کہ حدیث میں وارد ہے کہ تم اپنے سردار کے لیے کھڑے ہو۔"

---

(۲۰) [حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار: ج۴ ص ۱۹۲۔ کتاب الحظر والاباحۃ، باب الاستبراء وغیرہ]

اور بعض فقہا نے استاد اور استاد جیسے چند اشخاص کے لیے قیام کو جائز لکھا ہے۔ اور باقیوں کے لیے ناجائز لکھا ہے۔

چناں چہ طحطاوی میں مسطور ہے:

"وفی مجمع الفتاوی للأنطاکی قیام القاریٔ جائز إذا جاء أعلم منه أو أستاذه الذی علمه القرآن أو العلم أو أبوه أو أمه ولا یجوز القیام لغیرهم وإن کان الجائی من الأجلة والأشراف۔"[۲۱]

مجمع الفتاوی للانطاکی میں مسطور ہے کہ: قاری کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے سے بڑے عالم، یا اپنے استاد جس نے اسے قرآن مجید پڑھایا ہے یا کوئی علم سکھایا ہے یا اپنے باپ اور ماں کے لیے، قیام کرے۔ اور ان کے علاوہ کے لیے قیام جائز نہیں اگرچہ وہ معزز شخصیات میں سے ہوں۔"

فقہا کی جماعت میں سے بعض نے حدیث ابوامامہ کی بنیاد پر ایک دوسرے کے لیے قیام تعظیمی کو ناجائز اور بعض نے حدیث فاطمہ کی وجہ سے جائز لکھا ہے۔ اور بعض فقہا نے اس میں فرق کیا ہے۔ چناں چہ طحطاوی میں مسطور ہے:

"قال الشرنبلالی اختلفوا فیه ای القیام فمنهم مَن منع ذلك لما روی أبو داؤد بإسناده إلی أبی أمامة قال: خرج علینا رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم متکئا علی عصا فقمنا الیه، فقال: لا تقوموا کما تقوم الأعاجم بعضهم لبعض ومنهم من أباحه استدلالا بقیام النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم لفاطمة رضی الله تعالیٰ عنها ومنهم من فصل علی ما قاله قاضی خان۔"[۲۲]

شرنبلالی نے کہا کہ اس سلسلے میں علما کا اختلاف ہے۔ بعض علما نے ابوامامہ کی حدیث جسے ابوداؤد نے اپنی سند سے حضرت ابوامامہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے عصائے مبارک سے ٹیک لگائے ہوئے ہمارے پاس تشریف لائے تو آپ کے لیے ہم کھڑے ہو گئے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کھڑے مت ہوا کرو جیسے عجمی لوگ ایک دوسرے کے لیے کھڑے ہوتے ہیں، سے استدلال کرتے ہوئے قیام کو ناجائز کہا ہے۔

اور بعض نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قیام

---

(۲۱) [مرجع سابق]

(۲۲) [مرجع سابق]

سے استدلال کرتے ہوئے قیام کو جائز کہا ہے۔ اور بعض فقہا نے قاضی خاں کے قول کی روشنی میں فرق بیان کیا ہے۔"

اور قنیہ میں مسطور ہے:

"ولا یکرہ قیام الجالس فی المسجد لمن دخل علیه تعظیما له (شط) فی "مشکل الآثار" القیام لغیرہ لیس بمکروہ لعینه وانما المکروہ محبة القیام من الذی یقام له فإن لم یحب القیام وقاموا له لا یکرہ لهم۔ قال رضی الله تعالیٰ عنه: وقیام قاری القرآن لمن یجیء علیه تعظیما له لا یکرہ إذا کان ممن یستحق التعظیم وقیل له أن یقوم بین یدی العالم تعظیما له فأما فی حق غیرہ لا یجوز۔

مسجد میں بیٹھنے والے شخص کا بعد میں آنے والے کی تعظیم کے لیے کھڑا ہونا مکروہ نہیں ہے۔ (شرح مشکل الآثار) اور مشکل الآثار میں ہے کہ غیر کے لیے نفس قیام مکروہ نہیں ہے۔ بلکہ اس شخص کے لیے قیام مکروہ ہے جو اس کو اپنے لیے قیام پسند کرتا ہو، تو جو اپنے لیے قیام پسند نہ کرتا ہو اس کے لیے کھڑا ہونا مکروہ نہیں ہے۔ (۴۳)

اور "الدر المختار، میں ان اختلافات کی طرف اس نظم میں اشارہ کیا گیا ہے۔

"ومن قام إجلالا لشخص فجائز، وفی غیر أهل العلم بعض یقرر۔ (۴۴)

سوال۔ ﴿۹﴾

آپ نے فقہا کے اقوال اور ان کے اختلافات ذکر کیے مگر یہ معلوم نہ ہوا کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر ولادت کے وقت قیام حرمت کے قول میں داخل رہا یا نکل گیا۔

---

(۴۳) (اور امام طحاوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ قاری قرآن کا کسی آنے والے کے لیے تعظیماً کھڑا ہونا مکروہ نہیں ہے، جب کہ وہ مستحق تعظیم ہو۔ اور کہا گیا ہے کہ وہ عالم دین کی تعظیم کے لیے کھڑا ہو اس کے علاوہ کسی اور کے لیے کھڑا ہونا جائز نہیں۔) [قنیۃ المنیۃ لتتمیم الغنیۃ فی الفقہ الحنفی: کتاب الکراھیۃ وغیرہ، باب فی السلام والمصافحۃ والقبلۃ وتشمیۃ العاطس۔ ص ۲۷۲۔ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت]

(۴۴) (یعنی کسی شخص کی تعظیم کے لیے کھڑے ہونا جائز ہے۔ اور علمائے کرام کے علاوہ کسی اور کے لیے کھڑا ہونا بھی بعض فقہا کا موقف ہے۔) [الدر المختار: ۲۶۹۔ باب الاستبراء وغیرہ]

جواب۔ ﴿۹﴾

آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر ولادت کے وقت کھڑا ہونا ہرگز حرمت کے قول میں داخل نہیں ہے اور نہ ایسا ہو سکتا ہے، اس لیے کہ جن علما نے قیام کو حرام بتایا ہے انہوں نے قیام بعض الی البعض کو، جو عجمیوں کے قیام تعظیمی کی طرح ہوتا ہے، حرام بتایا ہے۔ اور یہاں (ذکر ولادت کے وقت) قیام بعض الی البعض کی صورت میں ہرگز متصور نہیں ہے، اس لیے کہ یہاں یعنی مجلس میلاد شریف میں کل اہل جلسہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قیام کی اتباع میں قیام کرتے ہیں اور کوئی کسی دوسرے کے لیے قیام نہیں کرتا ہے، کہ وہ قیام بعض الی البعض کی صورت میں داخل ہو کر منع ہو یا علما اس میں اختلاف کریں۔

سوال۔ ﴿۱۰﴾

حدیث گذشتہ سے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ابتدا سے انتہا تک قیام ثابت ہوتا ہے اور یہاں یہ رواج ہے کہ ابتدا اور انتہا میں بیٹھتے ہیں اور وسط میں قیام کرتے ہیں، تو یہ جائز ہے یا بدعت؟

جواب۔ ﴿۱۰﴾

یہ جائز ہے۔ اس لیے کہ ترمذی و مشکاۃ کی گذشتہ حدیث شریف سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قیام صرف اپنی پیدائش، نسبی افتخار اور شرافت ذاتی کو ذکر کرنے کے لیے، ابتدا تا انتہا ثابت ہے اور یہاں قیام سے پہلے اور قیام کے بعد ان امور کے علاوہ بھی ذکر ہوتا ہے لہٰذا فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع میں ان تینوں (ذکر پیدائش، افتخار نسب اور شرافت ذاتی) کے ذکر کے ساتھ قیام کی تخصیص کی جاتی ہے۔ اور چوں کہ قبل قیام و بعد قیام ان مذکورہ تینوں امور کے علاوہ بھی ذکر ہوتا ہے لہٰذا وہاں قیام نہیں ہوتا۔

سوال۔ ﴿۱۱﴾

ان تین امور کے علاوہ وہ امور جو بیٹھ کر بیان ہوتے ہیں اگر وہ بھی کھڑے ہو کر بیان کیے جائیں تا کہ ابتدا سے انتہا تک قیام ہو اور بیٹھنا نہ پڑے تو (اس میں) کیا نقصان ہے؟

جواب۔ ﴿۱۲﴾

اول نقصان یہ ہے کہ:

حدیث گذشتہ سے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قیام ان تین امروں (ذکر پیدائش، افتخار نسب اور شرافت ذاتی) کے لیے ثابت ہے۔ ان تین امروں کے علاوہ اور کسی امر کا ذکر حدیث میں نہیں ہے۔ بالفرض اگر یہاں تین امروں کے ساتھ اور امور بھی ملائے جائیں تو اتباع فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ وہ ان تینوں امور کے لیے تخصیص قیام ہے فوت ہو جائے گی۔

نیز اگر یہ شخص ان تین امور کے ساتھ قیام کی تخصیص اس لحاظ سے نہیں کرتا کہ یہ تخصیص بدعت ہے تو اس خیال کی بنیاد پر یہ شخص خود گمراہ اور فعل رسول اللہ، جو حدیث صحیح سے ثابت ہے، کا منکر ہوا۔ اور اس صحابی کی بشارت سے محروم رہے گا جس نے حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا:

"والذی نفسی بیدہ، لا أزید علی هذا شیئا أبدا، ولا أنقص منه۔[۲۵]

یعنی قسم ہے خدا کی! میں اس سے نہ زیادہ کروں گا نہ کم۔"

آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے حق میں بشارت فرمائی کہ جنتی کو دیکھنے سے جس کا جی خوش ہو وہ ان کو دیکھ لے۔[۲۶]

اور محروم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فعل پر زیادتی کی۔ اس لیے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف تین امور کے لیے قیام فرمایا تھا اور اس نے ان تین امروں کے علاوہ اور بھی امر زیادہ کیا۔ اور بشارت کا سبب قول اور فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر عدم زیادتی ہے۔ اور یہاں زیادتی محقق ہو گئی۔ لہٰذا اس بشارت سے جو عدم زیادتی اور نقصان کے سبب سے وارد ہے، محروم رہے گا۔

سوال۔ ﴿۱۳﴾

حدیث گذشتہ سے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر پیدائش کے وقت قیام علی الدوام

---

(۲۵) [صحیح مسلم: ج۱ ص ۴۴۔ الرقم، ۱۴۔ باب بیان الإیمان الذي یدخل به الجنة.......]

(۲۶) (الفاظ حدیث یہ ہیں: "من سرہ أن ینظر إلی رجل من أهل الجنة، فلینظر إلی هذا)

ثابت نہیں ہوتا ہے پھر لوگ ہمیشہ کیوں قیام کرتے ہیں اور جو کوئی قیام نہ کرے اس کو برا کیوں جانتے ہیں؟

جواب۔ (۱۴)

اگر علی الدوام آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قیام فرماتے تو یہ قیام سنت مؤکدہ ہوتا۔ اور آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قیام پر مواظبت نہیں فرمائی ہے تو مستحب ہوا۔ اور مستحب پر دوام کرنا بالاتفاق سب اہل اسلام کے نزدیک مستحسن ہے اور جو کوئی قیام نہ کرے تو اس کو کوئی برا بھی نہیں جانتا۔ ہاں اگر قیام اس لیے نہیں کرتا کہ قیام کو بدعت سمجھتا ہے، تو غور کا مقام ہے۔ اس لیے کہ اگر کوئی شخص اس قیام کو بدعت کہے باوجود یہ کہ ترمذی و مشکاۃ کی گزشتہ حدیث صحیح سے یہ ثابت ہے کہ قیام، فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے، تو گویا اس شخص نے فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بدعت اور ضلالت کہا۔ اس لیے کہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ ہر بدعت ضلالت ہے۔ اور کوئی مسلمان ایسا نہ ہوگا جو کہ فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بدعت کہنے والوں کو اچھا جانے۔ بلکہ خود اس بدعت کہنے والے سے پوچھنا چاہیے کہ اگر کوئی شخص فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بدعت کہے تو اس کا کیا حکم ہے؟ اور اگر وہ یہ کہے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر پیدائش کے وقت قیام، فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہیں ہے تو اس کو ترمذی اور مشکاۃ کی حدیث گذشتہ دکھلانا چاہیے اور اس سے یہ پوچھنا چاہیے کہ

قام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی المنبر، (یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منبر پر قیام فرمایا) جو حدیث ذکر پیدائش کے بیان میں وارد ہے تو اس کے کیا معنی ہیں؟

مجھ کو یقین ہے کہ اگر اس شخص کو فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی متابعت منظور ہوئی اور فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بغض و حسد نہ ہوا تو ذکر پیدائش کے وقت آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قیام کو آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہی فعل بتائے گا اور بدعت کہنا چھوڑ کر سنت کہنے کا قائل ہوگا۔

(تنبیہ) یہ نہایت پر خطر مقام ہے کہ (کوئی بندہ) فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بدعت کہے اور متبع فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بدعتی اور مشرک سمجھے۔

سوال۔﴿۱۵﴾

حاضرین مجلس میلاد کے لیے اگر قیام اس لیے سنت ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے ذکر پیدائش کے وقت قیام فرمایا ہے تو آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بروز عیدین و جمعہ خطبہ ارشاد فرماتے وقت بھی منبر پر قیام فرمایا ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ لوگ بروز عید اور جمعہ قیام نہیں کرتے ؟

جواب۔﴿۱۵﴾

حدیث صحیح میں وارد ہے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بروز عید منبر پر بحالت قیام خطبہ دیتے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حکم جلوس فرمایا ہے۔ (یعنی بیٹھنے کا حکم فرمایا ہے) اور حکم جلوس کی تعمیل، بغیر ترک قیام نہیں ہو سکتی ہے۔ لہٰذا یہاں حکم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سبب قیام ترک ہوا۔ اور وہ حدیث یہ ہے جو ابوداؤد میں بروایت عبداللہ بن سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی ہے۔

"عن عبد الله بن السائب، قال: شهدت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم العيد، فلما قضى الصلاة، قال: إنا نخطب، فمن أحب أن يجلس للخطبة فليجلس، ومن أحب أن يذهب فليذهب۔"(۲۷)

نیز بروایت ابوداؤد حدیث میں وارد ہے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بروز جمعہ منبر پر مستوی ہو کر (کھڑے ہو کر) صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حکم جلوس فرمایا، یہاں تک کہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس حکم کو سنتے ہی مسجد کے دروازے پر بیٹھ گئے۔ حدیث یہ ہے:

"عن جابر، قال: لما استوى رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم الجمعة، قال: اجلسوا، فسمع ذلك ابن مسعود، فجلس على باب المسجد، فرآه رسول الله صلى الله عليه وسلم،

---

(۲۷) (یعنی حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: کہ میں عید میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر تھا، جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز عید سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ اب ہم خطبہ دیں گے تو جسے پسند ہو کہ خطبہ سننے کے لیے بیٹھے تو وہ بیٹھ جائے اور جو جانا چاہتا ہو وہ چلا جائے۔) [سنن ابوداؤد: ج ا ص ۳۰۰۔ الرقم، ۱۱۵۵۔ باب الجلوس للخطبۃ]

فقال: تعال یاعبداللہ بن مسعود۔ (۲۸)

سوال۔﴿۱۶﴾

آں حضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے ذکر پیدائش کے وقت قیام اگر چہ ترمذی اور مشکاۃ شریف کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے مگر اس قیام کا انتہائی درجہ استحباب ہے۔اور مستحب کا ترک کرنا جائز ہے، مگر یہاں کے لوگ قیام پر ایسا اصرار کرتے ہیں کہ کبھی اس قیام کو ترک نہیں کرتے ہیں۔ اور فرض وواجب کی طرح اس عمل پر دوام کرتے ہیں۔ تو یہ دوام اس قیام پر جائز ہے یا بدعت؟

جواب۔﴿۱۶﴾

چند امور یہاں یقین الثبوت ہیں۔

اول امر یہ ہے کہ کوئی فرد بشر اس قیام کو نہ فرض سمجھتا ہے نہ واجب۔ اور اس امر کے مشہور ہوجانے کے سبب اس قیام پر دوام کی وجہ سے کوئی بھی قیام کا رتبہ استحباب سے زائد نہیں بتلاتا ہے، نہ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ قیام واجب یا فرض ہے۔

اور دوم (دوسرا) امر یہ ہے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے ذکر پیدائش کے وقت قیام مستحب اور فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ہے، جیسا کہ ترمذی اور مشکاۃ کی حدیث سے ثابت ہو چکا۔ اور ہر مستحب پر دوام کرنا اس نیت سے کہ یہ امر مستحب ہے فرض نہیں، مستحسن ہے مذموم نہیں۔ چناں چہ حدیث صحیح میں وارد ہے:

"قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: أحب الأعمال إلی اللہ تعالی أدومها۔ (۲۹)

(یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:) اللہ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ فعل وہ ہے جس پر

---

(۲۸) (یعنی حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم جب جمعہ کے دن منبر پر تشریف فرما ہوئے تو لوگوں سے فرمایا بیٹھ جاؤ! عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہما نے جب اس حکم کو سنا تو وہ مسجد کے دروازے پر ہی بیٹھ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے جب دیکھا تو فرمایا کہ اے عبداللہ بن مسعود مسجد کے اندر آجاؤ۔)

[سنن ابوداود: ج۱ ص۲۸۶۔ الرقم، ۱۰۹۱۔ باب الإمام یکلم الرجل فی خطبتہ]

(۲۹) [صحیح بخاری: ج۸ ص۹۸۔ الرقم، ۶۴۶۴۔ باب القصد والمداومۃ علی العمل۔

صحیح مسلم: ج۱ ص۵۴۱۔ الرقم، ۷۸۳۔ باب فضیلۃ العمل الدائم من قیام اللیل وغیرہ]

دوام کیا جائے (اگر چہ وہ کم ہو۔)

لہذا تمام اہل اسلام کا اس بات پر اجماع ہے کہ مستحباتِ صوم وصلاۃ، حج اور زکوۃ وغیرہا پر دوام کرنا امر مستحسن ہے۔ اور اگر امر مستحب پر دوام شرک اور بدعت ہوتا تو ائمہ دین میں سے کوئی بھی مستحبات صوم وصلاۃ اور زکاۃ پر دوام نہ کرتے، بلکہ ان مستحبات کو ہمیشہ نہ کر کے کبھی کبھی ادا کرتے۔ باوجود یہ کہ یہ امر خلاف اجماع ہے۔ نیز جناب مولانا مولوی احمد علی صاحب سہارنپوری نے جو جواب استفتاے مجلس میلاد میں لکھا ہے اور جسے علماے دیو بند نے "براہین قاطعہ" کے صفحہ ۱۳۲۔ میں نقل کیا ہے لکھتے ہیں:

آرے بعضے اوقات التزام بعض امر مستحب چناں کردہ می شود کہ عملاً بصورت واجب می نمایدو بااین ہمہ اگر اعتقاد فاعلش بوجوب آں نیست در حق او بدعت نخواہد شد۔ (۳۰)

اب جناب مولوی احمد علی صاحب کے جواب استفتا سے بھی معلوم ہوا کہ مستحب پر دوام بدعت اور مذموم نہیں ہے۔ البتہ مولوی صاحب نے اپنے جواب استفتا میں یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ اس امر مستحب پر اصرار جو موجب فساد عقائد عوام ہوتا ہے یعنی عوام اس کو واجب یا فرض سمجھیں گے، نیز عوام ان امور کے تارک کو تارک صلاۃ وصوم سے بدتر سمجھتے ہیں، لہذا اس کو ترک کرنا چاہیے۔

جواب اس اشکال کا یہ ہے کہ اس زمانے میں ایسے عوام الناس نہیں ہیں کہ مستحبات مجلس میلاد شریف کو فرض یا واجب سمجھیں۔ اور بالفرض اگر ایسے عوام الناس بھی ہوں تو ان کا علاج یہ ہے کہ مولود خواں اپنے قیام کے وقت صاف صاف بیان کرے کہ یہ امور یعنی قیام وغیرہ مستحبات میں سے ہیں اور کوئی ان کو فرض اور واجب نہ سمجھے ورنہ گنہ گار ہو گا۔

البتہ یہاں تارک قیام کو لوگ اس لیے بُرا سمجھتے ہیں کہ اس قیام مستحب کو جو حدیث ترمذی اور مشکاۃ شریف سے ثابت ہوا، (مانعین قیام) اس قیام مستحب کو بدعت اور شرک جانتے ہیں۔ اور جو

---

(۳۰) (یعنی بعض اوقات کسی امر مستحب کا التزام اس طرح کیا جاتا ہے وہ عملاً واجب لگنے لگتا ہے، اس کے باوجود بھی اگر اس امر مستحب کرنے والے کے اعتقاد میں وہ عمل مستحب ہی ہے واجب نہیں ہے تو یہ عمل اس کے حق میں بدعت نہیں ہو گا۔) [البراھین القاطعۃ: ص۱۳۶۔ مطبع ہاشمی دہلی]

کوئی شخص فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شرک اور بدعت کہے تو کوئی مسلمان اس کو اچھا نہیں کہے گا۔ (جو اچھا کہے گا) وہ اپنے تجدید ایمان کی فکر میں رہے۔

نیز مولود خواں حضرات کو لازم ہے کہ قیام کے تعلق سے مذکورہ حدیث صحیح کو خوب رواج اور اشاعت دیں۔ اس لیے کہ اس حدیث صحیح پر رسول اللہ صل اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد لوگوں کا عمل متروک ہوا ہے۔ اور صحیح حدیث میں وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

جو حدیث کہ میرے بعد متروک ہو جائے اور کوئی شخص اس کو رواج دے تو رواج دینے والے کو اتنا ثواب ملے گا جتنا اس حدیث پر عمل کرنے والوں کو ملتا ہے۔ اور وہ حدیث یہ ہے جو کہ ترمذی اور ابن ماجہ میں وارد ہے:

وعن بلال بن الحارث المزنی قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من أحيا سنة من سنتي قد أميتت بعدی فإن له من الأجر مثل أجور من عمل بها من غير أن ينقص من أجورهم شيئاً۔ (۳۱)

نیز یہ زمانہ فساد کا زمانہ ہے اس لیے کہ جہل اور بدعت غالب ہے۔ اور حدیث قیام بوقت ذکر پیدائش آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحیح حدیث ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میری حدیث پر عمل کرنے سے عمل کرنے والوں کو سو (۱۰۰) شہیدوں کا ثواب ملے گا۔

لہذا مولود خواں حضرات پر لازم ہے کہ اس فساد کے زمانے میں اس حدیث قیام پر تہ دل سے عمل کریں، تاکہ سو شہیدوں کے ثواب سے محروم نہ رہیں۔ حدیث یہ ہے جو کہ مشکاۃ شریف میں

---

(۳۱) (یعنی حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:
جس نے میری کسی ایک متروک سنت کو جاری کیا تو اس جاری کرنے والے کو اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا اس سنت پر عمل کرنے والے کو ملتا ہے۔ ان کے اجر و ثواب میں کچھ کمی کے بغیر۔)
[مشکاۃ المصابیح: ج۱ ص۵۹۔ الرقم، ۱۶۸۔ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ۔
سنن ترمذی: ج۵ ص۴۵۔ الرقم، ۲۶۷۷۔ باب ماجاء في الأخذ بالسنۃ واجتناب البدع۔
سنن ابن ماجہ: ج۱ ص۷۶۔ الرقم، ۲۱۰۔ باب من أحیا سنۃ قد أمیتت]

برایت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارد ہے۔

"وعن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من تمسك بسنتي عند فساد أمتي فله أجر مائة شهيد۔"(۳۲)

آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکرِ ولادت کے وقت حاضرین جلسہ کے قیام کے استحباب کی دوسری وجہ یہ ہے کہ:

تمام حاضرین جلسہ میلاد شریف کو یہ آرزو اور اشتیاق ہوتا ہے کہ روایات اور احادیث نبویہ جس میں پیدائش آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بیان ہے سنیں گے اور سیکھیں گے۔ لہٰذا جس وقت مولود خواں ان روایات کو شروع کرتے ہیں تو سب سننے والے اور سیکھنے والے ان کی طرف قیام کرتے ہیں اور احادیث نبوی کو سننے اور سیکھنے کے وقت قیام، خلفاے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی سنت ہے۔ اور کوئی مسلمان خلفاے راشدین کی سنت کو بدعت سیئہ نہیں کہہ سکتا، اس لیے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی اور خلفاے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی سنت کو بدعت کی ضد قرار دیا ہے۔ اور یہ حکم فرمایا ہے:

"فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء المهديين الراشدين، تمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذ، وإياكم ومحدثات الأمور، فإن كل محدثة بدعة، وكل بدعة ضلالة۔"(۳۳)

پس لازم پکڑو میرے طریقہ کو اور خلفاے راشدین کے طریقے کو جو ہدایت یافتہ ہیں۔ اور ان کے طریقے کو مضبوط پکڑے رہو۔ اور نئی باتوں سے بچو، اس لیے کہ جو نئی بات ہے بدعت ہے اور جو بدعت ہے وہ گمراہی ہے۔

اور قیام کا قصہ جو کہ مشکاۃ شریف میں حدیث صحیح میں وارد ہے، وہ یہ ہے کہ حضرت عثمان غنی

---

(۳۲) (یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت میں فساد پیدا ہونے کے وقت جس شخص نے میری سنت کو مضبوطی سے تھامے رکھا اس کے لیے سو شہیدوں کا ثواب ہے۔)

[مشکاۃ المصابیح: ج۱ص ۶۲۔ الرقم، ۱۷۶۔ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ]

(۳۳) [سنن ابوداؤد: ج۷ ص۱۶، ۱۷۔ الرقم، باب فی لزوم السنۃ]

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث سننے اور سیکھنے کے وقت قیام کیا ہے۔ اور اس وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی موجود تھے۔ اور ان دونوں (حضرت ابو بکر وحضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما) میں سے کسی نے منع بھی نہیں کیا، اگر قیام بدعت، ضلالت اور شرک ہوتا تو ان تینوں خلفا سے ایسا امر ظاہر نہ ہوتا۔ اس کا مختصر قصہ یہ ہے کہ:

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو سلام کیا، انہوں نے سلام کا جواب نہ دیا، لہذا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے اس امر کی شکایت کی کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا۔ تو وہ دونوں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ: تم نے اپنے بھائی کے سلام کا جواب کیوں نہیں دیا؟

انہوں نے کہا کہ میں نے ایسا نہیں کیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تم نے بے شک ایسا کیا ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ: مجھ کو علم نہیں ہوا کہ آپ سلام کر کے گزر گئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ سچ کہا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ کسی سبب کی وجہ سے ان کا خیال نہیں رہا ہوگا۔ تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ:

بے شک یہ بات صحیح ہے۔ لہذا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت کیا کہ وہ کیا امر ہے؟ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: وہ امر یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا اور خطروں اور وسوسوں کا علاج میں نے آپ سے دریافت نہیں کیا۔ تو صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نے یہ علاج حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا ہے، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

میں صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف کھڑا ہو گیا اور میں نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ آپ اس کے سزاوار (مستحق) ہیں کہ آپ سے پوچھا جائے۔

یہاں حدیث شریف کا ضروری حصہ نقل کرتا ہوں۔

"قال أبو بكر قد سألته عن ذلك قال فقمت إليه فقلت له بأبي أنت وأمي أنت أحق بها قال أبو بكر قلت يا رسول الله ما نجاة هذا الأمر فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم من قبل مني

الكلمة التي عرضت على عمي فردها فهي له نجاة۔ رواه أحمد۔ (۳۴)

اس حدیث شریف سے یہ ثابت ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس مسئلہ کی زیادہ رغبت واشتیاق رکھتے تھے اس کی سماعت کے لیے انہوں نے قیام کیا اور اس مسئلہ کے بیان سے قبل دونوں خلفا کے تشریف لانے اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استفسار کے وقت بھی انہوں نے قیام نہیں کیا۔ اگرچہ وہ استفسار بھی مسائل شرع سے باہر نہیں تھا مگر قیام کا باعث صرف وہ مسئلہ ہوا جس سے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ زیادہ رغبت رکھتے تھے۔ علی ھذا القیاس۔

یعنی مجلس میلاد شریف میں بھی لوگ جس مسئلہ سے زیادہ رغبت رکھتے ہیں اس کی سماعت کے لیے قیام کرتے ہیں اور وہ مسئلہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیدائش کا مسئلہ ہے۔

سوال۔ ﴿۱۷﴾

چوں کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث سننے کے لیے قیام کیا تھا لہذا ایہاں بھی اگر آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر ولادت کو زیادہ رغبت سے سننے والے اتباعاً لقیام عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ قیام کریں تو بجا ہے۔ اور اس مسئلہ کے ذکر کرنے والے یعنی مولود خواں جو بمقدار ذکر پیدائش آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قیام کرتے ہیں اور اس سے بعد اور قبل قیام نہیں کرتے ہیں اس لیے شاید ان کا یہ فعل بدعت ہو نہ کہ سنت؟

---

(۳۴) (یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وسوسوں کے علاج کے بارے میں پوچھا تھا۔ تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں ان کے لیے کھڑا ہو گیا اور میں نے ان سے کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ اس کے زیادہ حق دار ہیں۔ بعدہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، اس سے نجات کا کیا راستہ ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا) جس نے وہ کلمہ (یعنی لا الہ الا اللہ) مجھ سے قبول کر لیا جو میں نے اپنے چچا (ابو طالب) پر پیش کی تھی جسے انہوں نے رد کر دیا تھا۔ اس کے لیے (یعنی جس نے کلمہ قبول کر لیا) نجات ہے۔)

[مشکاۃ المصابیح: ج ۱ ص ۱۹۔ الرقم، ۴۱۔ کتاب الایمان]

جواب۔﴿۱۷﴾

ذکر کرنے والوں کا آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بمقدار ذکر پیدائش قیام مستحب ہے، اس لیے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے ذکر پیدائش کے وقت قیام فرمایا ہے۔ چناں چہ ترمذی کی حدیث گذشتہ سے ثابت ہو چکا ہے اور بکرات و مرات (بار بار) واقع ہوا ہے، کہ راوی نے بوقت روایت حدیث جو فعل کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خاص حدیث فرمانے کے وقت میں ابتدا سے انتہا تک صادر ہوا ہے، تو اس فعل کو بھی ابتداے حدیث سے انتہا تک نقل کیا ہے۔ چناں چہ حدیث مسلسل کے اقسام کے دریافت کرنے سے یہ امر بخوبی معلوم ہوگا کہ اُس فعل کا نقل کرنا جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حدیث کی ابتدا سے اختتام تک صادر ہوا ہے مستحب ہے نہ کہ بدعت۔

اور من جملہ اقسام حدیث میں سے ایک حدیث وہ ہے جو حدیث مسلسل بقبض لحیۃ، ہو۔ اور وہ یہ ہے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیث شریف بیان فرمانے کے وقت اپنی لحیۃ (داڑھی) مبارکہ پر ہاتھ رکھ کر کے حدیث شریف بیان فرمائی ہو تو صحابی بھی اسی کیفیت کے ساتھ ابتداے حدیث سے انتہاے حدیث تک اپنے شاگرد سے یہ بیان کرے۔ ھکذا الی یومنا۔ (اسی طرح ہے آج تک)۔ دوسرے ان اقسام میں حدیث مسلسل بتشبیک ہے۔

اور وہ یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابی کی انگلیوں میں اپنی انگلیاں مبارک داخل کر کے حدیث بیان فرمائی ہو، اور صحابی نیز اپنے شاگرد سے اس حدیث کو ابتدا سے انتہا تک بتشبیک کر کے بیان فرمائے۔ ھکذا الی یومنا۔ (اسی طرح ہے آج تک)

اور اسی پر قیاس ہے حدیث مسلسل بقبض ید اور ان سب اقسام حدیث مسلسل کو، یہ تعریف جس کو علامہ جرجانی نے رسالہ اصول حدیث میں بیان کیا ہے، شامل ہے۔

”المسلسل: ما تتابع فیہ رجال الإسناد إلی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم عند روایتہ علی حالۃ واحدۃ۔“[۳۵]

---

(۳۵) (یعنی مسلسل وہ حدیث ہے کہ جس میں سند کے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک، روایت کرتے وقت ایک ہی حالت میں رہیں۔)

[رسالۃ فی علم اصول الحدیث: ص ۵۴۔ فصل فی الاعتبار والغریب والعزیز]

غور کرنا چاہیے کہ صحابیوں رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ان سب اقسام حدیث مسلسل میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وہ فعل جو حدیث فرماتے وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صادر ہوا ہے۔ ابتدائے حدیث سے انتہائے حدیث تک حدیث کے ساتھ نقل کیا ہے۔ اور حدیث سے قبل اور بعد اس فعل کو نقل نہ کیا۔ لہٰذا یہاں بھی قیام جو آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اپنے ذکر پیدائش کے وقت صادر ہوا ہے اگر راوی ذکر پیدائش کے ساتھ اس قیام کو ابتدا سے انتہا تک نقل کرے اور ذکر پیدائش سے قبل اور بعد قیام نہ کرے تو یہ قیام مستحب ہوگا نہ کہ بدعت۔

سوال۔ ﴿۱۸﴾

یہ حدیث قیام بوقت ذکر پیدائش آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، حدیث مسلسل نہیں ہے۔

جواب۔ ﴿۱۸﴾

میں یہ نہیں کہتا ہوں کہ حدیث قیام، حدیث مسلسل ہے، بلکہ میری مراد یہ ہے کہ حدیث مسلسل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ فعل یا قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو ارشاد حدیث کے وقت میں آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صادر ہوا ہے۔ حدیث کے ساتھ نقل کرنا بدعت نہیں ہے بلکہ مستحب اور صحابی کا فعل ہے۔ علیٰ ھذا القیاس، اپنی پیدائش کے ذکر کے وقت آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قیام کرنا بھی صادر ہوا ہے۔ اگر راوی ذکر پیدائش کے ساتھ اس کو نقل کرے تو بدعت نہ ہوگا۔

غور کا مقام ہے کہ بخاری شریف میں بروایت نافع حدیث شریف مروی ہے۔

کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس منحر خاص [خاص قربان گاہ] میں قربانی کرتے تھے جہاں آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قربانی کی تھی۔ اور باوجود یہ کہ "منیٰ" کل منحر ہے۔ یعنی منیٰ میں جہاں بھی قربانی کی جائے، قربانی جائز ہے مگر اتباع فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابہ کرام پر ایسا غالب تھا کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فعل سے بال برابر انحراف نہ کرتے تھے، تو یہاں بھی لازم ہے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے ذکر پیدائش کے وقت قیام فرمایا ہے تو مولود خواں بھی ویسے ہی قیام کریں، تاکہ فعل رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے انحراف لازم نہ آئے، اور وائے (افسوس) ہے ان لوگوں کے حال پر جو اس قیام کو بدعت کہتے

ہیں۔اور حدیث بخاری جو نافع سے مروی ہے وہ یہ ہے:

"عن نافع، أن عبد الله رضی الله عنه کان ینحر فی المنحر قال عبید الله: منحر رسول الله صلی الله علیه وسلم۔"[۳۶]

حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما "منحر" میں قربانی فرماتے تھے۔ حدیث کے راوی عبید اللہ نے کہا کہ یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منحر، مراد ہے۔"

اور قسطلانی نے لکھا ہے کہ "منیٰ" کل منحر ہے۔(یعنی "منیٰ" کا سب علاقہ قربان گاہ ہے) مگر عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، کی شدت اتباع کے سبب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منحر کی تخصیص کرتے تھے۔

(حالاں کہ) یہ افضل تھا نہ کہ واجب۔ قسطلانی کی عبارت یہ ہے:

"ومنی کلها منحر فلیس فی تخصیص ابن عمر بمنحره علیه الصلاة والسلام دلالة علی أنه من المناسك لکنه کان شدید الاتباع للسنة نعم فی منحره علیه الصلاة والسلام فضیلة علی غیره۔"[۳۷]

سوال۔ ۱۹

یہاں پر رواج ہے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر پیدائش اور قیام کے وقت اشعار فخریہ اور نعتیہ بھی پڑھے جاتے ہیں آیا ان اشعار کا پڑھنا قیام کے وقت میں جائز ہے یا بدعت؟

---

(۳۶) [صحیح بخاری: ج۲ص ۱۷۱۔ الرقم، ۱۷۱۰۔ باب النحر في منحر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بمنی]

(۳۷) (یعنی منیٰ کا تمام علاقہ قربانی کی جگہ ہے، لہٰذا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قربانی کے مقام کو مخصوص کرنے میں یہ دلیل نہیں کہ وہ مناسک حج میں سے ہے، بلکہ ان کا یہ فعل اس لیے تھا کہ وہ سنت کی سختی سے اتباع کرتے تھے۔ ہاں، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قربانی کے مقام کو دوسروں پر فضیلت حاصل ہے۔)

[ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری: ج۳ص ۲۴۴۔ الرقم، ۱۷۱۰۔ باب النحر فی منحر النبی صلی اللہ علیہ وسلم، بمنی]

جواب۔ ﴿۱۹﴾

اشعار فخریہ اور نعتیہ پڑھتے وقت قیام کرنا اور آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شرافت ذاتی اور علو نسبی کا بیان خصوصًا ایسے وقت میں کہ ذکر پیدائش صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی شی مرتفع جیسے منبر یا مانند منبر، پر ہو، سنت ہے نہ کہ بدعت۔

چناں چہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے حکم سے اشعار فخریہ اور نعتیہ پڑھنے کے لیے منبر عطا فرمایا تھا، اور انہوں نے (حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے) آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منبر پر قیام کر کے (کھڑے ہو کر) اشعار فخریہ اور نعتیہ پڑھے۔ اور حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی شان میں فرمایا کہ: ”حسان بن ثابت کو روح القدس مدد دیتے ہیں۔“

اب کون سا ایسا مسلمان ہوگا، کہ اگر کوئی شخص فعل نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اقتدا اور فعل صحابی کی اتباع میں آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر پیدائش کے وقت اشعار مدحیہ سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منبر یا مثل منبر شی مرتفع (کسی اونچی جگہ) پر قیام کر کے پڑھے، تو وہ اس کو بدعت سمجھے گا؟

چناں چہ ترمذی شریف میں بروایت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مروی ہے:

”عن عائشة، قالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يضع لحسان منبرا في المسجد يقوم عليه قائما يفاخر عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أو قالت: ينافح عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ويقول رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الله يؤيد حسان بروح القدس ما يفاخر، أو ينافح عن رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ هكذا في البخاري۔ (۳۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے مسجد نبوی میں منبر بچھواتے تھے جس پر وہ کھڑے ہو کر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے فخر بیان کرتے تھے۔ (یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان رفیع میں فخریہ اشعار پڑھتے تھے) یا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: وہ رسول اللہ

---

(۳۸) [سنن ترمذی: ج۵ ص ۱۳۸۔ الرقم، ۲۸۴۶۔ باب ماجاء فی إنشاد الشعر]

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دفاع میں اشعار پڑھتے تھے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح القدس کے ذریعے مدد فرماتا ہے، جب تک وہ میری مدح میں فخر کریں یا میرا دفاع کریں۔

(ایسا ہی صحیح بخاری [ج۸ ص۳۶۔ الرقم، ۶۱۵۳] میں ہے۔)

سوال۔ ﴿۲۰﴾

اشعار کا گانا غنا ہے اور حدیث صحیح میں وارد ہے کہ غنا نفاق کو دل میں ایسے اگاتا ہے جیسے پانی کھیتی کو۔ اور وہ حدیث یہ ہے:

"وعن جابر قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: الغناء ینبت النفاق فی القلب کما ینبت الماء الزرع، رواہ البیہقی فی شعب الإیمان۔"(۳۹)

جواب۔ ﴿۲۰﴾

ہر فرد غنا ایسا نہیں ہے اور اس حدیث میں غنا کے بعض افراد مراد ہیں، اس لیے کہ ایک حدیث بروایت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا صحیح بخاری اور مسلم میں وارد ہے کہ دو لڑکیاں ایام تشریق میں دف بجا کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے غنا کر رہی تھیں (اسی درمیان) حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لے آئے اور آپ نے ان دونوں لڑکیوں کو زجر کیا (ڈانٹا)، تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زبان مبارک کو جنبش دی اور فرمایا۔ اے ابوبکر! انہیں چھوڑ دو، آج عید کا دن ہے۔ اور وہ حدیث یہ ہے:

"وعن عائشۃ قالت: إن أبا بکر دخل علیہا وعندہا جاریتان فی أیام منی تدففان وتضربان وفی روایۃ: تغنیان بما تقاولت الأنصار یوم بعاث والنبی صلی اللہ علیہ وسلم متغش بثوبہ فانتہرہما أبو بکر فکشف النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن وجہہ فقال:

---

(۳۹) (یعنی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: گانا دل میں اس طرح نفاق پیدا کرتا ہے جیسے پانی کھیتی کو۔ اس روایت کو بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے۔) [مشکاۃ المصابیح: ج۳ ص۱۳۵۵۔ الرقم، ۴۸۱۰۔ باب البیان والشعر۔
شعب الایمان للبیہقی: ج۷ ص۱۰۸۔ الرقم، ۴۷۴۶۔]

دعهما یا أبا بکر، فإنها أیام عید۔ (۴۰)

(بعاث میں اختلاف ہے بعض نے کہا کہ ایک جگہ ہے جو مدینہ منورہ سے دو میل کی دوری پر ہے۔ بعض نے کہا یہ قبیلہ اوس کے قلعہ کا نام ہے۔ بعض نے کہا بنی قریظہ کے ایک موضع کا نام ہے۔ نیز اس بحث غنا کا خلاصہ اگلے صفحات میں بخوبی مذکور ہے وہاں دیکھنا چاہیے۔ خدا سے امید ہے کہ اشتباہ کا موقع نہ رہے گا۔ از مصنف)

(اس بحث سے) معلوم ہوا کہ یہ غنا (جو لڑکیوں نے دف بجاتے ہوئے گایا) غناے جائز میں داخل تھا اور یہ اس غنا سے خارج ہے جس کے بارے میں آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ معصیت کو اگانے والا ہے۔

ورنہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس غنا میں کیوں رخصت فرماتے۔ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس غنا کے منع کرنے سے کیوں باز رکھتے؟

نیز ترمذی میں بروایت بریدہ حدیث صحیح وارد ہے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جہاد کے لیے تشریف لے گئے تھے، جس وقت واپس تشریف لائے تو ایک کالی لڑکی آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئی اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میں نے نذر مانی ہے کہ آپ صحیح سالم واپس تشریف لائے تو میں آپ کے سامنے دف بجاکر گاوٴں گی، تو حضرت صلی اللہ

---

(۴۰) (حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی، فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے پاس تشریف لائے اس وقت ان کے پاس دو لڑکیاں موجود تھیں۔ جو منیٰ کے دنوں میں دف بجا رہی تھیں اور گانا گا رہی تھیں۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ وہ ان اشعار کو پڑھ رہی تھیں، جو انصار نے یوم بُعاث، کے موقع پر کہے تھے۔ اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی چادر مبارک اوڑھے لیٹے ہوئے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان دونوں لڑکیوں کو ڈانٹا، تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا چہرہ مبارک کھولا اور فرمایا: اے ابوبکر! انہیں چھوڑ دو! کیوں کہ یہ ایام عید ہیں۔)

[مشکاۃ المصابیح: ج ۱ ص ۴۵۱۔ الرقم، ۱۴۳۲۔ باب صلاۃ العیدین۔
صحیح بخاری: ج ۲ ص ۲۳۔ الرقم، ۹۸۷۔ باب: إذا فاتہ العید یصلی رکعتین......
صحیح مسلم: ج ۲ ص ۶۰۸۔ الرقم، ۸۹۲۔ باب الرخصۃ فی اللعب الذی لا معصیۃ فیہ فی أیام العید]

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ایسا ہو تو کر لو! اور وہ حدیث یہ ہے:

"عن بريدة قال: خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم في بعض مغازيه فلما انصرف جاءت جارية سوداء فقالت: يا رسول الله إني كنت نذرت إن ردك الله سالما أن أضرب بين يديك بالدف وأتغنى، فقال لها رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن كنت نذرت فاضربي وإلا فلا۔"(۴۱)

نیز حاشیہ مشکاۃ میں مسطور ہے:

"وفي قولها: (وأتغنى): دليل على أن سماع صوت امرأة بالغناء مباح إذا خلا عن الفتنة۔ كذا قاله على القاري۔"(۴۲)

لڑکی کے قول میں (یعنی گانا گانے کی اجازت مانگنا) اس بات پر دلیل ہے کہ عورت کی آواز میں گانا مباح ہے جس وقت فتنہ سے خالی ہو۔ ایسا ہی ملا علی قاری رحمہ اللہ، نے کہا ہے۔"

پوشیدہ نہ رہے کہ اس حدیث میں آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس لڑکی کو شیطان بھی فرمایا ہے مگر یہ اس وقت فرمایا کہ جب اس کا فعل حد ضرورت سے متجاوز ہو گیا۔ کذا فی المرقات وغیرہ۔(۴۳)

---

(۴۱) (یعنی حضرت بریدۃ رضی اللہ عنہ سے مروی انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی غزوہ میں تشریف لے گئے، پھر جب واپس لوٹے، تو ایک سیاہ فام باندی آئی اور کہنے لگی: یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میں نے نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کو سلامتی کے ساتھ واپس لوٹائے، تو میں آپ کے سامنے دف بجاؤں اور گانا گاؤں، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم نے نذر مانی ہے تو دف بجاؤ، ورنہ نہیں۔) [مشکاۃ المصابیح: ج۳ ص ۱۷۰۵۔ الرقم، ۶۰۴۸۔ باب مناقب عمر۔

سنن ترمذی: ج۵ ص ۶۲۰۔ الرقم، ۳۶۹۰۔ باب في مناقب أبي حفص عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ]

(۴۲) [مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح: ج۹ ص ۳۹۰۲۔ الرقم، ۶۰۴۸۔ باب مناقب عمر رضی اللہ عنہ۔

حاشیہ مشکاۃ از مولوی احمد علی سہارنپوری: ۵۵۸۔ باب مناقب عمر]

(۴۳) (مرقات کی ضروری عبارت ملاحظہ فرمائیں:

(ثم قعدت عليها) أي على استها لتستره عن عمر هيبة، وفي رواية: ثم قعدت عليه أي على الدف (فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم (إن الشيطان ليخاف منك يا عمر) يريد به تلك المرأة السوداء لأنها

نیز بخاری میں بروایت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حدیث صحیح وارد ہے کہ
آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ کی اطاعت کی نذر مانے تو اللہ کی

شیطان الإنس و تفعل فعل الشیطان أو المراد شیطانها الذی یحملها علی فعلها المکروه وهو زیادة الضرب التی هی من جنس اللهو علی ما حصل به إظهار الفرح..... قال التوربشتی وإنما مکنها صلی الله علیه وسلم من ضرب الدف بین یدیه لأنها نذرت فدل نذرها علی أنها عدت انصرافه علی حال السلامة نعمة من نعم الله علیها فانقلب الأمر فیه من صنعة اللهو إلی صنعة الحق ومن المکروه إلی المستحب، ثم إنه لم یکره من ذلك ما یقع به الوفاء بالنذر وقد حصل ذلك بأدنی ضرب ثم عاد الأمر فی الزیادة إلی حد المکروه، ولم یر أن یمنعها لأنه لو منعها صلی الله علیه وسلم کان یرجع إلی حد التحریم، فلذا سکت عنها وحمد انتهاءها عما کانت فیه بمجیء عمر۔

یعنی وہ عورت بیٹھ گئی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے رعب سے اپنے آپ کو چھپالیا۔ ایک روایت میں آیا: پھر وہ دف پر بیٹھ گئی۔ یعنی دف چھپالیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر! شیطان تجھ سے ڈرتا ہے۔ اس جملہ سے مراد وہ سیاہ فام عورت بھی ہو سکتی ہے۔ کیوں وہ بھی شیطان انس کی طرح تھی اور شیطان والا ہی کام کر رہی تھی۔

یا اس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کا شیطان اسے فعل مکروہ یعنی دف بجانے میں حد سے تجاوز کرنے پر ابھار رہا تھا، (یعنی خوشی کے اظہار میں تفریح کی نوعیت کا دف بجانا جو پہلے حاصل ہو چکا تھا اب اس سے زیادہ دف بجا رہی تھی۔)........ تور بشتی نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے دف بجانے کی اجازت اس لیے دی تھی کہ وہ نذر مان چکی تھی۔ اور اس کی نذر اس بات پر دلالت کرتی تھی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سلامتی کو اللہ تعالیٰ کی نعمت سمجھتی تھی۔ تو یہاں لہو کا عمل حق کی طرف، اور مکروہ سے مستحب کے دائرے میں آگیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اتنے معمولی دف بجانے کو ناپسند نہیں فرمایا کیوں اس حد سے نذر پوری ہو رہی تھی۔ لیکن اگر یہ حد سے تجاوز ہوتا تو ضرور مکروہ ہو جاتا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے روکا نہیں، کیوں کہ اگر روکتے، تو یہ ممانعت حرام کے درجے میں آجاتی، اس لیے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاموش رہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آنے سے اس کے عمل کے خاتمے پر خوش ہوئے۔)

[مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح: ج ۹ ص ۳۹۰۲۔ الرقم، ۶۰۴۸۔ باب مناقب عمر رضي اللہ عنہ]

اطاعت کرے اور جو نذر مانے اللہ کی معصیت کی تو معصیت نہ کرے۔ اور وہ حدیث یہ ہے:

"عن عائشة رضی اللہ عنہا، عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: من نذر أن یطیع اللہ فلیطعہ، ومن نذر أن یعصیہ فلا یعصہ۔"(۴۴)

اور حنفیوں کا یہی مذہب ہے کہ نذر طاعت اور قربت میں ہوتی ہے۔ چناں چہ در مختار وغیرہ میں مسطور ہے۔

اب معلوم ہوا کہ اس لڑکی کا غنا بموجب اس حدیث بخاری اور مذہب احناف کی بنا پر کسی تاویل پر طاعت الٰہی اور قربت میں داخل کرنا ہوگا تاکہ بخاری کی حدیث گذشتہ اور حنفیوں کے مطابق نذر صحیح ہو۔ یا اور کسی تاویل سے اس گانے کو مباح کرنا ہوگا، ان علما کے نزدیک جو مباح نذر کو جائز رکھتے ہیں۔

لہٰذا بعض علما نے اس عورت کا غنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر خوشی کے سبب معصیت سے خالی کر کے طاعت اور قربت الٰہی میں داخل کیا تو بموجب حدیث بخاری اور بر بنائے مذہب حنفی نذر صحیح ہوئی۔ اب صاف صاف ثابت ہوا کہ ہر غنا معصیت نہیں ہے، مگر اس کی پہچان کے لیے کہ کون سا جائز اور کون سا ناجائز ہے؟

قاعدہ کلیہ کتب فقہا سے نقل کرنا ضروری ہے۔ اور وہ قاعدہ یہ ہے کہ جس شعر میں حکم اور نصیحت اور وعظ ہو تو جائز ہے۔ اور شک نہیں ہے کہ جن اشعار میں صفات اور شمائل نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منظوم ہوں وہ حکم میں داخل ہے۔ عالم گیری میں مسطور ہے:

"ومنہم من قال یجوز التغنی لدفع الوحشة إذا کان وحدہ ولا یکون علی سبیل اللہو وإلیہ مال شمس الأئمة السرخسی ولو کان فی الشعر حکم أو عبر أو فقہ لا یکرہ کذا فی التبیین، وإنشاد ما ہو مباح

---

(۴۴) (یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی فرماتی ہیں: کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی منت مانگے تو اسے ضرور پورا کرے۔ اور جو کسی ایسے کام کی منت مانگے جس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے تو وہ ہرگز اس منت کو پورا نہ کرے۔)

[صحیح بخاری: ج۸ ص ۱۴۲۔ الرقم، ۲۲۹۶۔ باب النذر فی الطاعة]

من الأشعار لا بأس به وإذا كان في الشعر صفة المرأة إن كانت امرأة بعينها وهي حية يكره۔[45]

نیز آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر پیدائش کے مستحب ہونے پر ایک دلیل یہ بھی ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ذکر پیدائش کو نازل فرمایا ہے۔ چناں چہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ، خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ۔

یعنی پیدا کیا اللہ نے تجھ کو اور تمام انسانوں کو خون بستہ سے۔"[46]

اس آیت کی تفسیر، طرق مختلفہ پر واقع ہے بعض (مفسرین) نے یوں بیان کیا ہے کہ

خَلَقَكَ وَخَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ۔

یعنی اللہ نے آپ کو اور تمام انسانوں کو خون بستہ سے پیدا کیا۔

تو اس تفسیر کے مطابق گویا اللہ تبارک وتعالیٰ نے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیدائش اپنے کلام میں صراحتاً بیان فرمائی ہے۔ اور اکثر مفسرین نے یوں بیان کیا ہے:

"خلق، الخلائق، خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ۔

یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ نے جمیع خلائق کو پیدا کیا۔ اور انسان کو خون بستہ سے پیدا کیا۔"[47]

اس دوسری تفسیر کے مطابق اللہ تبارک وتعالیٰ نے اگرچہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیدائش کو صراحتاً بیان نہیں فرمایا ہے مگر ضمناً ارشاد فرمایا ہے، اس لیے تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے کہ:

الانسان، معنیً جمع ہے۔[48]

---

(۴۵) (بعض فقہا نے تنہا آدمی کو وحشت دور کرنے کی غرض سے غنا سننے کی اجازت دی ہے بشرطیکہ وہ غنا لہو کی صورت میں نہ ہو۔ یہی رائے شمس الائمہ سرخسی کی ہے۔ ہاں اگر شعر حکمت، نصیحت اور مسائل وغیرہ پر مشتمل ہو تو سننا مکروہ نہیں ہے۔ ایسا ہی تبیین میں ہے۔ اور مباح اشعار کا گانا جائز ہے، اور اگر شعر میں کسی خاص عورت کی صفت (تعریف وغیرہ) بیان کی گئی ہو، جب کہ وہ زندہ ہو، تو یہ بھی مکروہ ہے۔)

[فتاوی عالمگیری: ج۵ ص ۳۵۱۔ کتاب الکراہیۃ، الباب السابع عشر فی الغناء واللھو........]

(۴۶) [القرآن الکریم: پارہ ۳۰۔ سورہ علق، آیت ۱، ۲]

(۴۷) [تفسیر جلالین: سورہ علق۔ آیت ۱۔ ص ۸۱۴]

(۴۸) (عبارت یہ ہے: الِانسان فِی معنی الجمع۔ انسان جمع کے معنی میں ہے۔

انوار التنزیل واسرار التاویل، المعروف تفسیر بیضاوی: ج۵ ص ۳۲۵۔)

اور ملا عبد الحکیم سیالکوٹی، نے اس کی وجہ یوں بیان کی ہے کہ: اس میں الف لام استغراق کے لیے ہے۔ اور چوں کہ انسان معنیٰ جمع ہے اور الف لام استغراق کے لیے ہے۔ تو انسان سے مراد جمیع اولاد آدم ہوں گے، سو ان میں حضرت بھی داخل ہیں۔ (۴۹)

اس دوسری تفسیر کے مطابق، آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیدائش کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے کلام میں ضمناً ارشاد فرمایا ہے۔ نیز "اقرأ" کے صیغہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من جانب اللہ پیدائش انسان کو پڑھنے پر مامور تھے اس لیے امت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بھی واجب ہے کہ اس آیت پر ذکر پیدائش انسان کو کہ جس میں آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر پیدائش بھی صراحتاً یا ضمناً ذکر ہے پڑھے! اور پڑھنا بغیر پڑھانے کے نہیں ہوتا ہے، لہٰذا اس آیت کا معلم یعنی مولود خواں اور متعلم یعنی مسئلہ میلاد شریف سننے والے، اور باقی مسائل واجبہ کا معلم اور متعلم ثواب میں برابر ہوں گے۔

اور چوں کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیدائش کو بھی اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس مسئلہ میں صراحتاً بقول بعض، اور ضمناً بقول اکثر بیان فرمایا ہے۔ لہٰذا صریح بیان کے بنیاد پر آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیدائش بیان کرنا کلام الٰہی کے موافق ہے نہ کہ بدعت۔ اور ضمنی ماننے کی تقدیر پر بھی کوئی مسلمان آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر پیدائش کو بدعت نہیں کہہ سکتا، اس لیے کہ جس حکم میں اللہ تبارک و تعالیٰ جتنے افراد انسان ضمناً داخل فرمائے اور ان افراد کا بالخصوص نام لیا جائے اور اس حکم عام میں ان کو شامل کیا جائے تو یہ بدعت نہیں ہے۔ ورنہ

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ۔ (۵۰)

اس آیت کے بموجب اگر کوئی شخص کہے کہ زید اور عمرو، پر زکاۃ واجب ہے تو یہ بھی بدعت ہوگا۔ کیوں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس آیت میں زید و عمرو، بکر کا نام تو صراحتاً بیان نہیں کیا ہے۔

(خلاصہ یہ ہے کہ آیت کریمہ میں انسان کی پیدائش کے ضمن میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

---

(۴۹) [حاشیہ بیضاوی لملا عبد الحکیم سیالکوٹ]

(۵۰) (اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو۔)

[القرآن الکریم: پارہ ا۔ سورہ بقرہ۔ آیت ۴۳۔ ترجمہ کنز الایمان لامام احمد رضا البریلوی قدس سرہ]

کی ولادت طیبہ کا ذکر بھی شامل ہے۔اس لیے کسی بھی مسلمان کا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر ولادت کرنا قرآن کریم سے ثابت ہے اور اسی لیے عند العلما مستحب ہے۔)

سوال۔﴿۲۱﴾

اگر یہ ضمنی بیان آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر ولادت کے لیے کافی ہوگا تو ضمناً اس آیت میں فرعون وشداد کی پیدائش کا ذکر بھی ہے تو اس کو بھی بیان کرنا چاہیے؟

جواب۔﴿۲۱﴾

آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر پیدائش بالتخصیص اس لیے موجب سعادت دارین سمجھا جاتا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی زبان در فشاں سے خود اپنا ذکر پیدائش منبر پر قیام فرما کر کے بیان فرمایا ہے۔نہ کہ شداد اور فرعون کا!لہٰذا ہم بھی اتباعاً لرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ،بیان کرتے ہیں۔اور نیز بالاتفاق جمیع امت آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیدائش ہمارے لیے من جانب اللہ نعمت عظمیٰ ہے اور احسان بے پایاں ہے۔اور اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی نعمت کے حق میں فرماتا ہے:

"وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ۔[۵۱]

لہٰذا اس آیت کے مطابق آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیدائش کا ذکر کرنا جو نعمت عظمیٰ ہے،ہم پر لازم اور واجب ہوا۔"بیضاوی"میں اس آیت کے تحت یوں لکھا ہے:

"فإن التحدث بها شكرها۔

اس لیے اپنے پروردگار کی نعمت کا بیان کر کہ نعمت کا بیان کرنا نعمت کا شکر ہے۔[۵۲]

اور امام بغوی نے "معالم التنزیل"میں اس آیت کے تحت،بسند مرفوع صحیح حدیث نقل کی ہے۔ اس حدیث کا مضمون یہ ہے کہ نعمت کا ذکر کرنا نعمت کا شکر ہے۔حدیث یہ ہے:

"عن النعمان بن بشیر قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول على المنبر: من

---

(۵۱) (اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو!)
[القرآن الکریم:پارہ،۳۰۔سورہ ضحیٰ،آیت ۱۱۔ترجمہ کنزالایمان لامام احمد رضا البریلوی قدس سرہ]

(۵۲) [تفسیر بیضاوی:سورہ ضحیٰ۔آیت ۱۱]

لم یشکر القلیل لم یشکر الکثیر، ومن لم یشکر الناس لم یشکر الله، والتحدث بنعمة الله شکر، وترکه کفر۔(۵۳)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے تھوڑی نعمت پر شکر ادا نہیں کیا، وہ زیادہ نعمت پر بھی شکر ادا نہیں کرے گا، اور جس نے لوگوں کا شکر ادا نہیں کیا، وہ اللہ کا بھی شکر گزار نہیں ہو گا۔ اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کا ذکر، شکر ہے، اور اس کا ذکر نہ کرنا، ناشکری ہے۔

اب اس حدیث سے اور بیضاوی، سے بخوبی معلوم ہوا کہ جو لوگ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیدائش کا بیان نہیں کرتے یا ذکر پیدائش کو منع کرتے ہیں باوجودیکہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیدائش بالاتفاق نعمت عظمیٰ ہے اور ہر نعمت کا شکر لازم ہے، تو وہ لوگ ناسپاسوں (ناشکروں) کی وعید میں داخل ہوں گے۔

سوال۔ ۲۲

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہزاروں نعمتیں عطا فرمائی ہیں تو اس آیت کے بموجب ہر نعمت کے لیے جلسہ کیا جائے جیسے مجلس میلاد شریف کے لیے جلسہ کیا جاتا ہے۔

جواب۔ ۲۲

یہ آیت ہیئت کذائی یعنی مجلس میلاد کے تمام اجزا کے لیے جو فی زمانناً مروج ہے دلیل نہیں ہے، تاکہ ہر نعمت کے لیے ایسی ہیئت کذائی بموجب اس آیت کے منعقد کی جائے بلکہ یہ آیت صرف اس امر کی دلیل ہے کہ پیدائش آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو بالاتفاق نعمت عظمیٰ ہے اور ہر نعمت عظمیٰ کا شکر لازم ہے، اس لیے اس آیت کے بموجب اس نعمت عظمیٰ کا ذکر کرنا، اس نعمت کا شکر کرنا ہے۔ اور یہ امر ایک جز ہے مجلس میلاد شریف کے اجزا میں سے ہے۔ اور مجلس میلاد کے باقی اجزا، بعض احادیث مذکورہ سے ثابت ہوئے۔ اور بعض باقی، جیسے تعین زمان ومکان اور ہیئت اجتماعی وغیرہ ذلک آئندہ حدیثوں سے ان شاء اللہ ثابت ہوں گے۔

---

(۵۳) [معالم التنزیل فی تفسیر القرآن، المعروف، تفسیر بغوی: ج۵ ص ۲۷۲۔ سورہ ضحیٰ۔ آیت ۱۱]

سوال۔ ﴿۲۳﴾

بعض لوگ آں حضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے ذکر پیدائش کو بدعت کہتے ہیں تو کیا یہ بات صحیح ہے یا غلط؟

جواب۔ ﴿۲۳﴾

یہ بات بھی بالکل غلط ہے۔ اس لیے کہ بدعت وہ امر محدث فی الدین (دین میں نیا کام) ہے، کہ نہ وہ نہ اس کی مثل اور اصل، کلام شارع اور قرونِ ثلاثہ میں پائی جائے۔ اور ذکر پیدائش آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ خود بھی احادیث نبویہ اور کلام الٰہی سے جیسا کہ ذکر ہو چکا، ثابت ہے، اور اس کی اصل اور مثل بھی کلام الٰہی اور حدیث نبوی میں موجود ہے۔ چناں چہ ذکر ولادت انبیا اور باقی افراد بشر کا بالخصوص والعموم اجمالاً اور تفصیلاً ذکر کلام ربانی میں موجود ہے۔ اب ہر ایک کی مثال مشرح کلام اور حدیث نبوی سے بیان کیا جاتا ہے۔

اس امر کی تفصیل یہ ہے کہ افراد انسان دو قسم کے ہیں:

اخیار اور اشرار۔ اخیار کی بھی دو قسمیں ہیں۔ مذکر اور مؤنث۔ مذکر کی بھی دو قسمیں ہیں۔ انبیا اور اولیا۔ (اور مؤنث میں صالحات ہیں)

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان سب افراد انسان کی پیدائش (کا ذکر) اپنے کلام پاک میں ارشاد فرمایا ہے۔ چناں چہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی ولادت مع خارق عادت جو بعد ولادت ظاہر ہوتی ہیں، اللہ تبارک و تعالیٰ نے سولہویں پارے کی سورہ مریم میں صاف طور پر بیان فرمائی ہیں ہے۔ وہ یہ ہیں:

”فَحَمَلَتۡهُ فَانۡتَبَذَتۡ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا فَاَجَآءَهَا الۡمَخَاضُ اِلٰى جِذۡعِ النَّخۡلَةِ‌ قَالَتۡ يٰلَيۡتَنِىۡ مِتُّ قَبۡلَ هٰذَا وَكُنۡتُ نَسۡيًا مَّنۡسِيًّا۔“ (۵۴)

نیز آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عیسٰی علیہ السلام اور حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا دونوں کی ولادت بیان فرمائی ہے۔

---

(۵۴) (اب مریم نے اسے پیٹ میں لیا پھر اسے لیے ہوئے ایک دور جگہ چلی گئی۔ پھر اسے جننے کا درد ایک کھجور کی جڑ میں لے آیا بولی ہائے کسی طرح میں اس سے پہلے مر گئی ہوتی اور بھولی بسری ہو جاتی۔)

[القرآن الکریم: پارہ ۱۶۔ سورہ مریم۔ آیت ۲۲، ۲۳۔ ترجمہ کنز الایمان لامام احمد رضا البریلوی قدس سرہ]

چناں چہ بخاری اور مسلم نے بروایت ابوہریرہ حدیث صحیح نقل کی ہے اور وہ یہ ہے:

"قال أبوهريرة رضي الله عنه: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم، يقول: ما من بني آدم مولود إلا يمسه الشيطان حين يولد، فيستهل صارخا من مس الشيطان، غير مريم وابنها۔"(۵۵)

مخفی نہ رہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اولیاے مذکرین سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ولادت، اپنے کلام پاک کے چھبیسویں پارے میں سورہ احتساب میں بیان فرمائی ہے۔ وہ یہ ہے:

"وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَةً قَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي إِنِّي تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ۔"(۵۶)

تفسیر معالم التنزیل میں مذکور ہے کہ:

"ضحاک نے کہا ہے کہ یہ آیت سعد بن وقاص کی شان میں وارد ہے۔ اور اوروں نے یوں کہا ہے کہ جناب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں اور ان کی ماں اور باپ اور اولاد کی شان میں وارد ہے۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روایت سے بغوی نے ثابت کیا ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں وارد ہے۔ اس لیے کہ ان کے ماں باپ دونوں

---

(۵۵) (یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہر انسان کو پیدائش کے وقت شیطان چھوتا ہے جس کی وجہ سے وہ بچہ رونے لگتا ہے مگر حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کے مبارک بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو شیطان نہ چھو سکا۔)
[صحیح بخاری: ج۴ ص ۱۶۴۔ الرقم، ۳۴۳۱۔
صحیح مسلم: ج۴ ص ۱۸۳۸۔ الرقم، ۲۳۶۶۔ باب فضائل عیسیٰ علیہ السلام]

(۵۶) (اور ہم نے آدمی کو حکم کیا کہ اپنے ماں باپ سے بھلائی کرے اس کی ماں نے اُسے پیٹ میں رکھا تکلیف سے اور جنی اس کو تکلیف سے اور اُسے اٹھائے پھرنا اور اس کا دودھ چھڑانا تیس مہینہ میں ہے یہاں تک کہ جب اپنے زور کو پہنچا اور چالیس برس کا ہوا عرض کی اے میرے رب میرے دل میں ڈال کہ میں تیری نعمت کا شکر کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کی اور میں وہ کام کروں جو تجھے پسند آئے اور میرے لیے میری اولاد میں صلاح (نیکی) رکھ میں تیری طرف رجوع لایا اور میں مسلمان ہوں۔)
[القرآن الکریم: پارہ ۲۶۔ سورہ احقاف۔ آیت ۱۵۔ ترجمہ، کنزالایمان لامام احمد رضا البریلوی قدس سرہ]

مسلمان ہوگئے تھے اور یہ بات مہاجرین میں سے کسی کو نصیب نہیں ہوئی تھی۔ (۵۷)

بہر صورت یہ آیت کسی شخص خاص کی شان میں وارد ہے۔ خواہ سعد بن وقاص ہوں یا صدیق اکبر ہوں یا غیر ہما ہوں (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) مگر مفسرین جیسے بیضاوی، صاحب تفسیر مدارک و تفسیر جلالین و حسینی وغیر ہم کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ آیت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں وارد ہے۔ اور عورتوں میں سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ولادت کا ذکر اپنے کلام پاک کے تیسرے پارے میں سورہ آل عمران میں بیان فرمایا ہے کہ:

"فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ إِنِّي وَضَعْتُهَا أُنْثَىٰ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنْثَىٰ وَإِنِّي سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ۔ (۵۸)

نیز اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے عبد الحارث اور بعضوں کے نزدیک قصی کی اولاد کی ولادت، اپنے کلام پاک کے نویں پارے کی سورہ اعراف میں بیان فرمائی ہے کہ:

"هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا فَلَمَّا تَغَشَّاهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيفًا فَمَرَّتْ بِهِ فَلَمَّا أَثْقَلَتْ دَعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ آتَيْتَنَا صَالِحًا لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ۔ (۵۹)

---

(۵۷) (معالم التنزیل کی عربی عبارت یہ ہے:

"وقال السدی والضحاك: نزلت فی سعد بن أبی وقاص، وقد مضت القصة۔ وقال الآخرون: نزلت فی أبی بكر الصديق وأبيه وأبی قحافة عثمان بن عمرو، وأمه أم الخير بنت صخر بن عمرو. قال علی بن أبی طالب: الآية نزلت فی أبی بكر أسلم أبواه جميعا ولم يجتمع لأحد من المهاجرين أسلم أبواه غيره أوصاه الله بهما، ولزم ذلك من بعده)" [معالم التنزیل فی تفسیر القرآن: المعروف تفسیر بغوی۔ ج ۴ ص ۱۹۵]

(۵۸) (پھر جب اُسے جنا بولی اے رب میرے یہ تو میں نے لڑکی جنی اور اللہ کو خوب معلوم ہے جو کچھ وہ جنی اور وہ لڑکا جو اس نے مانگا اس لڑکی سا نہیں اور میں نے اس کا نام مریم رکھا۔)

[القرآن الکریم: پارہ ۳۔ سورہ آل عمران۔ آیت ۳۶۔ ترجمہ، کنزالایمان لامام احمد رضا البریلوی قدس سرہ]

(۵۹) (وہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس کا جوڑا بنایا کہ اس سے چین (آرام) پائے پھر جب مرد اس پر چھایا اسے ایک ہلکا سا پیٹ رہ گیا تو اسے لیے پھرا کی (چلتی پھرتی رہی) پھر جب بوجھل پڑی دونوں نے اپنے رب اللہ سے دعا کی ضرور اگر تو ہمیں جیسا چاہیے بچہ دے گا تو بے شک ہم شکر گزار ہوں گے۔)

[القرآن الکریم: پارہ ۹۔ سورہ اعراف۔ آیت ۱۸۹، ۱۹۰۔ ترجمہ، کنزالایمان لامام احمد رضا البریلوی قدس سرہ]

نیز اللہ تبارک وتعالیٰ نے اشرار اہل مکہ کو سترہویں پارے کے سورہ حج میں خطاب کر کے انسان کی پیدائش کو بیان فرمایا ہے۔ اگر چہ اس بیان میں سب افراد انسان شریک ہیں مگر خطاب اہل مکہ کی طرف ہے وہ یہ ہے:

یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّ غَیْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَیِّنَ لَكُمْ وَ نُقِرُّ فِی الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْۤا اَشُدَّكُمْ وَ مِنْكُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰى وَ مِنْكُمْ مَّنْ یُّرَدُّ اِلٰۤی اَرْذَلِ الْعُمُرِ، الآیة۔ (۶۰)

نیز اللہ تبارک وتعالیٰ نے اشرار کفار میں سے صاحب تفسیر جلالین کے مطابق عاص بن وائل کی پیدائش تیئیسویں پارے کی سورہ یٰس میں بیان فرمائی ہے وہ یہ ہے:

"اَوَلَمْ یَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِیْمٌ مُّبِیْنٌ۔" (۶۱)

نیز اللہ تبارک وتعالیٰ نے کافر انسان کی حالت پیدائش پارۂ عم کی سورہ عبس میں بیان فرمائی ہے۔ وہ یہ ہے:

"قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَاۤ اَكْفَرَهٗ مِنْ اَیِّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ مِنْ نُّطْفَةٍ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ثُمَّ السَّبِیْلَ یَسَّرَهٗ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ۔" (۶۲)

---

(۶۰) (اے لوگو! اگر تمہیں قیامت کے دن جینے میں کچھ شک ہو تو یہ غور کرو کہ ہم نے تمہیں پیدا کیا مٹی سے پھر پانی کی بوند سے پھر خون کی پھٹک سے پھر گوشت کی بوٹی سے نقشہ بنی اور بے بنی تاکہ ہم تمہارے لیے اپنی نشانیاں ظاہر فرمائیں اور ہم ٹھہرائے رکھتے ہیں ماؤں کے پیٹ میں جسے چاہیں ایک مقرر میعاد تک پھر تمہیں نکالتے ہیں بچہ پھر اس لیے کہ تم اپنی جوانی کو پہنچو اور تم میں کوئی پہلے ہی مر جاتا ہے اور کوئی سب میں نکمی عمر تک ڈالا جاتا ہے۔ الیٰ آخر الآیۃ۔)

[القرآن الکریم: پارہ ۱۷۔ سورہ حج۔ آیت ۵۔ ترجمہ، کنزالایمان لامام احمد رضا البریلوی قدس سرہ]

(۶۱) (اور کیا آدمی نے نہ دیکھا کہ ہم نے اسے پانی کی بوند سے بنایا جبھی وہ صریح جھگڑالو ہے۔)

[القرآن الکریم: پارہ ۲۳۔ سورہ یٰس۔ آیت ۷۷۔ ترجمہ، کنزالایمان لامام احمد رضا البریلوی قدس سرہ]

(۶۲) (آدمی مارا جائیو کیا ناشکر ہے اُسے کاہے سے بنایا پانی کی بوند سے اسے پیدا فرمایا پھر اسے طرح طرح کے اندازوں پر رکھا پھر اسے راستہ آسان کیا پھر اُسے موت دی پھر قبر میں رکھوایا پھر جب چاہا اسے باہر نکالا)

[القرآن الکریم: پارہ ۳۰۔ سورہ عبس، آیت ۱۷ تا ۲۲۔ ترجمہ، کنزالایمان لامام احمد رضا البریلوی قدس سرہ]

اور نیز تفسیر جلالین میں "ثُمَّ السَّبِیْلَ یَسَّرَہٗ" کی تفسیر میں لکھا ہے کہ: ان کے نکلنے کا راستہ ان کی ماں کے پیٹ سے آسان کیا۔ (۶۳)

اب غور کا مقام ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے صاف صاف اولاد آدم کی پیدائش بار بار بیان فرمائی ہے۔ یہاں تک کہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ: میں نے انسان کو پیدا کیا خون بستہ سے و مضغہ گوشت سے اور ٹھہرایا میں نے رحم میں اور میں نے ان کے نکلنے کا راستہ آسان کیا ان کی ماں کے پیٹ سے۔ اب پیدائش کا اس سے زیادہ واضح بیان اور کیا ہو سکتا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے پیدائش انسان کو ایسے مفصل طور پر بیان کیا لہٰذا آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیدائش کا بیان باصلہ بدعت نہ ہوا جیسے بمثلہ نہیں ہے۔

نیز اللہ تبارک و تعالیٰ پیدائش انسان کو اپنے کلام مبارک میں بطور وضاحت بیان فرماتا ہے وہ یہ ہے:

"وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِیْنٍ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِیْ قَرَارٍ مَّكِیْنٍ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ۔" (۶۴)

نیز اللہ تبارک و تعالیٰ انسان کی پیدائش کے متعلق اکیسویں پارے کی سورہ روم میں بیان فرماتا ہے:

"اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّ

---

(۶۳) (تفسیر جلالین (ص ۷۹۲) کی عربی عبارت یہ ہے: (ثم السبیل) أی طریق خروجه من بطن أمه (یسرہ)۔ (یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے ماں کے پیٹ سے نکلنے کا راستہ آسان کیا۔)

(۶۴) (اور بے شک ہم نے آدمی کو چُنی ہوئی مٹی سے بنایا پھر اُسے پانی کی بوند کیا ایک مضبوط ٹھہراؤ میں پھر ہم نے اس پانی کی بوند کو خون کی پھٹک کیا پھر خون کی پھٹک کو گوشت کی بوٹی پھر گوشت کی بوٹی کو ہڈیاں پھر اُن ہڈیوں پر گوشت پہنایا پھر اسے اور صورت میں اُٹھان دی تو بڑی برکت والا ہے اللہ سب سے بہتر بنانے والا ہے۔)

[القرآن الکریم: پارہ ۱۸۔ سورہ مومنون۔ آیت ۱۲ تا ۱۴۔ ترجمہ، کنزالایمان لامام احمد رضا البریلوی قدس سرہ]

شَیْبَةً یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ وَھُوَ الْعَلِیْمُ الْقَدِیْرُ۔ (۶۵)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے کلام مبارک میں انسان کی پیدائش مفصل طور پر اکیسویں پارے کی سورہ سجدہ میں بھی بیان فرمائی ہے:

"ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَہٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّھِیْنٍ ثُمَّ سَوّٰہُ وَ نَفَخَ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِہٖ وَ جَعَلَ لَکُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْئِدَةَ قَلِیْلًا مَّا تَشْکُرُوْنَ۔ (۶۶)

نیز اللہ تبارک وتعالیٰ انسان کی پیدائش کو مفصل طور پر انتیسویں پارے کی سورہ قیامہ میں یوں بیان فرماتا ہے:

"اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَکَ سُدًی اَلَمْ یَکُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِیٍّ یُّمْنٰی ثُمَّ کَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰی فَجَعَلَ مِنْہُ الزَّوْجَیْنِ الذَّکَرَ وَ الْاُنْثٰی اَلَیْسَ ذٰلِکَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓی اَنْ یُّحْیِ َ الْمَوْتٰی۔ (۶۷)

نیز اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسویں پارے کی سورہ دھر میں انسان کی پیدائش اس طرح بیان فرمائی ہے:

"اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِیْہِ فَجَعَلْنٰہُ سَمِیْعًا بَصِیْرًا۔ (۶۸)

---

(۶۵) (اللہ ہے جس نے تمہیں ابتدا میں کمزور بنایا پھر تمہیں ناتوانی سے طاقت بخشی پھر قوت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا دیا بناتا ہے جو چاہے اور وہی علم وقدرت والا ہے۔)

[القرآن الکریم: پارہ ۲۱۔ سورہ روم۔ آیت ۵۴۔ ترجمہ، کنز الایمان لامام احمد رضا البریلوی قدس سرہ]

(۶۶) (پھر اس کی نسل رکھی ایک بے قدر پانی کے خلاصہ سے پھر اسے ٹھیک کیا اور اس میں اپنی طرف کی روح پھونکی اور تمہیں کان اور آنکھیں اور دل عطا فرمائے کیا ہی تھوڑا حق مانتے ہو۔)

[القرآن الکریم: پارہ ۲۱۔ سورہ سجدہ۔ آیت ۸،۹۔ ترجمہ، کنز الایمان لامام احمد رضا البریلوی قدس سرہ]

(۶۷) (کیا آدمی اس گھمنڈ میں ہے کہ آزاد چھوڑ دیا جائے گا کیا وہ ایک بوند نہ تھا اس منی کا کہ گرائی جائے پھر خون کی پھٹک ہوا تو اس نے پیدا فرمایا پھر ٹھیک بنایا تو اس سے دو جوڑے بنائے مرد اور عورت کیا، جس نے یہ کچھ کیا وہ مُردے نہ جِلا سکے گا۔)

[القرآن الکریم: پارہ ۲۹۔ سورہ قیامہ۔ آیت ۳۶ تا ۴۰۔ ترجمہ، کنز الایمان لامام احمد رضا البریلوی قدس سرہ]

(۶۸) (بیشک ہم نے آدمی کو پیدا کیا ملی ہوئی منی سے کہ اسے جانچیں تو اسے سنتا دیکھتا کر دیا۔)

نیز اللہ تبارک وتعالیٰ سورہ لقمان میں انسان کی پیدائش کے متعلق ارشاد فرماتا ہے:

"وَ وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّ فِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَ لِوَالِدَيْكَ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ" (۶۹)

اور "وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ" سے ضعف ولادت اور ضعف حمل مراد ہے۔

نیز جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی زبان ہدایت ترجمان سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مخاطب ہو کر کے جمیع اولاد آدم (تمام انسانوں) کی ولادت بیان فرمائی ہے۔ چناں چہ بخاری ومسلم وابوداؤد وغیرہم میں حدیث صحیح وارد ہے۔

حدثنا عبد الله بن مسعود، قال: حدثنا رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو الصادق المصدوق إن خلق أحدكم يجمع في بطن أمه أربعين يوما، ثم يكون علقة مثل ذلك ثم يكون مضغة مثل ذلك۔ الحديث۔ (۷۰)

حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ، سے حدیث مروی کہ صادق ومصدوق نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک تم میں سے ہر ایک اپنی ماں کے شکم میں چالیس دن نطفے کی شکل میں رہتا ہے پھر اسی طرح چالیس دن علقہ (جمع ہوا خون) کی شکل میں رہتا ہے پھر اسی طرح چالیس دن مضغہ (گوشت کا لوتھڑا) کی شکل میں رہتا ہے۔ الی آخر الحدیث۔

اب اس حدیث سے بخوبی ثابت ہوا کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جماعت صحابہ کو

[القرآن الکریم: پارہ ۲۹۔ سورہ دہر۔ آیت ۲۔ ترجمہ، کنز الایمان لامام احمد رضا البریلوی قدس سرہ]

(۶۹) (اور ہم نے آدمی کو اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید فرمائی اُس کی ماں نے اُسے پیٹ میں رکھا کمزوری پر کمزوری جھیلتی ہوئی اور اس کا دودھ چھوٹنا دو برس میں ہے یہ کہ حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا آخر مجھی تک آنا ہے۔)

[القرآن الکریم: پارہ ۲۱۔ سورہ لقمان۔ آیت ۱۴۔ ترجمہ، کنز الایمان لامام احمد رضا البریلوی قدس سرہ]

(۷۰) [صحیح بخاری: ج ۴ ص ۱۳۳۔ الرقم، ۳۳۳۲۔ باب خلق آدم صلوات اللہ علیہ وذریتہ۔
صحیح مسلم: ج ۴ ص ۲۰۳۶۔ الرقم، ۲۶۴۳۔ باب کیفیۃ خلق الآدمی فی بطن امہ......
سنن ابوداؤد: ج ۴ ص ۲۲۸۔ الرقم، ۴۷۰۸۔ باب فی القدر]

خطاب کر کے سب کی ولادت بیان فرمائی ہے۔

نیز بیضاوی میں آیت:

"اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ۔

کے تحت تحریر ہے کہ:

تمام واجبات سے پہلے معرفت الٰہی واجب ہے اور پیدائش انسان فرط قدرت اور کمال وحدت پر دال ہے۔ اور اس سے معرفت وجود الٰہی بخوبی حاصل ہوتی ہے۔ لہٰذا اللہ تبارک وتعالیٰ نے پیدائش انسان کی کیفیت سب سے پہلے نازل فرمائی۔ بیضاوی کی عبارت یہ ہے:

"ولما کان الواجبات معرفة الله تعالیٰ نزل اولاً ما یدل علی وجوده وفرط قدرته وکمال حکمته۔(۷۱)

اب اس عبارت سے صاف معلوم ہوا کہ معرفت پیدائش انسان دراصل معرفت الٰہی کا مقدمہ اور وسیلہ ہے۔ نیز تفسیر جلالین میں اللہ تعالیٰ کے قول: "وَقَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا" کے تحت لکھا ہے کہ:

پیدائش انسانی کے متعلق فکر و نظر اس کی پیدائش کے خالق کے ساتھ ایمان کو واجب کرتی ہے۔ (یعنی پیدائش انسانی پر غور وفکر آدمی کے حق میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا موجب ہے۔)

"أَطْوَارًا، جمع طور وهو الحال فطورا نطفة وطورا علقة إلى تمام خلق الإنسان والنظر في خلقه يوجب الإيمان بخالقه۔(۷۲)

اب ان دونوں تفسیروں سے بخوبی ثابت ہوا کہ انسانی پیدائش میں فکر و نظر، معرفت الٰہی کا

---

(۷۱) (یعنی جب کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت واجب ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے وہ نازل کیا جو اس کے وجود پاک، بے انتہا قدرت اور کامل حکمت پر دلیل ہو۔)

[انوار التنزیل واسرار التاویل المعروف بتفسیر البیضاوی: ج۸ ص ۵۴۷۔ تحت سورہ علق]

(۷۲) (اطوار، طور کی جمع ہے اور وہ حال ہے کہ انسان کبھی نطفہ، کبھی علقہ، یہاں تک کہ انسان کی تخلیق مکمل ہو جاتی ہے اور اس کی تخلیق میں غور وفکر اس کے خالق پر ایمان لانے کا موجب ہوتا ہے۔)

[تفسیر جلالین: ص ۷۶۸۔ پارہ ۲۹، سورہ نوح۔ آیت ۱۴۔]

مقدمہ اور وسیلہ ہے، اور معرفت الٰہی اصل واجبات سے ہے اور مقدمہ واجب، واجب ہوتا ہے، جیساکہ مسلم الثبوت میں لکھا ہے:

"النظر، وھو ترتیب المعقول لتحصیل المجھول واجب لانه مقدمة الواجب۔"(۷۳)

اور مولانا عبدالعلی (لکھنوی علیہ الرحمۃ) شرح مسلم الثبوت میں لکھتے ہیں کہ:

"واجب سے مراد معرفت الٰہی ہے یعنی فکر و نظر معرفت الٰہی کا مقدمہ ہے اور جیسے وہ واجب ہے ویسے ہی یہ بھی واجب ہے۔

"لانه مقدمة للواجب، الذی ھو المعرفة الالٰھیة ومقدمة الواجب واجب۔"(۷۴)

لہٰذا اللہ تبارک تعالیٰ نے بصیغہ امر ذکر فرمایا ہے کہ انسان اپنی پیدائش میں غور و فکر کرے۔ اور امر کا صیغہ وجوب کے لیے ہے آیت یہ ہے:

"فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ يَّخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ۔"(۷۵)

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ انسان کی پیدائش کا ذکر اہم امور دینیہ میں سے ہے۔ اور معرفت الٰہی کا وسیلہ ہے۔ اور بالخصوص آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر پیدائش جو کلام الٰہی میں وارد اور احادیث صحیحہ سے بھی ثابت ہے۔ نیز ذکر پیدائش آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نعمت عظمیٰ ہے اور ہر نعمت کا شکر واجب ہے۔ اور احادیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ہر نعمت کا شکر اس نعمت کے ذکر کرنے سے ادا ہوتا ہے لہٰذا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیدائش کا ذکر ہر مسلمان پر لازم ہوا۔

---

(۷۳) (یعنی مجہول کو حاصل کرنے کے لیے امور معلومہ کو ترتیب دینا نظر ہے۔ اور یہ واجب ہے کیوں کہ یہ واجب کا مقدمہ ہے۔) [مسلم الثبوت، لقاضی محب اللہ البہاری: ص ۱۰]

(۷۴) (یعنی وہ واجب جو واجب کا مقدمہ ہے وہ واجب معرفت الٰہی ہے۔ اور واجب کا مقدمہ بھی واجب ہوتا ہے۔) [فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت: ج ۱ ص ۱۷]

(۷۵) (تو چاہیے کہ آدمی غور کرے کہ کس چیز سے بنایا گیا جَست کرتے (اُچھلتے ہوئے) پانی سے جو نکلتا ہے پیٹھ اور سینوں کے بیچ سے۔)

[القرآن الکریم: پارہ ۳۰ سورہ طارق۔ آیت ۵ تا ۷۔ ترجمہ، کنزالایمان لامام احمد رضا البریلوی قدس سرہ]

سوال۔ ﴿۲۴﴾

ہندوستان اور دوسرے ملکوں میں لوگ مجلس میلاد شریف منعقد کرتے ہیں اور اس مجلس مبارک کے انعقاد کے چند اسباب ہیں۔

اول تو اللہ تعالیٰ ور سول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر۔

اور اس نعمت عظمیٰ کا شکر ادا کرنا جو ہمیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جن کا وجود باوجود رحمۃ للعالمین ہے، کی صورت میں عطا فرمایا ہے۔ جن کی ذات بابرکات سے عالم کو منور بنور اسلام کیا ہے، اور ظلمت کفر کو ہم سے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شریعت کے طفیل دور کر کے مشرف باسلام کیا۔ (یہ بھی مجلس میلاد کا سبب ہے)

نیز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزات اور آپ کے حالات پیدائش کا بیان اور آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بار بار اس مجلس میں درود پڑھا جاتا ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ سے اس مجلس مبارک میں دعا کی جاتی ہے کہ اللہ جنت عطا فرمائے اور دوزخ سے بچائے۔ اور آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حالات پیدائش جو احادیث میں وارد ہیں وہ لوگوں کو سناتے ہیں اور سکھاتے ہیں۔

تو کیا اس مجلس کا منعقد کرنا از روے شرع شریف جائز ہے یا بدعت؟

جواب۔ ﴿۲۴﴾

یہ مجلس جائز ہے بدعت اور ناجائز نہیں۔ اس لیے کہ حدیث صحیح بروایت مسلم وارد ہے کہ جس مجلس کے انعقاد کا سبب اللہ کا ذکر اور نعمتوں کا شکر ہو تو اس مجلس پر اللہ تبارک وتعالیٰ فخر فرماتا ہے۔ اور جس مجلس پر اللہ تعالیٰ فخر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے سچے بندے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تابع دار اس کو ہرگز حرام اور بدعت نہیں سمجھ سکتے ہیں!!!

اور وہ حدیث یہ ہے:

"عن أبي سعيد الخدري، قال: خرج معاوية على حلقة في المسجد، فقال: ما أجلسكم؟ قالوا: جلسنا نذكر الله، قال آلله ما أجلسكم إلا ذاك؟ قالوا: والله ما أجلسنا إلا ذاك، قال: أما إني لم أستحلفكم تهمة لكم، وما كان أحد بمنزلتي من رسول الله صلى الله عليه وسلم أقل عنه

حدیثا منی، وإن رسول الله صلی الله علیه وسلم خرج علی حلقة من أصحابه، فقال: ما أجلسکم؟ قالوا: جلسنا نذکر الله ونحمده علی ما هدانا للإسلام، ومن به علینا، قال: آلله ما أجلسکم إلا ذاك؟ قالوا: والله ما أجلسنا إلا ذاك، قال: أما إني لم أستحلفکم تهمة لکم، ولکنه أتاني جبریل فأخبرني، أن الله عزوجل یباهي بکم الملائکة۔ (۷۶)

اس حدیث کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ۔

حضرت معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مسجد میں موجود ایک مجلس کے پاس سے گزرے تو انہوں نے اہل مجلس سے وہاں بیٹھنے کا سبب پوچھا۔ توانہوں نے کہا ہم یہاں اللہ کا ذکر کرنے کے لیے بیٹھے ہیں۔ تو حضرت معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا کہ خدا کی قسم کیا تم اسی لیے بیٹھے ہو؟ انہوں نے کہا خدا کی قسم ہم یہاں اسی لیے بیٹھے ہیں۔ پھر حضرت معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا کہ میں نے تم سے قسم کسی بدگمانی کے سبب نہیں لی ہے (بلکہ اس وجہ سے قسم لی ہے کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی اسی طرح صحابہ سے قسم لی تھی۔ میں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بہت کم احادیث روایت کرنے والا ہوں۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مجلس سے گزرے تو فرمایا کہ تم لوگ کیوں بیٹھے ہو؟ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا ہم اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کی حمد کرنے کے لیے بیٹھے ہیں اس بات پر کہ اس نے ہمیں اسلام کی ہدایت نصیب فرمائی اور اس کے ذریعہ ہم پر احسان فرمایا۔ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کیا اللہ کی قسم تم اسی لیے بیٹھے ہو؟) صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا کہ ہاں اللہ کی قسم ہم اسی ذکر کے لیے بیٹھے ہیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے کسی بدگمانی کی وجہ سے تمہیں قسم نہیں ولائی بلکہ مجھے جبریل علیہ السلام نے خبر دی کہ اللہ تعالیٰ تمھاری وجہ سے فرشتوں پر فخر فرما رہا ہے۔

نیز حدیث صحیح میں وارد ہے کہ جس مجلس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود نہ ہو تو وہ مجلس ناقص ہے اور مجلس میلاد میں یہ دونوں امر موجود ہیں۔ چناں چہ بار بار جلسہ مولود شریف میں درود پڑھا جاتا ہے:

---

(۷۶) [صحیح مسلم: ج۴ ص۲۰۷۵۔ الرقم ۲۷۰۱۔ باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن وعلی الذکر]

یارب صل وسلم دائما ابدا علی نبیك خیر الخلق کلهم۔ (۷۷)

لہٰذا مجلس میلاد نقصان سے خالی ہوئی۔ اور جن وجوہات سے اہل اسلام کی مجالس حسین اور بہتر ہوتی ہیں وہ ہے خدا کا ذکر اور آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود! اور یہ دونوں (باتیں) اس مجلس مبارک میں موجود ہیں۔

اور وہ حدیث صحیح یہ ہے جو بروایت ترمذی وارد ہے:

"عن أبی هریرة، عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: ما جلس قوم مجلسا لم یذکروا الله فیه، ولم یصلوا علی نبیهم، إلا کان علیهم ترة، فإن شاء عذبهم وإن شاء غفر لهم۔" (۷۸)

خلاصہ اس حدیث کا یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

جو قوم کسی مجلس میں بیٹھے اور اس میں اللہ کا ذکر نہ کرے، نہ اپنے نبی پر درود بھیجے، تو وہ مجلس اس قوم کے لیے نقصان دہ ثابت ہوگی، پھر اللہ چاہے تو انہیں سزا دے اور چاہے تو انہیں معاف کر دے۔

سوال۔ ﴿۲۵﴾

مجلس میلاد شریف میں فاسق اور فاجر سب لوگ جمع ہوتے ہیں اور جس مجلس میں فاسق اور فاجر جمع ہوتے ہیں اس میں جانا از روئے شرع شریف جائز ہے یا ناجائز؟

جواب۔ ﴿۲۵﴾

مجلس میلاد شریف کے انعقاد کا سبب جیسا کہ گزشتہ صفحات میں گزرا کہ وہ ان امور گذشتہ کی تعلیم اور تعلم کے لیے ہے جو احادیث صحیحہ میں وارد ہیں، نیز ذکر الٰہی اور آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود پڑھنے، نعمت اسلام پر ادائے شکر کے لیے، دوزخ سے نجات مانگنے اور بہشت کی آرزو کرنے کے لیے ہے اور فاسق اور فاجر خواہ ان امور گذشتہ کے لیے جمع ہوں یا مطلب دلی ان کا کوئی اور امر ہو مگر اس مجلس متبرک میں باقی مسلمانوں کی اتباع میں ان کے ساتھ بیٹھیں تو بلاشک اس مجلس میلاد شریف میں از روئے شرع شریف کچھ قباحت اور نقصان نہیں ہے۔ اور اس مجلس میں جانا

---

(۷۷) (یا اللہ درود و سلام نازل فرما ہمیشہ ہمیشہ اپنے نبی پر جو مخلوقات میں سب سے بہتر ہیں۔)

(۷۸) [سنن ترمذی: ج۵ ص۴۶۱۔ الرقم، ۳۳۸۰۔ باب فی القوم یجلسون ولا یذکرون الله]

جائز ہے اور ان لوگوں کے طفیل سے اشرار (گنہ گار) بھی اللہ کے حکم سے امید ہے کہ بخشے جائیں گے۔ چناں چہ اس مجلس متبرک کی شان میں حدیث صحیح وارد ہے کہ:

اللہ تعالیٰ کے فرشتے (کچھ وہ بھی) ہیں جو کہ ذاکرین کو تلاش کرتے رہتے ہیں جہاں ذاکرین کو پاتے ہیں تو زمین سے آسمان تک یہ فرشتے ان کو پروں سے ڈھانک لیتے ہیں اور اللہ تبارک و تعالیٰ ان فرشتوں سے فرماتا ہے کہ: میرے بندے کیا کرتے ہیں؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ: یہ بندے! تیرا ذکر اور جنت کی خواہش اور دوزخ سے نجات مانگتے ہیں۔ تو اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

میرے بندے بغیر مجھے دیکھے اور بغیر جنت اور دوزخ کو دیکھے میرے ذکر میں مشغول ہیں اور دوزخ سے متنفر اور جنت کے خواہاں ہیں؟ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ: اے فرشتو! میں نے تمہیں گواہ کیا کہ میں نے سب کے گناہ بخش دیے۔ چناں چہ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ یا اللہ! فلاں شخص فاسق اور فاجر اور بڑا گنہگار تھا اور راستے سے گزر رہا تھا تو ان کے ساتھ بیٹھ گیا یعنی اپنے کام کے لیے آیا تھا اور مقصود اصلی اس کا یہ ذکر اور شغل نہ تھا، تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو یہ فرمائے گا کہ:

یہ ایسے بیٹھنے والے ہیں کہ ان کے ساتھ بیٹھنے والا ان کا ہم نشیں بدبخت نہیں ہوتا ہے۔ لہٰذا میں نے اس فاسق اور فاجر کو بھی بخشا۔

یہ حدیث طویل ہے لہٰذا ضروری عبارت نقل کرتا ہوں۔ حدیث بروایت بخاری باایں الفاظ وارد ہے:

”فأشهدكم أني قد غفرت لهم قال: يقول ملك من الملائكة: فيهم فلان ليس منهم، إنما جاء لحاجة. قال: هم الجلساء لا يشقى بهم جليسهم۔“ (۷۹)

اور بروایت مسلم یوں مروی ہے:

---

(۷۹) (یعنی میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان سب کو بخش دیا۔ فرشتوں میں سے ایک فرشتے نے عرض کیا کہ ان میں فلاں شخص بھی تھا جو وہاں کسی حاجت کے لیے آیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مجلس (خیر) میں بیٹھنے والوں کے ساتھ بیٹھنے والا بدبخت نہیں ہوتا۔)

[صحیح بخاری: ج۸ ص۸۶۔ الرقم، ۶۴۰۸۔ باب فضل ذکر اللہ عزوجل]

"فیقولون: رب فیهم فلان عبد خطاء، إنما مر فجلس معهم، قال: فیقول: وله غفرت هم القوم لا یشقی بهم جلیسهم۔"(٨٠)

سوال۔ ﴿٢٦﴾

مجلس میلاد شریف میں لوگ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شمائل اور خصائص اور پیدائش کے ابتدائی حالات منظوم خوش آوازی سے پڑھتے ہیں۔ اور ان اشعار کے پڑھنے والے نہ علم موسیقی سے خبردار اور نہ اہل عشق کی طرح ان اشعار میں علم موسیقی کے ضوابط کی رعایت ان لوگوں کو منظور ہے اور نہ معشوقوں کے رخسار اور خدو خال اور بال اور دانتوں کا ذکر ان اشعار میں منظوم ہے، ان میں اگر ہے تو جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حلیہ مبارکہ اور قدو قامت اور ابرو، ورخسار وغیرہ کا ذکر۔ تو کیا خوش آوازی کے ساتھ ان اشعار کے پڑھنے پر غنا کا اطلاق ہوگا یا نہیں؟ اور اگر غنا کا اطلاق ہو تو یہ غنا از روے شرع شریف جائز ہے یا ناجائز؟

جواب۔ ﴿٢٦﴾

غنا اگر صرف خوش آوازی کے ساتھ ہو اور اس میں قانون موسیقی کی رعایت نہ ہو اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حلیہ مبارکہ کے سوا ان میں معشوقوں کی قدو قامت اور رخسار اور بالوں کا بھی بیان نہ ہو تو یہ غنا جائز ہے، بلکہ اس غنا کے ساتھ جو کہ صرف خوش آوازی کے ساتھ ہو قرآن شریف پڑھنا سنت اور مستحب ہے۔

چوں کہ کلام اللہ کا پڑھنا اس غنا کے ساتھ مستحب اور جائز ہوا تو مضامین احادیث شمائل نبوی جس میں حلیہ مبارکہ کا بیان ہے بطریق اولیٰ جائز ہے۔ اور جس حدیث سے کلام اللہ کا پڑھنا غنا اور خوش آوازی کے ساتھ ثابت ہوتا ہے وہ حدیث یہ ہے جو بروایت بخاری و مسلم مروی ہے:

---

(٨٠) (یعنی فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اے رب! ان میں ایک گنہ گار بندہ بھی تھا جو وہاں سے گزر رہا تھا لیکن محفل میں بیٹھ گیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے اسے بھی بخش دیا کیوں کہ مجلس خیر میں بیٹھنے والوں کا ہم نشیں بدبخت نہیں ہوتا۔) [صحیح مسلم: ج۴ص۲۰۶۹۔ الرقم، ۲۶۸۹۔ باب فضل مجالس الذکر]

"عن أبي هريرة أنه كان يقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ما أذن الله لشيء ما أذن للنبي صلى الله عليه وسلم يتغنى بالقرآن۔"(۸۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کسی چیز کو ایسے نہیں سنتا جیسے اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قرآن سنتا ہے جب وہ خوش آوازی سے پڑھتے ہیں۔

اور اس حدیث کے تحت لمعات شرح مشکاۃ میں مسطور ہے:

"وأما التكلف برعاية قوانين الموسيقى فمكروه۔(۸۲)

یعنی ضوابط موسیقی کے ساتھ قرآن پڑھنا مکروہ ہے۔"

اور اس حدیث کی تفسیر یہ حدیث ہے جو بروایت بخاری اور مسلم وارد ہے:

"عن أبي هريرة، أنه سمع النبي صلى الله عليه وسلم يقول: ما أذن الله لشيء ما أذن لنبي حسن الصوت بالقرآن يجهر به۔(۸۳)

نیز اس حدیث کے تحت لمعات شرح مشکاۃ میں لکھا ہے:

"قوله: (بالقرآن يجهر به) تفسير لمعنى التغني المراد في هذا الباب، فإن المراد تحسين الصوت وتطييبه وتزيينه وترقيقه وتحزينه بحيث يورث الخشية، ويجمع الهم، ويزيد الحضور، ويبعث الشوق، ويرقّ القلب، ويؤثر في السامعين مع رعاية قوانين التجويد، ومراعاة النظم في

---

(۸۱) [صحیح بخاری: ج۹ ص۱۴۱۔ الرقم، ۷۴۸۲۔ باب قول اللہ تعالیٰ: {ولا تنفع الشفاعة عنده.........
صحیح مسلم: ج۱ ص۵۴۵۔ الرقم، ۷۹۲۔ باب استحباب تحسین الصوت بالقرآن]

(۸۲) [لمعات التنقیح فی شرح مشکاۃ المصابیح: ج۴ ص۵۸۸۔ الرقم، ۲۱۹۳]

(۸۳) (یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کسی چیز کو ایسے نہیں سنتا جیسے اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قرآن سنتا ہے جب وہ خوش آوازی سے اور بلند آواز سے پڑھتے ہیں۔)
[صحیح بخاری: ج۹ ص۱۵۸۔ الرقم، ۷۵۴۴۔ باب قول النبي صلى الله عليه وسلم: الماهر بالقرآن مع الكرام البررة۔ صحیح مسلم: ج۱ ص۵۴۵۔ الرقم، ۷۹۲۔ باب استحباب تحسين الصوت بالقرآن]

الکلمات والحروف۔ (۸۴)

خلاصہ مطلب اس کا یہ ہے کہ

تغنی بالقرآن جس سے یہ مراد ہے کہ آواز ایسی باریک اور دردناک بنائے کہ اس سے خوف، حضور قلب اور شوق پیدا ہو اور دل کو نرم کرے اور سامعین پر اثر کرے۔ نیز علم تجوید کے قواعد کی رعایت ہو۔ (اور الفاظ و حروف میں نظم و تسلسل کی رعایت بھی۔)

اور نیز بروایت ابوداؤد و ابن ماجہ حدیث صحیح وارد ہے:

"عن البراء بن عازب، قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

زینوا القرآن بأصواتکم۔ (۸۵)

یعنی حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ قرآن کریم کو اپنی آوازوں سے مزین کرو!

نیز مشکاۃ شریف میں حدیث صحیح وارد ہے:

"وعن البراء بن عازب رضی اللہ عنہ قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: حسنوا القرآن بأصواتکم فإن الصوت الحسن یزید القرآن حسنا۔ (۸۶)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ قرآن کو خوش آوازی سے پڑھو کیوں کہ خوش آوازی قرآن کا حسن بڑھاتی ہے۔

لہٰذا جن اشعار میں خصائص نبویہ منظوم ہوں اگر ان اشعار کو اس صوت (آواز) کے ساتھ پڑھے جس "صوت" کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے "صوت الحسن، فرمایا ہے تو بلاشک یہ "صوت الحسن" حرام اور ناجائز نہیں ہے۔

---

(۸۴) [لمعات التنقیح فی شرح مشکاۃ المصابیح: ج۴ ص ۵۸۷، ۵۸۸۔ الرقم، ۲۱۹۳ باب آداب التلاوۃ]

(۸۵) [سنن ابوداود: ج۲ ص ۷۴۔ الرقم، ۱۴۶۸۔ باب استحباب الترتیل فی القراءۃ۔

سنن ابن ماجہ: ج۱ ص ۴۲۶۔ الرقم، ۱۳۴۲۔ باب فی حسن الصوت بالقرآن]

(۸۶) [مشکاۃ المصابیح: ج۱ ص ۶۷۶۔ الرقم، ۲۲۰۸۔ باب آداب التلاوۃ ودروس القرآن]

سوال۔﴿۲۷﴾

جس صوت (آواز) کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صوت الحسن، فرمایا ہے اگر اسی صوت الحسن کو کوئی حرام کہے تو کیا نقصان ہے؟

جواب۔﴿۲۷﴾

جس صوت کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے "صوت الحسن" فرمایا ہے اگر اسی صوت کو کوئی حرام کہے تو یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قول سے منکر اور حلال کو حرام کہنا ہے اور اس سے شرع اور شارع کی توہین لازم آتی ہے۔ اس لیے کہ حرام قبیح کو کہتے ہیں اور جس صوت کو رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صوت الحسن فرمایا ہے اگر اس کو کوئی قبیح کہے تو جو چیز شارع کے نزدیک حسن ہے اس کے نزدیک قبیح ہوگئی اور بلاشک یہ شرع اور شارع کی توہین ہے اور رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قول مبارک کا انکار لازم آتا ہے۔ (جو شرعاً کفر ہے۔)

سوال۔﴿۲۸﴾

جو غنا حرام ہے وہ کون سی قسم کا غنا ہے؟

جواب۔﴿۲۸﴾

وہ غنا حرام ہے جس کے متعلق حدیث صحیح میں وارد ہے کہ تم لحون اہل عشق اور کتاب سے بچو۔ "لحن اہل عشق اور کتاب" وہ ہے جس میں موسیقی اور نغموں کی رعایت منظور ہو نہ کہ صرف خوش آوازی۔ اور وہ حدیث یہ ہے کہ جو مشکاۃ شریف میں مروی ہے۔ ضرورت کی جگہ سے اس کو نقل کرتا ہوں: "وایاکم ولحون أهل العشق ولحون أهل الكتابين۔ الحدیث۔ [۸۷]

اور مشکاۃ مطبوع میں "لحون اہل عشق" کی تفسیر بایں طور وارد ہے:

"مایفعلون فی الاشعار من رعایة القواعد الموسیقی۔

(یعنی اہل عشق اشعار پڑھنے میں قواعد موسیقی کی رعایت کرتے ہیں۔)

---

(۸۷) (یعنی حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا) تم اہل عشق اور اہل کتاب کے لہجوں میں قرآن پڑھنے سے بچو!)

[مشکاۃ المصابیح: ج۱ص ۶۷۵۔ الرقم ۲۲۰۷۔ باب آداب التلاوۃ ودروس القرآن]

نیز مشکاۃ مطبوع میں "لحون اہل کتاب" کی تفسیر بایں طور وارد ہے:

"وكان اليهود والنصارى يقرؤون نحوا من الغناء ويتكلفون فيها بمعنى النغمة۔"(۸۸)

نیز حدیث صحیح بروایت بخاری اور مسلم وارد ہے:

"وعن عائشة قالت: إن أبا بكر دخل عليها وعندها جاريتان في أيام منى تدففان وتضربان وفي رواية: تغنيان۔ الحديث۔"(۸۹)

خلاصہ مطلب یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ ان کے پاس دو لڑکیاں موجود تھیں، جو منیٰ کے دنوں میں دف بجا رہی تھیں۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ وہ اشعار بھی گا رہی تھیں۔

اور مرقات شرح مشکاۃ میں اس حدیث کے تحت مسطور ہے:

"كان الشعر الذي تغنيان به في وصف الحرب والشجاعة، وفي ذكره معونة بأمر الدين۔"(۹۰)

وہ لڑکیاں جو اشعار گنگنا رہی تھیں ان میں جنگ اور بہادری کا ذکر تھا اور ایسا ذکر دین کی حمایت ونصرت کا باعث ہوتا ہے۔

اب اس (تفصیل) سے صاف صاف ثابت ہوا کہ جن اشعار میں معاونت اسلام ہو یا شجاعت وبہادری کا بیان ہو تو ان اشعار کا غنا بمعنی خوش آوازی کے ساتھ پڑھنا جائز ہے۔ علیٰ ہذا القیاس۔

وہ اشعار جن میں آں حضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے خصائص، شمائل، شجاعت، صبر اور حلیہ مبارکہ منظوم ہو تو بلا شک مومنین اور سامعین کے لیے (ان کا پڑھنا، سننا اور سنانا) موجب تکمیل ایمان ہے۔ اور (مجلس میلاد کے موقع پڑھے جانے والے) یہ اشعار اُن اشعار سے فائدہ شرعیہ میں ہرگز کم نہیں ہے جنہیں ان لڑکیوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سامنے بیان شجاعت

---

(۸۸) (یعنی یہود ونصاریٰ اشعار پڑھتے ہوئے گانے کی طرز اختیار کرتے تھے۔ اور گنگنانے میں غیر ضروری تکلف برتتے تھے۔)

(۸۹) [صحیح بخاری: ج ۲ ص ۲۳۔ الرقم، ۹۸۷۔ باب: إذا فاته العيد يصلي ركعتين......
صحیح مسلم: ج ۲ ص ۶۰۸۔ الرقم، ۸۹۲۔ باب الرخصة في اللعب الذي لا معصية فيه في أيام العيد]

(۹۰) [مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح: ج ۳ ص ۱۰۶۵۔ الرقم، ۱۴۳۲۔ باب صلاة العيدين]

انصار میں گایا تھا۔

اب قول فیصل یہ ہے کہ خوش آوازی کے ساتھ ان اشعار کا پڑھنا جس میں اعانت اسلام ہو۔ اور ان میں خصائص رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی منظوم ہوں، اور علم موسیقی کے قوانین وضوابط اور نغمات کی رعایت بھی نہ ہو جیسی اہل عشق اور اہل کتاب کی عادت ہے، تو اس خوش آوازی کے ساتھ اشعار مذکورۃ الصدور کا پڑھنا جائز ہے اور جن اشعار میں لہو ولعب ، معشوقوں کی قد و قامت اور شراب اور کباب کے مضامین ہوں، یا کسی خاص شخص کی ہجو، ہو یا ان اشعار کا گانا قواعد علم موسیقی کے موافق ہو اور ان میں نغموں کی بھی رعایت ہو تو ایسے طور پر اشعار گانا ناجائز ہے۔ اور جن اشعار میں صفت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منظوم ہو تو وہ بلاشک اشعار حسن میں داخل ہیں۔ چناں چہ شامی میں مسطور ہے:

"فما كان منه في الوعظ والحكم وذكر نعم الله تعالى وصفة المتقين فهو حسن۔"(91)

خلاصہ اس عبارت کا یہ ہے کہ جن شعر میں وعظ و نصیحت اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ذکر اور متقیوں کے اوصاف بیان ہوں وہ شعر حسن (اچھا) ہے۔ (یعنی اس کا پڑھنا جائز و مستحسن ہے)

اور اشعار حسن جن میں صفات متقیں خصوصاً صفات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منظوم ہوں تو ان سے بلاشک امر دین کی معاونت متصور ہے۔ اور حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور عبارت مرقات سے بخوبی معلوم ہوا کہ جن اشعار سے امر دینی کی معاونت و مدد ہو ان کا گانا جائز ہے۔

سوال۔ ۲۹

اس زمانے میں یہ رواج ہے کہ جن کے مکان پر مجلس میلاد شریف منعقد ہوتی ہے تو ان کے مکان پر لوگ ان کے بلانے سے یا خود بخود آتے ہیں اور وہ مکان والا ان کو مہمان سمجھ کر ان کے اکرام اور مدارات کے لیے ان کو مٹھائی اور پھول اور خوشبودار چیزیں اور عطر دیتا ہے یا یہ خیال کر کے کہ بعض ان میں سے فقرا اور بعض اغنیا ہیں تو بطور صدقہ فقرا کو اور بطور ہبہ اغنیا کو یہ اشیاے مذکورہ عطا کرتا ہے تو کیا یہ از روے شرع شریف جائز ہے یا ناجائز؟

(۹۱) [رد المحتار علی الدر المختار: ج۱ ص۲۶۰۔ مطلب فی أفضل المساجد]

جواب۔﴿۲۹﴾

اگر مکان والا مٹھائی وعطر وپھول وغیرہ اس لحاظ سے دیتا ہے کہ ان چیزوں کو دینے سے مہمان کا اکرام وخاطر داری ہے اور اکرام مہمان، سنت نبوی اور دین اسلام میں لازم ہے، تب تو یہ شخص عند اللہ ماجور ہے اور یہ فعل اس کا موافق سنت رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ہے۔

چناں چہ حدیث صحیح بروایت بخاری اور مسلم وارد ہے کہ جو شخص خدا اور رسول اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو تو اسے چاہیے کہ وہ مہمان کا احترام واکرام کرے اور وہ حدیث یہ ہے:

”عن أبي هريرة رضي الله عنه، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليكرم ضيفه۔“(۹۲)

نیز جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر مجھ کو کوئی گائے اور بکری کے ایک پانچہ (دستی یا پایے) کی دعوت دے تو بھی میں اس کی دعوت قبول کروں گا۔ یہ حدیث یہ ہے کہ بروایت بخاری وارد ہے۔

”عن أبي هريرة رضي الله عنه، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لو دعيت إلى ذراع أو كراع لأجبت، ولو أهدي إلي ذراع أو كراع لقبلت۔“(۹۳)

نیز حدیث صحیح میں وارد ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ایک بار سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالی عنہ کے گھر تشریف لے گئے، اور اندر داخل ہونے کے لیے تین دفعہ السلام علیکم کہہ کر

---

(۹۲) (یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ جو شخص اللہ تعالی اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اپنے مہمان کی تعظیم کرے! الی آخر الحدیث۔) [صحیح بخاری: ج۸ ص ۳۲۔ الرقم، ۶۱۳۸۔ باب إکرام الضیف، وخدمته إیاہ بنفسه۔
صحیح مسلم: ج۱ ص ۶۸۔ الرقم، ۴۷۔ باب الحث علی إکرام الجار والضیف]

(۹۳) (یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی کہ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر مجھے بکری وغیرہ کسی جانور کے دستی یا پایے کی بھی دعوت دی جائے تو میں قبول کروں گا اور کوئی دستی یا پایے میرے گھر بھیجے تو بھی میں ضرور قبول کروں گا۔)
[صحیح بخاری: ج۳ ص ۱۵۳۔ الرقم، ۲۵۶۸۔ باب القلیل من الھبة]

اذن مانگا، سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آہستہ آواز میں جواب دیا مگر آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ سنا، لہٰذا آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واپس تشریف لے گئے۔

سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میں نے سلام کا جواب تینوں دفعہ آہستہ طور پر (اس لیے) دیا تاکہ آں جناب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سلام بہت فرمائیں (یعنی کئی بار سلام کا جواب دیں تاکہ) اور گھر میں برکت ہو۔

پھر آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واپس سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تشریف لائے اور سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں داخل ہوئے۔ سعد بن عبادہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس کشمش لائے۔ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تناول فرمائے۔

حدیث کے الفاظ حسب ضرورت نقل کرتا ہوں:

"ثم دخلوا البیت فقرب له زبیبا فأکل نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔"(۹۴)

نیز حدیث صحیح میں وارد ہے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس بُسر کے دو بیٹے بوقت ضیافت مکھن اور کھجور لائے اور آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکھن اور کھجور کو پسند فرماتے تھے:

حدیث یہ ہے:

"عن ابنی بسر السلمیین قالا: دخل علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقدمنا زبدا وتمرا وکان یحب الزبد والتمر۔"(۹۵)

---

(۹۴) (یعنی جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت سعد وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ گھر میں داخل ہوئے، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کشمش پیش کیے گئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تناول فرمایا۔) [مشکاۃ المصابیح: ج ۲ ص ۱۲۲۶۔ الرقم، ۴۲۴۹۔ باب الضیافۃ]

(۹۵) (یعنی حضرت بسر سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دو بیٹوں رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے، تو ہم نے مکھن اور کھجوریں آپ کی خدمت میں پیش کیں، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکھن اور کھجور کو پسند فرمایا کرتے تھے۔)

[سنن ابو داود: ج ۳ ص ۳۶۴۳۔ الرقم، ۳۸۳۷۔ باب فی الجمع بین لونین فی الاکل]

اب اس حدیث سے صاف صاف معلوم ہوا کہ مہمان کے تواضع اور اکرام میں میٹھی چیز کھلانا سنت اور مستحب ہے۔ لہٰذا یہاں بھی مہمان کی تواضع میں میٹھی چیز پیش کرتے ہیں اور نیز مٹھائی کی بہت مماثلت کھجور اور مکھن کے ساتھ پوری پوری ہے اس لیے کہ کھجور اور مکھن کے اجتماع سے مٹھاس اور گھی دونوں جمع ہوتے ہیں اور یہی دونوں چیزیں مٹھائی میں بھی ہوتی ہیں۔

نیز حدیث سے ثابت ہوا کہ مہمان کو وہ چیز کھلانا چاہیے جو اس کو مرغوب اور پسند ہو، چناں چہ 'کان یحب الزبد والتمر' (یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مکھن اور کھجوریں پسند تھیں) اس پر دال ہے۔ اور ہندوستان میں بھی مٹھائی مرغوب الناس ہے۔

اور اگر یہ اشیاے مذکورہ فقیر کو بطور صدقہ اور اغنیا کو بطور ہبہ اور ہدیہ دیتے ہوں تو یہ بھی جائز اور مستحب ہے۔

چناں چہ حدیث صحیح بروایت بخاری اور مسلم کے وارد ہے کہ جس وقت آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ سلم صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، کو فرماتے تھے کہ تم کھاؤ! اور جو یہ کہا جاتا تھا کہ یہ ہدیہ ہے، تو آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، کے ساتھ تناول فرماتے تھے۔ اور وہ حدیث یہ ہے:

عن أبي هريرة رضي الله عنه، قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا أتي بطعام سأل عنه: أهدية أم صدقة؟ فإن قيل صدقة، قال لأصحابه: كلوا، ولم يأكل، وإن قيل هدية، ضرب بيده صلى الله عليه وسلم، فأكل معهم۔[96]

---

(۹۶) (یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ جب بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں کھانا پیش کیا جاتا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کھانے کے بارے میں پوچھ لیتے تھے کہ یہ کھانا صدقہ ہے یا ہدیہ؟ اگر کہا جاتا کہ صدقہ ہے تو (مستحقین) صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، کو کھانے کا حکم فرماتے اور خود نہ کھاتے۔ اور اگر کہا جاتا کہ یہ کھانا ہدیہ ہے، تو اپنے مبارک ہاتھوں سے اشارہ فرماتے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ آپ بھی وہ کھانا تناول فرماتے تھے۔)

[صحیح بخاری: ج۳ص ۱۵۵۔ الرقم ،۲۵۷۶۔ باب قبول الھدیۃ۔
صحیح مسلم: ج۲ص ۷۵۶۔ الرقم ۱۰۷۷۔ باب قبول النبی الھدیۃ وردہ الصدقۃ]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہدیہ اور صدقہ کا دینا اور لینا دونوں سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے لہٰذا کوئی مسلمان ان کو بدعت نہیں کہہ سکتا۔

نیز حدیث صحیح بروایت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ، شمائل ترمذی میں وارد ہے:

انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

کہ اگر مجھے کوئی گائے اور بکری کا ایک پائچہ (دستی یا پایے) ہدیہ کرے تو میں اس کو قبول کروں گا۔ یا ان کی مجھے دعوت دے تو بھی میں اس کی دعوت قبول کروں گا۔ حدیث یہ ہے:

"عن أنس بن مالك قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لو أهدي إلي كراع لقبلت، ولو دعيت عليه لأجبت۔"(٩٧)

نیز صحیح بخاری میں بروایت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وارد ہے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہدیہ کو قبول فرماتے تھے۔ اور وہ حدیث یہ ہے:

"عن عائشة رضی الله عنها، قالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقبل الهدية۔"(٩٨)

اس حدیث سے صاف ثابت ہوا کہ ہدیہ کا قبول کرنا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ اور ہدیہ سے انکار کرنا خلاف سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے۔

نیز حدیث صحیح بروایت مسلم اور بخاری وارد ہے کہ اگر کوئی شخص بمقدار ایک کھجور کسب حلال سے صدقہ دے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس صدقے کو دائیں ہاتھ سے قبول فرماتا ہے۔ اور اللہ تبارک وتعالیٰ اس صدقے کی پرورش کرے گا یہاں تک کہ وہ پہاڑ کی مقدار کے برابر پہنچے گی۔ اور وہ حدیث یہ ہے:

---

(٩٧) (یعنی حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر مجھے پایے بھی ہدیہ کیے جائیں تو میں قبول کروں گا اور اگر اس کے لیے میری دعوت کی جائے تو بھی میں ضرور قبول کروں گا۔)

[الشمائل المحمدیۃ والخصائل المصطفویۃ، للترمذی: ص ٢٧٩۔ الرقم، ٣٣٨۔ باب ماجاء في تواضع رسول الله صلى الله عليه وسلم]

(٩٨) (یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہدیہ قبول فرماتے تھے۔) [صحیح بخاری: ج ٣ ص ١٥٧۔ الرقم، ٢٥٨٥۔ باب المكافأة في الهبة]

"عن أبي هريرة رضي الله عنه، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من تصدق بعدل تمرة من كسب طيب، ولا يقبل الله إلا الطيب، وإن الله يتقبلها بيمينه، ثم يربيها لصاحبه، كما يربي أحدكم فلوه، حتى تكون مثل الجبل۔"(٩٩)

اب اس حدیث سے صاف صاف معلوم ہوا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کو صدقہ بہت پسند ہے۔ اگر چہ چھوٹی چیز مانند خرما کے ہی ہو۔ نیز اس مجلس مبارک میں کسی کے مکان پر مسلمانوں کے جمع ہونے سے اور بھی فوائد ہیں۔ جیسے کہ مسلمانوں کا آپس میں مصافحہ کرنا، اور مصافحہ معصیت اور بغض و حسد کو زائل کرنے والا ہے۔

جیسا کہ حدیث صحیح میں بروایت ترمذی و ابن ماجہ وارد ہے۔ وہ حدیث یہ ہے:

"عن البراء بن عازب قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ما من مسلمين يلتقيان فيتصافحان، إلا غفر لهما قبل أن يتفرقا۔"(١٠٠)

نیز حدیث صحیح بروایت مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشکاۃ میں مروی ہے:

---

(٩٩) (یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص پاک کمائی، کیوں کہ اللہ تعالیٰ پاک ہی قبول فرماتا ہے، میں سے ایک کھجور کے برابر بھی صدقہ کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے داہنے ہاتھ سے قبول فرماتا ہے۔ پھر اس کو صدقہ کرنے والے کے لیے ایسے بڑھاتا ہے جیسے کوئی شخص گھوڑے کے بچے کو بڑھاتا ہے یہاں تک کہ وہ صدقہ پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔) [صحیح بخاری: ج٢ ص ١٠٨۔ الرقم، ١٤١٠۔ باب الصدقة من كسب طيب۔
صحیح مسلم: ج٢ ص ٧٠٢۔ الرقم، ١٠١٤۔ باب قبول الصدقة من الكسب الطيب وتربيتها]

(١٠٠) (یعنی حضرت براء ابن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب دو مسلمان ملاقات کے وقت مصافحہ کرتے ہیں تو دونوں کے الگ ہونے سے پہلے ہی ان کو بخش دیا جاتا ہے۔)

[سنن ترمذی: ج٥ ص ٧٤۔ الرقم، ٢٧٢٧۔ باب ما جاء في المصافحة۔
سنن ابن ماجہ: ج٢ ص ١٢٢٠۔ الرقم، ٣٧٠٣۔ باب المصافحة۔]

"وعن عطاء الخراسانی أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: تصافحوا یذھب الغل وتھادوا تحابوا وتذھب الشحناء۔ رواہ مالک مرسلا۔"(۱۰۱)

نیز بروایت بیہقی مشکاۃ شریف میں حدیث صحیح وارد ہے، یہاں حسب ضرورت نقل کی جاتی ہے:

"والمسلمان إذا تصافحا لم یبق بینھما ذنب إلا سقط۔"(۱۰۲)

نیز حدیث صحیح بروایت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما ترمذی میں وارد ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خوشبو کو رد نہیں کرتے تھے اور وہ حدیث یہ ہے:

"عن ثمامۃ بن عبد اللہ، قال: کان أنس لا یرد الطیب، وقال أنس: إن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان لا یرد الطیب۔"(۱۰۳)

اب اس حدیث سے صاف صاف دو امر ثابت ہوئے۔

اول یہ کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خوشبو کو رد نہیں فرماتے تھے۔

دوسرا امر یہ کہ متبعین سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو لازم ہے کہ اگر کوئی خوشبو دے

---

(۱۰۱) (یعنی حضرت عطا خراسانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مصافحہ کیا کرو کہ اس سے دلی کدورت دور ہوتی ہے اور ایک دوسرے کو تحفے بھیجا کرو کہ اس سے محبت زیادہ ہوتی ہے اور دشمنی ختم ہوجاتی ہے۔ اس حدیث کو امام مالک علیہ الرحمۃ نے مرسل روایت کیا ہے۔)

[مشکاۃ المصابیح: ج۳ص۱۳۳۰۔ الرقم، ۴۶۹۳۔ باب المصافحۃ والمعانقۃ]

(۱۰۲) (یعنی حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ جب دو مسلمان آپس میں ایک دوسرے سے مصافحہ کرتے ہیں تو ان کے درمیان کوئی گناہ باقی نہیں رہتا بلکہ ختم ہوجاتا ہے۔) [مرجع سابق: الرقم، ۴۶۹۴]

(۱۰۳) (یعنی حضرت ثمامہ بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوشبو کو رد نہیں فرماتے تھے۔ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خوشبو کو رد نہیں فرماتے تھے۔ (یعنی اگر آپ کو کوئی خوشبو پیش کرتا تو آپ منع نہیں فرماتے تھے بلکہ قبول فرمالیا کرتے تھے)

[سنن ترمذی: ج۴ص۴۰۵۔ الرقم، ۲۷۸۹۔ باب ما جاء فی کراھیۃ رد الطیب]

تو وہ رد نہ کرے، جیسے انس بن مالک فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی اتباع میں خوشبو کو رد نہیں کرتے تھے۔

نیز ترمذی میں بروایت ابو عثمان نہدی وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جس وقت تم میں سے کسی کو ریحان (خوشبو) دیا جائے تو وہ اس کو رد نہ کرے کیوں کہ یہ جنت سے آیا ہے۔ اور وہ حدیث یہ ہے:

"عن أبي عثمان النهدي، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا أعطى أحدكم الريحان فلا يرده فإنه خرج من الجنة۔"(۱۰۴)

سوال۔﴿۳۰﴾

فاسق اور فاجر کی ضیافت کرنا جائز ہے۔ اور حدیث میں جو وارد ہے کہ مہمان کا اکرام کیا جائے تو اس سے ضیف متقی (پرہیزگار مہمان) کا اکرام مراد ہے نہ کہ فاسق و فاجر کا اکرام، اس لیے کہ فاسق کو کھلانے سے اس کے فسق کی اعانت ہوتی ہے اور اعانت فسق جائز نہیں ہے۔

جواب۔﴿۳۰﴾

بالفرض اگر فاسق اور فاجر کی ضیافت اس مجلس مبارک میں کی جاتی ہے تو یہ ضیافت صرف اس لحاظ سے ہے کہ یہ فاسق فاجر اس مجلس مبارک میں شریک ہو کر ذکر اور شغل الٰہی کا عادی ہو اور اس کو نصیحت اور وعظ سننے کی عادت ہو جائے، اور اس کے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت قائم ہو جائے تاکہ یہ فسق و فجور چھوڑے اور رسول اللہ صلی اللہ کے اقوال و افعال سے محبت رکھے اور درود اور ذکر الٰہی میں ہمیشہ مشغول رہے۔

لہٰذا اس لحاظ سے اس کی ضیافت کرنا اور اس کی رعایت اور اس کے ساتھ احسان کرنا جائز ہے۔ جیسے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مؤلفۃ القلوب کے ساتھ اس لحاظ سے احسان فرماتے تھے کہ ان کی اصلاح ہو اور مومنین ان کے شر سے بچیں۔ حدیث صحیح بروایت مسلم وارد ہے کہ:

---

(۱۰۴) (یعنی حضرت ابو عثمان نہدی رضی اللہ عنہ سے مروی انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو خوشبو دی جائے تو اسے رد مت کرو! اس لیے کہ خوشبو جنت سے آئی ہے۔) [سنن ترمذی: ج۴ ص۴۰۵۔ الرقم، ۲۷۹۱۔ باب ماجاء فی کراھیۃ رد الطیب]

ایک کافر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مہمان ہوا، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ اس کے لیے ایک بکری دوہی جائے پس وہ بکری دوہی گئی اور کافر مہمان نے اس کا دودھ پیا، مگر وہ شکم سیر نہ ہوا۔ یہاں تک کہ سات بکری اس کے لیے دوہی گئیں اور اس نے ان سب کا دودھ پیا۔ پھر صبح کے وقت جب وہ مسلمان ہوا تو آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم سے اس کے لیے ایک بکری دوہی گئی لیکن اس بار وہ اس ایک بکری کا بھی پورا دودھ نہ پی سکا۔

حدیث یہ ہے:

"عن أبي هريرة، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم ضافه ضيف وهو كافر، فأمر له رسول الله صلى الله عليه وسلم بشاة فحلبت، فشرب حلابها، ثم أخرى فشربه، ثم أخرى فشربه، حتى شرب حلاب سبع شياه، ثم إنه أصبح فأسلم، فأمر له رسول الله صلى الله عليه وسلم بشاة، فشرب حلابها، ثم أمر بأخرى، فلم يستتمها، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: المؤمن يشرب في معى واحد، والكافر يشرب في سبعة أمعاء۔ (۱۰۵)

چوں کہ کفر سب فسقوں سے بڑھ کر فسق ہے۔ مگر حدیث گزشتہ کے مطابق جب کسی کافر کا کفر ضیافت رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مانع نہ ہوا، تو اس مسلمان کا فسق جو مجلس میلاد شریف میں بغرض اصلاح بلایا جاتا ہے ہرگز مانع ضیافت نہ ہو گا۔ اس لیے کہ مومن کا فسق کافر کے فسق سے کم ہے، جو فسق سب سے بڑھ کر تھا وہ مانع ضیافت نہ ہوا تو کم تر درجے کا فسق کیسے مانع ہو گا؟

---

(۱۰۵) (یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایک کافر بطور مہمان حاضر ہوا۔ آپ نے اس کی ضیافت فرمائی۔ اس کے لیے بکری کا دودھ دوہنے کا حکم دیا گیا جسے وہ پی گیا پھر دوسری مرتبہ دیا گیا وہ پھر پی گیا۔ یہاں تک کے سات بکریوں کا دودھ اس نے پی لیا۔ صبح کو اس نے اسلام قبول کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پھر اس کے لیے دودھ دوہنے کا حکم دیا اس نے پی لیا پھر دوبارہ دودھ دوہ کر پلانے کا حکم دیا گیا لیکن اس بار وہ نہ پی سکا، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ مومن ایک آنت میں پیتا ہے جب کہ کافر سات آنتوں میں پیتا ہے۔)
[صحیح مسلم: ج۳ص ۱۶۳۲۔ الرقم، ۲۰۶۳۔ باب المؤمن یاکل فی معی واحد، والکافر یاکل فی سبعۃ أمعاء]

سوال۔ (۳۱)

اس زمانے میں جب کسی شخص کے مکان پر میلاد شریف منعقد ہوتی ہے تو وہ شخص جیسے صلحا کی تداعی کرتا ہے ویسے ہی فساق کی تداعی بھی اس لحاظ سے کرتا ہے کہ مجلس میلاد شریف میں وعظ و نصیحت اور امور دینیہ و مضامین احادیث نبویہ کی تعلیم اور تدریس ہوتی ہے اور شمائل و اخلاق نبویہ کا ذکر اور صبر و شکر اور اپنی امت پر آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفقت، بیان ہوتی ہے۔

نیز یہ بھی بیان ہوتا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ کی راہ میں کیا کیا تکلیفیں اٹھائی ہیں، تا کہ صلحا کو ان امور کے ذکر کرنے سے صلاحیت زیادہ ہو جائے۔ اور فساق ان بیانات کو سنیں تا کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت ان کے دلوں میں مضبوط ہو جائے اور وہ راہ راست پر آجائیں۔

نیز اس میلاد مبارک کی مجلس کے لیے دن اور تاریخ بھی اس لحاظ سے معین ہوتی ہے کہ جس شخص کے مکان پر مجلس میلاد شریف منعقد ہوتی ہے یا تو اس شخص کو اور دنوں میں فرصت نہیں ہوتی ہے اس لیے اسی تاریخ معین کردہ میں اپنی فرصت سمجھ کر معین کرتا ہے یا اس لحاظ سے تاریخ اور دن کو معین کرتا ہے تا کہ لوگوں کو تاریخ اور دن معلوم ہو جائے اور اسی تاریخ میں دنیوی امور چھوڑ کر اس مجلس میلاد شریف میں شریک ہو جائیں اور دینی فائدہ اٹھائیں مگر اس شخص کی ہر گز یہ نیت نہیں ہے کہ اس تاریخ معین شدہ کے سوا یہ مجلس میلاد شریف جائز نہیں ہے۔ یا اس تاریخ معین کی ایسی بزرگی اور عظمت سمجھتا ہو کہ اس کی بزرگی کے سبب سے مجلس میلاد شریف کی تخصیص اسی دن کے ساتھ ایسے کرے جیسے یہود و نصاریٰ روزہ کی تخصیص سنیچر یا اتوار دونوں دنوں کو معظم سمجھنے کے سبب کرتے ہیں۔

تو کیا بایں ہمہ عقائد ان فاسقوں اور فاجروں کی تداعی، اور کسی تاریخ کا معین کرنا، اور ان لوگوں کا اس تاریخ معین شدہ میں اجتماع از روے شرع شریف جائز ہے یا نہیں؟

جواب۔ (۳۱)

مجلس میلاد شریف میں فاسق اور فاجر کی تداعی (بلانا) نصیحت کے لیے ہے، اس لحاظ سے کہ وہ فسق و فجور چھوڑ دے اور اسلام کے مستقیم راستہ پر آجائے، اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

محبت اس کے دل میں مضبوط ہو جائے۔ بلا شک یہ سب ضروریات دین میں سے ہیں۔ چناں چہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کافروں کو جو بڑے فاسق ہیں تداعی فرمائی ہے۔

چناں چہ حدیث صحیح بروایت بخاری اور مسلم وارد ہے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صفا پہاڑ پر تشریف لے گئے، اور قریش کے قبیلوں کو نام بنام پکارنا شروع کیا یہاں تک کہ سب قبیلے والے جمع ہوئے اور حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن قبیلوں کو نصیحت فرمائی۔ اور اس وقت ابولہب نے حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہا:

"تبالك، ألهذا جمعتنا؟"(106)

یعنی ابولہب نے کہا کہ نقصان اور ہلاکت ہو تجھ کو کیا ہم کو اس لیے جمع کیا تھا؟

(معاذ اللہ تعالیٰ۔ استغفر اللہ العظیم)

اب اس حدیث سے صاف صاف معلوم ہوا کہ فاسقوں کی تداعی نصیحت کے لیے اور اس غرض کے لیے کہ فسق چھوڑ دیں ضروریات دین میں سے ہے، اس لیے کہ کافروں سے زیادہ فاسق کوئی بھی نہیں ہے۔ اور حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی بھی تداعی فرمائی ہے۔ علیٰ ھذا القیاس، فاسقوں کی بھی تداعی مجلس وعظ کے لیے ضروریات دین میں سے ہوگی۔

نیز عوام الناس کے اطمینان کے لیے براہین قاطعہ سے جو علماے دیوبند کے باہمی مشورہ سے جناب مولوی رشید احمد صاحب کی تصنیف ہوئی ہے، چند عبارتیں نقل کرتا ہوں۔

اول عبارتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ مجلس وعظ کے لیے تداعی فرض ہے۔ چناں چہ براہین قاطعہ کے ص ۱۴۴۔ پر مسطور ہے:

"البتہ وعظ و درس میں تداعی ثابت ہے کیوں کہ وہ فرض ہے جیسا فرائض صلوات میں تداعی ضروری ہے۔"(107)

اب اس عبارت سے بھی صاف صاف معلوم ہوا کہ علماے دیوبند اور جناب مولوی رشید احمد

---

(۱۰۶) [صحیح بخاری: ج۶ص ۱۲۲۔ الرقم، ۴۸۰۱۔ باب قوله: إن هو إلا نذير لكم بين يدي عذاب شديد۔ صحیح مسلم: ج۱ص ۱۹۳۔ الرقم، ۲۰۸۔ باب في قوله تعالىٰ: وأنذر عشيرتك الأقربين]

(۱۰۷) [براہین قاطعہ: ص ۱۴۴۔ مطبع ہاشمی، دہلی]

صاحب بھی مجلس وعظ کے لیے تداعی فرض سمجھتے ہیں۔ نیز مجلس وعظ اور تذکیر احادیث نبویہ کے لیے دن کا تعیین سنت ہے۔ جیسا کہ حدیث صحیح بخاری میں "باب الاعتصام" میں وارد ہے کہ:

ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مردوں نے آپ سے حدیثیں سیکھ لیں اور ہم عورتیں محروم ہیں۔ لہٰذا ہمارے لیے بھی ایک دن معین فرمائیں تاکہ ہم اس دن حاضر ہو جائیں اور وہ چیز سیکھیں گے جو اللہ نے آپ کو سکھائیں۔ تو آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس عورت کو حکم فرمایا کہ فلاں دن فلاں مکان میں جمع ہو۔ یعنی حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دن اور مکان دونوں کو معین فرمایا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس دن اس مکان میں تشریف لا کر عورتوں کو تعلیم فرمائی۔ اور وہ حدیث ضرورت کی جگہ سے نقل کی جاتی ہے:

"فقال: اجتمعن فی یوم کذا و کذا فی مکان کذا و کذا، فاجتمعن، فأتاهن رسول الله صلی الله علیه وسلم، فعلمهن مما علمه الله۔"(۱۰۸)

مخفی نہ رہے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اولاً "اجتمعن" امر کا صیغہ فرمایا ہے اور امر طلب مصدر کے لیے ہوتا ہے اور مصدر یہاں اجتماع ہے۔ گویا حدیث شریف کے معنی یہ ہوئے کہ "اطلب مسکن الاجتماع فی مکان کذا و کذا، میں تم سے اجتماع مکان اور زمان متعین طلب کرتا ہوں۔ لہٰذا اجتماع زمانہ معین اور مکان خاص میں آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مطلوب و مامور بہ ہوا۔ اور کوئی مسلمان ایسا نہ ہوگا کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مامور بہ کو بدعت اور ناجائز سمجھے، اس لیے کہ اگر یہ امر یعنی "اجتمعن" بالفرض وجوب کے لیے نہ ہو، تاہم اس امر کا درجہ رخصت اور اباحت سے کم نہ ہوگا۔ اور آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضا سے تنزہ (اجتناب) کرنے والوں اور ناجائز سمجھنے والوں کے لیے بڑی بڑی وعیدیں وارد ہیں۔

---

(۱۰۸) (یعنی جب بارگاہ رسالت میں آکر ایک عورت نے عورتوں کو بھی دین سکھانے کی بات کی تو) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس خاتون سے فرمایا کہ فلاں دن فلاں جگہ سب جمع ہو جاؤ!
حسب حکم وہ سب عورتیں اکٹھا ہو گئیں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور انہیں وہ سکھایا جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے سکھایا تھا۔)
[صحیح بخاری: ج۹ص۱۰۱۔ الرقم، ۷۳۱۰۔ باب تعلیم النبی صلی اللہ علیہ وسلم أمتہ من الرجال والنساء مما علمہ اللہ]

چناں چہ حدیث صحیح میں بروایت ترمذی وارد ہے:
کہ سفر میں لوگوں پر روزہ مشکل ہوااور کسی نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ لوگ آپ کے انتظار میں ہیں اگر آپ روزہ افطار فرمائیں تو لوگ بھی افطار کریں گے۔ پس آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک پیالہ پانی منگا کر کے پیااور لوگ دیکھ رہے تھے مگر بعضوں نے افطار کیااور بعضوں نے نہیں کیا۔ جنہوں نے افطار نہیں کیااور آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رخصت پر عمل نہیں کیا، توآں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے حق میں فرمایا: أولئك العصاة۔ یعنی یہ لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نافرمان ہیں۔
حدیث شریف یہ ہے ملاحظہ فرمائیں:

"عن جابر بن عبد الله، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم خرج إلى مكة عام الفتح، فصام حتى بلغ كراع الغميم، وصام الناس معه، فقيل له: إن الناس قد شق عليهم الصيام، وإن الناس ينظرون فيما فعلت، فدعا بقدح من ماء بعد العصر، فشرب، والناس ينظرون إليه، فأفطر بعضهم، وصام بعضهم، فبلغه أن ناسا صاموا، فقال: أولئك العصاة۔"(۱۰۹)

اب خیال کرنا چاہیے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجلس وعظ کے لیے دن کو معین فرمایا ہے تو جو شخص اس تعین کو ناجائز سمجھے تو بلا شک وہ ،أولئك العصاة، کی وعید میں داخل ہو گا۔ یعنی نافرمانوں کے زمرے میں داخل رہے گا۔

---

(۱۰۹) (یعنی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال مکہ کی طرف روانہ ہوئے، اور اس وقت آپ روزے سے تھے یہاں تک کہ کُراع الغمیم پہنچے۔ جو لوگ آپ کے ساتھ تھے وہ بھی روزے سے تھے۔ اسی درمیان آپ سے عرض کیا گیا کہ لوگوں پر روزہ گراں گزر رہا ہے اور وہ اس انتظار میں ہیں کہ اب آپ کیا کریں گے؟
پس آپ نے عصر کے بعد پانی کا ایک برتن منگوایا، اور پانی نوش فرمایا جسے سب دیکھ رہے تھے۔ اس کے بعد بعض نے روزہ کھول دیا، اور بعض نے نہیں کھولا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ کچھ لوگ روزے سے رہے، توآپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ نافرمان ہیں۔)
[سنن ترمذی: ج ۳ ص ۸۰۔ الرقم، ۷۱۰۔ باب ماجاء فی کراهية الصوم فی السفر]

نیز مشکاۃ شریف میں حدیث صحیح متفق علیہ مروی ہے کہ:

ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے وعظ کے لیے جمعرات کو متعیّن فرمایا تھا تو ایک مرد نے کہا کہ اے ابو عبد الرحمن! میں دوست رکھتا ہوں کہ ہر روز ہم کو نصیحت کیجیے! یعنی جمعرات کی تخصیص کی کیا ضرورت ہے، تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ مجھ کو ہر روز نصیحت کرنے سے یہ بات منع کرتی ہے کہ میں تم کو تنگ کر کے ملال (زحمت) میں ڈالوں۔ حدیث شریف میں ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا خطاب اور مردوں کی گفتگو ثابت ہے۔ اور وہ حدیث یہ ہے:

"وعن شقيق: كان عبد الله يذكر الناس في كل خميس فقال له رجل يا أبا عبد الرحمن لوددت أنك ذكرتنا كل يوم قال أما إنه يمنعني من ذلك أني أكره أن أملكم وإني أتخولكم بالموعظة كما كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يتخولنا بها مخافة السآمة علينا۔"[110]

حضرت شفیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہر جمعرات کو وعظ فرمایا کرتے تھے۔ تو ایک شخص نے کہا: اے ابو عبد الرحمن! میری خواہش ہے کہ آپ ہمیں روز وعظ فرمائیں! تو حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مجھے روزانہ وعظ کرنے سے یہی چیز روکتی ہے کہ کہیں تم اس سے اکتا نہ جاؤ! میں وقفے وقفے سے وعظ اس لیے کرتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی اسی طرح (یعنی ناغہ کر کے) وعظ فرمایا کرتے تھے، تاکہ ہم اکتاہٹ محسوس نہ کریں۔

اب ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہوا کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے وعظ اور تعلیم احادیث کے لیے ایام کو معین فرمایا ہے، لہٰذا وعظ اور تذکیر احادیث کے لیے تعین ایام بدعت نہ ہوا۔ مگر اول حدیث میں آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خطاب اور تعین ایام عورتوں کی بہ نسبت ہوا ہے۔ اور دوسری حدیث میں ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گفتگو مردوں کے ساتھ ہے۔

نیز یہ معلوم ہوتا ہے کہ خطاب مردوں کی بہ نسبت ہے۔ لہٰذا دونوں حدیثوں سے یہ ثابت ہوا کہ وعظ اور تذکیر احادیث کے لیے تعین ایام امر مستحب اور سنت سے ثابت ہے، خواہ یہ تعین

(۱۱۰) [مشکاۃ المصابیح: ج۱ ص ۲۷۔ الرقم، ۲۰۷۔ کتاب العلم]

عورتوں کی بہ نسبت ہو یا مردوں کے لیے۔

نیز حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صاف صاف ثابت ہوا کہ جہاں ہر روز کی نصیحت اور تذکیر مسائل سے خوف ملامت ہو وہاں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے احادیث نبوی کے لیے دن معین کیا ہے اور یہاں بھی یہی وجہ موجود ہے۔ اس لیے کہ اگر احادیث میلاد شریف ہر روز ذکر کی جائیں تو بے شک ملامت اور بے توجہی کا خوف ہے اس لیے فعل نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اقتدا اور فعل صحابی کی اتباع میں مجلس میلاد شریف کے لیے دن معین کرنا مستحب ہے۔

نیز بخاری نے ایک باب جداگانہ اس تعلق سے باندھا ہے اور اس باب میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے تذکیر احادیث کے لیے تعین ایام مروی ہے۔ اور وہ باب یہ ہے:

"باب من جعل لأهل العلم أياما معلومة"

یعنی یہ باب، ان دنوں کے بارے میں ہے جو اہلِ علم کے لیے (بغرض تعلیم) مخصوص کیے گئے ہوں۔

سوال۔ ﴿۳۲﴾

اس زمانے کے علما میں یہاں تک اختلاف اور فساد برپا ہے کہ ہر ایک دوسرے کو مشرک اور بدعتی کہتا ہے۔ نیز ہر ایک دوسرے کے مسئلہ کو غلط بتاتا ہے۔ چناں چہ ان مسائل میں سے ایک مجلس میلاد شریف بھی ہے، اس لیے ایسا قاعدہ کلیہ بتلانا چاہیے کہ ہم اس مسئلہ میں اور باقی مسائل اختلافیہ میں اس قاعدہ کے مطابق عمل کریں۔ اور جس عالم کا قول اس قاعدہ سے برخلاف پایا جائے تو اس کی طرف خیال نہ کیا جائے، مگر یہ بھی شرط ہے کہ وہ قاعدہ خدا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قول سے مستنبط ہو۔

جواب۔ ﴿۳۲﴾

ایسے قاعدہ کے مطابق عمل کہ جو قاعدہ خدا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قول سے مستنبط ہو وہ یہ ہے کہ:

تم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اقوال اور افعال کی پیروی کرو جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ

فرماتا ہے:

"لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔"(۱۱۱)

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

میری امت کے فساد کے وقت اگر کوئی میری سنت پر عمل کرے تو اس کو سو(۱۰۰) شہیدوں کا ثواب ملے گا۔

چناں چہ مشکاۃ شریف میں حدیث بروایت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی ہے:

"وعن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من تمسك بسنتي عند فساد أمتي فله أجر مائة شهيد۔"(۱۱۲)

نیز حدیث صحیح بروایت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ترمذی میں مروی ہے:

"ومن أحيا سنتي فقد أحبني، ومن أحبني كان معي في الجنة۔"(۱۱۳)

اب وہ قاعدہ کلیہ جو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول سے مستنبط ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ فساد امت کے وقت حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرنا چاہیے جو حکم سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں پایا جائے اس پر عمل کرنا چاہیے۔ لہٰذا جس عالم کا قول موافق سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہو وہ قابل عمل ہے۔

---

(۱۱۱) (بے شک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے۔)

[القرآن الکریم: پارہ۲۱، سورہ احزاب، آیت ۲۱۔ ترجمہ کنز الایمان لامام احمد رضا البریلوی قدس سرہ]

(۱۱۲) (یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت میں فساد پیدا ہونے کے وقت جس شخص نے میری سنت کو مضبوطی سے تھامے رکھا اس کے لیے سو(۱۰۰) شہیدوں کا ثواب ہے۔)

[مشکاۃ المصابیح: ج۱ ص۶۲۔ الرقم ۱۷۶۔ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ]

(۱۱۳) (یعنی جس نے میری سنت کو زندہ کیا اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔)

[سنن ترمذی: ج۵ ص۴۶۔ الرقم ۲۶۷۸۔ باب ما جاء في الأخذ بالسنة واجتناب البدع]

چناں چہ اس مسئلہ مجلس میلاد شریف میں ارکان مجلس میلاد شریف کا استحباب صحاح کی احادیث صحیحہ سے نقل کیا گیا ہے۔ لہٰذا مجلس میلاد شریف کے سلسلے میں اگر کسی عالم کا قول احادیث صحیحہ کے موافق ہو تو اس کے قول پر عمل کرنا چاہیے۔ ورنہ اس عالم کا قول چھوڑ کر کے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قول پر عمل کرنا چاہیے۔

اور جو عالم مسئلہ میلاد شریف میں ان احادیث صحیحہ کے خلاف گفتگو کرے تو وہ بدعتی اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کا منکر ہے۔

سوال۔﴿۳۴﴾

اس زمانے میں بعض لوگ جو مجلس میلاد شریف منعقد کرتے ہیں تو وہ اس مجلس کی فضیلت پر یہ دلیل قائم کرتے ہیں کہ بعض صلحانے خواب یا مکاشفہ سے معلوم کیا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس مجلس متبرک میں بعالم روحانیت تشریف رکھتے ہیں۔ اور آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تشریف رکھنا اس مجلس متبرک میں اگر چہ احیاناً (کبھی کبھی) ہو، تاہم اس امر کی دلیل ہے کہ یہ مجلس افضل ہے۔ کیا ایسی دلیل سے اس مجلس مبارک کی فضیلت ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟ اور ایسی دلیل لانے والا بدعتی ہے یا نہیں؟

جواب۔﴿۳۴﴾

دلائل شرعیہ چار ہیں: (۱) قرآن (۲) حدیث (۳) اجماع امت (۴) قیاس مجتہد۔

چوں کہ احادیث نبوی سے استحباب مجلس میلاد شریف بخوبی ثابت ہوا تو اب ایسے دلائل (خواب و مکاشفہ وغیرہ) کی کیا ضرورت ہے؟

اور بالفرض اگر ضرورت بھی ہو تو میں اتنا کہہ سکتا ہوں کہ کتاب براہین قاطعہ، جو بمشورہ باہمی علمائے دیوبند اور جناب مولوی رشید احمد صاحب کی تصنیف ہوئی ہے۔ اس کتاب مقدس (اس کو مقدس طنزاً کہا گیا ہے کیوں کہ منکرین میلاد شریف کے نزدیک یہ کتاب مقدس ہی ہے) کے ص ۲۶ مطبوع مطبع ہاشمی میں ان علمائے بزرگوار نے اپنی فضیلت اور مدرسہ دیوبند کی فضیلت پر کسی مرد صالح کے خواب سے دلیل پیش کی ہے۔ اور وہ خواب بعینہٖ ایسا ہی ہے جیسے کہ سائل نے علمائے دیوبند کا بیان کیا ہے۔ مگر اتنا فرق ہے کہ علمائے دیوبند نے مرد صالح کے خواب سے اپنی فضیلت اور

مدرسہ کی فضیلت ثابت کی ہے اور یہ شخص مجلس میلاد شریف کی فضیلت ثابت کرتا ہے۔ براہین قاطعہ کی عبارت یہ ہے جو بعینہٖ نقل کی جاتی ہے:

"یہی سبب ہے کہ ایک صالح فخر عالم علیہ السلام کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے تو آپ کو اردو میں کلام کرتے دیکھ کر پوچھا کہ آپ کو یہ کلام کہاں سے آگئی آپ تو عربی ہیں؟ فرمایا کہ جب سے علمائے دیوبند سے ہمارا معاملہ ہوا ہم کو یہ زبان آگئی۔ سبحان اللہ!

اس سے رتبہ اس مدرسہ کا معلوم ہوا پس جس کا رتبہ عند اللہ زیادہ ہوگا شیطان عدو مبین اس کی تخریب و توہین میں زیادہ سرگرم ہوگا۔"(۱۱۴)

جناب من! اب تو علمائے دیوبند اور جناب مولانا رشید احمد صاحب جیسے مقتدائے عالم (دیوبندی جماعت کے نزدیک) کا حال بخوبی آپ پر واضح ہوا کہ ان صاحبوں کے نزدیک بھی ایسے دلائل قابل اعتبار اور لائق استدلال ہیں، لیکن میرے نزدیک تو دلائل شرعیہ جیسے اوپر گزر گیا چار ہیں۔ مگر شاید کہ جو صاحبان میلاد شریف کی فضیلت پر مکاشفہ یا خواب صلحا سے دلیل لائے ہیں تو وہ صاحبان علمائے دیوبند اور جناب مولانا مولوی رشید احمد صاحب کی صحبت سے متاثر ہو گئے ہوں۔

سوال۔ ﴿۳۴﴾

مجلس میلاد شریف میں لوگ مہمانوں کے لیے زمین پر فرش بچھا کر مولود خوانوں کے لیے چوکی رکھتے ہیں تاکہ احوال پیدائش اور معجزات نبوی کو جلسہ عام میں بیان کرے اور ان کی آواز جلسہ عام میں دور دور تک پہنچے۔ اور ان امور مذکورہ کو کوئی فرض یا واجب نہیں سمجھتا اور نہ لوازم مجلس میلاد شریف سے سمجھتا ہے اور نہ اسکو یہ خیال ہے کہ اگر یہ امور نہ ہوں تو مجلس میلاد شریف نہیں ہو سکتی ہے۔ کیا بایں ہمہ عقائد یہ دونوں امر مجلس میلاد شریف میں جائز ہیں یا بدعت؟

جواب۔ ﴿۳۴﴾

ان امور کا استحباب احادیث گذشتہ سے تو ثابت ہو چکا مگر برائے فرط احتیاط اس زمانہ کے علما کی کتاب سے بھی ان امور کے جواز کے لیے کچھ عبارتیں نقل کی جاتی ہیں۔ چناں چہ براہین قاطعہ (جو کہ بمشورہ باہمی علمائے دیوبند اور جناب مولوی رشید احمد صاحب کی تصنیف کی گئی ہے) میں مسطور

---

(۱۱۴) [براہین قاطعہ: مطبع ہاشمی دہلی: ص ۲۶]

ہے کہ منبر کا نصب کرنا کسی مسئلہ یا کسی امر کے سنانے کے لیے مجمع عام میں مستحب ہے بشرطیکہ کوئی اس کو لازم نہ سمجھے۔ عبارت اس کتاب کی یہاں بعینہٖ نقل کی جاتی ہے:

"اور تحدیث حدیث میں چوکی پر یا مکان مرتفع پر بیٹھنا کہیں سنت نہیں، ہاں! وعظ میں یا جہاں مجمع عام میں کوئی امر سنانا ہو آواز پہنچانے کو یا اور غرض صحیح کے واسطے مندوب ہے مگر نہ کوئی تخصیص کی وجہ نہ تاکد کی دلیل اس سے نکلی۔"(۱۱۵)

نیز اس کتاب کے (ص ۱۸۱) میں مسطور ہے کہ اگر فرش اور منبر کو لازم نہ سمجھے تو بدعت نہیں ہے اور لازم سمجھے تو بدعت ہے۔ عبارت یہاں بعینہٖ نقل کی جاتی ہے:

"کیوں کہ فرش اور منبر دونوں امر مباح ہیں۔ جب کہ التزام کی وجہ سے عوام اس کو ضروری اور لازم اس محفل کا جانیں گے، تو کیوں ان کے حق میں بدعت اور مرتکب کے حق میں مکروہ نہ ہوگا۔"(۱۱۶)

اب ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ ان (دیوبندی فرقے کے) علمائے بزرگوار کے نزدیک فرش اور منبر عوام کے ضروری اور لازم سمجھنے کی وجہ سے ناجائز ہوتے ہیں۔ اور سائل نے یہ بیان کیا کہ ان امور کو کوئی فرد بشر مجلس میلاد شریف میں نہ ضروری سمجھتا ہے نہ لازم۔ اور نہ یہ کسی کا خیال ہے کہ اگر یہ امور نہ ہوں تو مجلس میلاد شریف نہیں ہو سکتی ہے۔

اب سائل نے اپنے سوال میں کوئی ایسا امر ذکر نہیں کیا ہے کہ وہ امر، ان بزرگواروں (دیوبندی عالموں) کے نزدیک عدمِ جواز کی علت ہو۔ لہٰذا یہ امور مذکورہ ان علما کے قواعد کے بموجب بھی جائز ہوئے۔

سوال۔ ﴿۳۵﴾

مجلس میلاد شریف میں عطریات اور شیرینی تقسیم ہوتی ہے اور کوئی مسلمان ان دونوں امروں کو نہ واجب سمجھتا ہے اور نہ فرض جانتا ہے۔ اور نہ یہ امور مجلس میلاد شریف کے لوازم سے خیال کیے جاتے ہیں۔ اور یہ بھی کسی کا گمان نہیں ہے کہ اگر یہ امور نہ ہوں تو مجلس میلاد شریف نہیں ہو سکتی۔

---

(۱۱۵) [براہین قاطعہ: مطبع ہاشمی دہلی: ص ۱۹۱]

(۱۱۶) [مرجع سابق: ص ۱۸۱]

توکیابایں ہمہ عقائدان امور(شیرنی وغیرہ)کی تقسیم جائز ہے یاناجائز؟

جواب۔﴿۳۵﴾

ان امور کا جواز بلکہ استحباب گزشتہ صفحات میں احادیث مذکورہ سے بخوبی ثابت ہو چکا ہے، مگر برائے احتیاط براہین قاطعہ (جو کہ بمشورہ باہمی علمائے دیوبند اور جناب مولوی رشید احمد صاحب کے تصنیف کی گئی ہے) کے صفحہ ۱۸۲، میں مسطور ہے کہ عطر اور شیرنی دراصل مباح ہے مگر عوام کے ضروری سمجھنے سے مکروہ ہوتی ہے، عبارت اس کی یہ ہے کہ جو بعینہ نقل کی جاتی ہے:

"علی ہذا حال عطریات وشیرنی کا بلاکم وکاست ہے کہ دراصل مباح تھی مگر قلوب عوام میں سنت ضروریہ ہوگئی پس بدعت مکروہہ ہوگئی۔"(۱۱۷)

نیز صفحہ ۱۹۱۔ میں مسطور ہے:

"کھانے شیرنی کی بحث تو چند دفعہ ہو چکی کہ اصل اس کی مباح اور تخصیص اور تاکد مروج سے کراہت وبدعت پیدا ہوئی ہے۔ کلام اصل میں نہیں بلکہ اس تاکید میں ہے۔"(۱۱۸)

اب غور کرنا چاہیے کہ ان علمائے دیوبند نے ان امور کی کراہیت، صرف عوام کے ضروری اور لازم سمجھنے کے سبب تحریر کی ہے۔ اور سائل کے سوال میں یہ علت حرمت بالکل منتفی ہے اس لیے کہ سائل نے صاف صاف تحریر کیا ہے کہ ان امور کو کوئی لازم اور ضروریات مجلس میلاد میں سے نہیں سمجھتا ہے۔ (اس لیے محفل میلاد شریف میں شیرنی وغیرہ تقسیم کرنے کو ناجائز ومکروہ سمجھنا سراسر غلط، جہالت اور اصول شرع کی مخالفت ہے۔)

سوال۔﴿۳۶﴾

اگر کوئی مجلس میلاد شریف میں آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وجود باوجود کا شکر اس عقیدے سے ادا کرے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وجود باجود نعمت عظمٰی ہے اور ہر نعمت کا شکر واجب ہے۔ توکیا یہ شکر جائز ہے یاناجائز؟ اور اس کے وجوب کا عقیدہ رکھنے والا بدعتی ہے یا نہیں؟ اور یہ شخص یہ عقیدہ بھی رکھتا ہے کہ یہ شکر کسی وقت کے ساتھ مقید نہیں ہے بلکہ بلاقید اس

---

(۱۱۷) [مرجع سابق: ص۱۸۲]

(۱۱۸) [مرجع سابق: ص۱۹۱]

شکر کو ادا کرنا چاہیے۔

جواب۔ (۳۶)

آن حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وجود باوجود کا بیان اس سے پہلے میں نے خوب مدلل بآیات واحادیث بیان کیا۔ مگر عوام الناس (منکرین) کے اطمینان میں اضافہ کے لیے براہین قاطعہ جوکہ بمشورہ علمائے دیوبند اور جناب مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب کے تصنیف کی گئی ہے، سے کچھ حوالے بطور سند لکھے جاتے ہیں کہ شکر وجود باجود آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واجب ہے بشرط یہ کہ کوئی اس شکر کو مقید اور مؤقت کسی وقت کے ساتھ نہ سمجھے بلکہ اس شکر کو ہمیشہ واجب سمجھے۔ چناں چہ کتاب کے صفحہ ۱۹۴، میں مسطور ہے:

”تیسرے یہ کہ شکر وجود فخر عالم کا ہم پر فرض موقت بوقت نہیں بلکہ دائمی ہے پس غیر موقت مطلق کو کسی قیاس سے موقت کرنا باطل ہے۔“(۱۱۹)

اب اس عبارت میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وجود کا شکر ادا کرنا ان علما کے نزدیک دائماً واجبہ ہے مگر کسی وقت کی تخصیص نہ کرنی چاہیے۔ اور سائل نے بھی یہ بیان کیا کہ اس ذکر کے لیے کوئی شخص کسی وقت کی تخصیص نہیں کرتا ہے۔ لہٰذا عدم جواز کے لیے کوئی علت سائل کے سوال میں موجود نہیں ہے۔

اور نیز اسی کتاب کے صفحہ ۱۸۴، میں مسطور ہے کہ:

”مؤلف کو نقل عبارت مدخل سے کچھ نفع نہیں کیوں کہ اس کی عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شکر و سرور وجود فخر عالم علیہ السلام کا دائماً مسلمان کو لازم ہے اور اس ماہ میں زیادہ چاہیے بسبب برکت اس ماہ کے اور اس کا انکار کسی کو نہیں۔ یہ تو تعین نہ ہوا بلکہ دوام ہوا، اور اس ماہ میں زیادت ہوئی اس کو تعین نہیں کہتے جیسا ہر ماہ میں عبادت افضل ہے اور رمضان میں بہت افضل، تو اس کو تعین نہیں کہتے ہیں کیوں کہ اس میں کوئی زمانہ خاص اس فعل کے واسطے نہیں کیا۔“(۱۲۰)

اب اس عبارت سے بھی صاف صاف معلوم ہوا کہ علمائے دیوبند نے وجود فخر عالم صلی اللہ

---

(۱۱۹) [مرجع سابق: ص ۱۹۳]

(۱۲۰) [مرجع سابق: ص ۱۹۴]

تعالیٰ علیہ وسلم کا شکر دائماً مسلمانوں پر واجب سمجھا ہے، مگر تخصیص اور تعین کو حرام سمجھا ہے، اور یہاں نہ کوئی تخصیص کرتا ہے نہ تعین، کیوں کہ تخصیص اور تعین کے یہ معنی ہیں کہ بغیر اس دن معین کے شکر وجود فخر عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جائز نہ سمجھے اور یہاں کسی کا یہ عقیدہ نہیں ہے۔

سوال۔ ﴿۳۷﴾

اس زمانے میں جو لوگ مجلس میلاد شریف منعقد کرتے ہیں تو یہ ہیئت کذائی جو مجلس میلاد شریف کے لیے ہوتی ہے کوئی شخص نہ اس کو فرض اور واجب سمجھتا ہے اور نہ یہ خیال کرتا ہے کہ مجلس میلاد شریف بغیر اس ہیئت کذائی کے جو ملک ہندوستان میں مروج ہے منعقد نہیں ہو سکتی، بلکہ عام اور خاص کا یہ عقیدہ ہے کہ بغیر اس ہیئت کے جو ملک ہندوستان میں ہوتی ہے مجلس میلاد جائز ہے اور یہ ہیئت نہ فرض، نہ واجب، اور نہ مجلس میلاد شریف کے لوازم وضروریات سے ہے۔ تو کیا بایں ہمہ عقیدہ یہ ہیئت کذائی جائز ہے یا ناجائز؟

جواب۔ ﴿۳۷﴾

چوں کہ یہ امر یقینی ہے کہ مجلس میلاد شریف میں احادیث نبویہ اور کلام الٰہی کے مضامین بیان ہوتے ہیں۔ لہٰذا مجلس میلاد شریف مجلس وعظ ہوئی اور مجلس وعظ کے لیے ہیئت اجتماعی کرنا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ جس کی تفصیل گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہے۔ مگر عوام الناس کے اطمینان کے لیے علمائے دیوبند اور جناب مولوی رشید احمد صاحب کی کتاب سے سند لانا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ لہٰذا براہین قاطعہ، جو بمشورہ باہمی ان علما کے تصنیف ہوئی ہے، میں مسطور ہے کہ ہیئت مباح ہے۔ بشرط یہ کہ عوام الناس یہ خیال نہ کریں کہ مولود شریف بغیر اس کے نہیں ہو سکتا ہے۔ اور براہین قاطعہ کی عبارت یہاں بعینہٖ نقل کی جاتی ہے:

”سو مولود میں بھی تعین ہیہات مباحہ کا جو معلوم ہیں بدعت ہووے گا گو فی حد ذاتہ وہ امور مباح یا مستحب ہوں مگر تعین اس کا، ذکر مولود کے ساتھ، کہ بغیر ان کے مولود نہ ہو، بدعت ہو وے گا۔“(۱۲۱)

جناب من! بموجب سوال سائل کے یہاں کوئی فرد بشر ایسا نہیں ہے کہ مولود شریف کو بغیر

---

(۱۲۱) [مرجع سابق: ص ۱۴۴]

ہیئت کذائی جائز نہ سمجھے بلکہ سب عوام و خواص کا یہ عقیدہ ہے کہ مجلس میلاد شریف جیسے ہیئت کذائی کے ساتھ جائز ہے ویسے ہی بغیر اس ہیئت کذائی کے جو ملک ہندوستان میں مروج ہے جائز ہے۔

سوال۔ ﴿۳۸﴾

قنادیل جو بوقت مجلس میلاد شریف مستعمل ہوتی ہیں اور اہل مجلس ان قنادیل کا استعمال نہ فرض نہ واجب اور نہ مجلس میلاد شریف کے لوازم ضروریہ سے سمجھتے ہیں اور نہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ مجلس میلاد شریف بغیر ان قنادیل کے جائز نہیں ہے، بلکہ سب کا عقیدہ ہے کہ بغیر قنادیل کے بھی مجلس میلاد شریف جائز ہے۔ اور یہ بھی عقیدہ رکھتے ہیں کہ اگر قنادیل حد اسراف تک پہنچی تو ناجائز ہیں۔ تو کیا بایں ہمہ عقائد اگر میلاد شریف میں قنادیل کا کوئی استعمال کرے تو یہ استعمال جائز ہے یا ناجائز؟

جواب۔ ﴿۳۸﴾

باوجود عقیدہ مذکورہ کے قنادیل کا استعمال بلاشک جائز ہے مگر عوام الناس کے اطمینان کے لیے براہین قاطعہ سے، جو کہ بمشورہ باہمی علمائے دیوبند از جناب مولانا مولوی رشید احمد صاحب کے تصنیف ہوئی ہے، عقیدہ مذکورہ کے مطابق استعمال قنادیل کے جواز پر سند لانا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ چناں چہ عبارت براہین قاطعہ صفحہ ۱۵۷، کی یہاں بعینہٖ نقل کی جاتی ہے:

"جیسا شیرنی مباح تھی مگر بسبب تاکد کے یا عوام کے ضروری جاننے کے بدعت ہوئی اور بساط وقنادیل وغیرہ جائز تھے مگر بوجہ اس ہی تاکید و اہتمام کے بدعت ہوگئی۔"(۱۴۲)

جناب من! اس عبارت سے بخوبی مفہوم ہوا کہ ان علمائے (دیوبند) نے ان امور کا مکروہ اور بدعت ہونا عوام الناس کے ضروری اور موکد سمجھنے کے سبب ثابت کیا۔ اور سائل نے صاف صاف بیان کیا کہ ان امور کو نہ کوئی ضروری جانتا ہے اور نہ واجب سمجھتا ہے۔ اب تو ان امور کے جواز میں ان علما کے نزدیک بھی کچھ شک نہ ہوگا۔

---

(۱۴۲) [مرجع سابق: ص۱۵۷]

سوال۔ ﴿۳۹﴾

اس زمانے میں آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر پیدائش کے وقت اکثر لوگ قیام کرتے ہیں اور اس قیام کو نہ واجب اور نہ فرض سمجھتے ہیں اور نہ اس کی تخصیص مجلس میلاد کے ساتھ واجبات اور فرائض سے خیال کرتے ہیں تو کیا بایں ہمہ عقیدہ، قیام مذکور جائز ہے یا بدعت؟

جواب۔ ﴿۳۹﴾

آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر پیدائش کے وقت قیام کا مستحب ہونا اتباعاً بفعل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ترمذی و مشکاۃ شریف کی حدیث صحیح سے ثابت ہو امگر عوام الناس کے اطمینان کے لیے براہین قاطعہ، جو کہ بمشورہ علمائے دیوبند اور جناب مولوی رشید احمد صاحب کے تصنیف کی گئی ہے، سے اس امر کی سند دی جاتی ہے کہ فخر عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر شان کی تعظیم کے لیے قیام مستحب ہے، بشرطیکہ عوام الناس اس کو واجب اور ضروری نہ سمجھیں۔

براہین قاطعہ صفحہ ۲۰۰، کی عبارت یہاں بجنسہٖ نقل کی جاتی ہے۔

"قیام مباح تو تھا مطلقاً اور تعظیم شان ذکر فخر عالم علیہ السلام کے واسطے مستحب بھی تھا مگر جہلا کی تقیید و تخصیص اور عوام کی سنت و وجوب سے بدعت و مکروہ ہوا تھا۔"(۱۴۳)

اب اس (براہین قاطعہ کی عبارت) سے صاف صاف ثابت ہوا کہ ان علمائے (دیوبند) کے نزدیک بھی اگر کوئی قیام کو واجب اور ضروری نہ سمجھے تو تعظیم شان فخر عالم علیہ السلام کی تعظیم شان کے واسطے قیام مستحب ہے۔

سوال۔ ﴿۴۰﴾

اس ترتیب کے ساتھ احادیث میلاد شریف جمع کرنا اور جماعت کثیرہ کو سنانا جیسے فی زماننا لوگ کرتے ہیں نہ زمانہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں تھا اور نہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے دور میں تھا، تو کیا اس ترتیب کے ساتھ بیان کرنا احادیث کا جائز ہے یا بدعت؟

جواب۔ ﴿۴۰﴾

تالیف مسائل دینیہ اور ترتیب احادیث نبویہ ہرگز بدعت نہیں ہو سکتی ہے اس لیے کہ ائمہ دین

---

(۱۴۳) [مرجع سابق: ص ۲۰۰]

میں سے ہر ایک نے علی قدر مراتب مسائل دینیہ کو تالیف کیا ہے اور وہ تالیفات و ترتیبات زمانہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں موجود نہ تھیں، نیز ائمہ حدیث میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے طور اور طرز پر احادیث نبویہ کی ترتیب کو اختیار کیا ہے، چوں کہ ان کتابوں کی تالیف کرنے سے ائمہ دین میں سے نہ کوئی بدعتی ہوا اور نہ کوئی ائمہ حدیث میں سے مخالف سنت ہوا، اور نہ کوئی واعظ، جماعت کثیرہ کو ان ائمہ کی کتابوں کو سنانے کی وجہ سے بدعتی ہوا۔ علی ھذا القیاس، علمائے دین نے جو کتابیں در بارہ مجلس میلاد شریف تالیف کیں اور اس میں احادیث صحیحہ کے مضامین یا کلام الٰہی کو داخل کیا اس سے نہ کوئی بدعتی ہوگا اور نہ کوئی عاصی ہوگا۔

اور بالفرض اگر کسی نے احادیث موضوعہ درباب مجلس میلاد شریف جمع کی ہوں تو بلاشک وہ شخص بدعتی ہے، مگر احادیث موضوعہ کی تالیف کی وجہ سے، نہ کہ در بارہ مجلس میلاد شریف سے۔ نفس میلاد شریف جو احادیث صحیحہ سے ثابت ہے بدعت نہیں ہو سکتا ہے جیسے کسی نے صوم وصلاۃ کے بیان میں احادیث موضوعہ جمع کیں تو وہ شخص بدعتی ہوگا مگر صوم وصلاۃ بدعت نہیں ہوگی۔

سوال۔ ﴿۴۱﴾

بانی مجلس میلاد شریف کے مکان پر ان کے حق دار اور رشتہ دار اور پیر اور استاد اور باپ وغیرہ واجب التعظیم لوگ آتے ہیں تو بانی مجلس ان کے لیے فرش بچھاتا ہے تو کیا یہ فرش بچھانا از روے شرع شریف جائز ہے یا بدعت؟

جواب۔ ﴿۴۱﴾

فرش بچھانا جائز اور مستحب ہے۔ چناں چہ حدیث صحیح بروایت ابوداؤد، وارد ہے کہ:

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کو دودھ پلانے والی ماں تشریف لائیں اور آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چادر مبارک ان کے لیے بطور فرش بچھائی اور وہ اس پر بیٹھ گئیں۔ اور وہ حدیث یہ ہے:

”عن أبي الطفیل الغنوی قال: کنت جالسا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم إذ أقبلت امرأۃ فبسط النبی صلی اللہ علیہ وسلم رداءہ حتی قعدت علیہ۔[۱۴۴]

(۱۴۴) [سنن ابوداؤد: ج۴ ص ۳۴۷۔ الرقم، ۵۱۴۴۔ باب في بر الوالدین۔ مشکاۃ المصابیح: ج۲ ص ۹۴۸۔ الرقم، ۳۱۷۵۔ باب المحرمات]

حضرت ابو طفیل غنوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ: میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک خاتون (حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) آپ کے پاس تشریف لائیں تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے لیے چادر مبارک بچھائی جس پر وہ بیٹھ گئیں۔

اور مشکاۃ مطبوع کے حاشیہ میں مسطور ہے:

"وفی المواھب اللدنیة اما امه فی الرضاعة فحلیمة بنت ابی ذویب من ھوازن وھی التی ارضعته حتی اکملت رضاعه وجاءته علیه السلام یوم حنین فقام الیھا وبسط رداءه لھا فجلست علیه۔(۱۲۵)

مواہب میں ہے کہ حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضاعی ماں جنہوں نے آپ کو مدت رضاعت تک دودھ پلایا، حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت ابوذویب قبیلہ ھوازن سے تھیں۔) یوم حنین میں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائیں تو حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے لیے قیام فرمایا اور چادر مبارک بچھائی۔ اور وہ اس پر بیٹھ گئیں۔

تمت بالخیر

اس کتاب کا حق تالیف محفوظ ہے۔ لہٰذا کوئی صاحب بغیر اجازت مؤلف صاحب چھاپنے اور چھپوانے کا قصد نہ فرمائیں۔ جتنی جلدوں کی ضرورت ہو، مؤلف کتاب مولانا مولوی محمد گل خان صاحب مدرس و مہتمم مدرسہ امدادیہ اسلامیہ مراد آباد، یا بندہ محمد ابراہیم مالک مطبع گلزار ابراہیم سے طلب فرمائیں۔

(۱۲۵) [حاشیہ مشکاۃ از احمد علی سہارنپوری: باب البر والصلۃ، ص ۴۲۰]

وجہ تصنیف از مصنف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہزار ہا حمد و نعت اُس خالق کائنات کو شایاں ہے جس نے وجود بشری کو بہ نوائے منطوق لازم الوثوق وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ، کا زیور پہنایا اور نوع انسان کو اپنی قدرت ہائے کاملہ و حکمت ہائے تامہ کا مظہر فرمایا۔ وصدہا صلوات وسلام رسولہ الکریم الصادق المصدوق سلالتہ اولاد ابو البشر المبعوث الی الاسود والاحمر، ہادی الثقلین شفیع الدارین، رحمۃ للعالمین خاتم المرسلین احمد مجتبیٰ محمد مصطفی خلیل کبریا علیہ الف الف صلاۃ والسلام، کو زیبا ہے کہ جنہوں نے حلیلان کلمہ توحید کو اپنے مژدہ ولادت سے صحت روحانی بخشی و کلیلان بادیۃ ایمان کو ہدایت بہ صراط مستقیم فرمائی۔

امابعد! فقیر خادم العلما محمد گل کابلی وطنا، و مراد آبادی نزیلاً، عرض کرتا ہے کہ مدت مدیدہ وایام عدیدہ سے چند باشندگان بلاد مختلفہ مثل بمبئی و جونا گڑھ واکبر آباد و مراد آباد و گجرات وغیرہ نے بہ ہنگام سفر اماکن مذکورہ کے خاکسار سے چند سوالات بہ نسبت جواز مجلس میلاد شریف کے کہ جس ہیئت کذائی سے دیار ہند میں معمول ہے، کیے گئے کہ جن کے جوابات مشرح جواز کے مطلع تا مقطع بحوالہ احادیث صحیحہ کے تحریر ہوئے تھے۔ یہ اوراق متفرقہ بہ بقاع مختلفہ دیے گئے تھے۔

از انجا کہ یہ جوابات و مضامین کہ جو اقوال نامرضیہ و ترہات ناز یبا سے معرا و از سر تا پا اخبار صحاح سے محلی تھے۔ اکثر عاشقین رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و شائقین محفل معظم میلاد شریف نے ان جوابوں کو منظور فرما کر بار ہا بنا بر طبع مولع ہوئے۔ لیکن اِس جانب کو بوجہ انتظام و سرپرستی مدرسہ امدادیہ کے اس قدر فرصت نہ تھی کہ ان جوابوں کی تالیف و ترتیب میں کچھ حصہ اپنے وقت کا صرف کرتا، فلہذا جس قدر کہ تالیف کتاب کی نسبت سے متشوقین کا اصرار بڑھتا تھا بیش ازاں موانع و قلت فرصت بوجہ مسبوق الذکر رقیب راہ تھی۔ اگرچہ احتسابا باللہ میرا مقصد یہی تھا کہ بہ مقتضائے انجاح مرام سائلین و نیز بلحاظ فوائد جمیع مسلمین ان مخدرات مضامین کو بہ منصہ ظہور جلوہ دوں اور تشتت سے بسلک اجتماع مندرج کردوں۔ لیکن کوئی موقع مہلت قلیل اور کثیر بوجہ درس طلبا و افکار استحصال مدو خرچ مدرسہ کے بادی النظر میں محسوس نہ ہوتا تھا۔

الحمدللہ علی احسانہ کہ دریں ولا دعاہاے شائقین مجلس حضور مقبول ہوئیں کہ سامان تالیف وطبع رسالہ ہذا بہ عنایت ایزدی غیب سے ظہور پذیر ہوا کہ احقر کو افکار مدد خرچ مدرسہ سے بعد انتشار کثیر کے بوجہ پرورش وتوجہ ریاست عالیہ لامع النور رامپور صانہ اللہ تعالی عن الفتن والشرور کے وہ تردد مرتفع ہوا۔ اللہ تبارک وتعالی اس ریاست کو قائم ودائم رکھے۔

اور نیز جناب مستطاب معلی القاب، المؤید من السماء، المنصور علی الاعداء، الامیر الکبیر، الصاحب السیف والقلم عن الاعیان الامارۃ، رشید الاسلام ومرشد المسلمین، المحمود فی الانس والجان، ناشر الدرر والدرر نواب محمد حامد علی خان صاحب بہادر لازالت مدۃ السنیۃ فخر الجباہ الصید ومستسلم الشفاہ والصنادید ولازال اعلام العدل فی ایام دولتہ عالیۃ وقیمۃ العلم من آثار مرتبہ غالیہ وضاعف اجلالہ وجعل الی کل خیر مالہ مسند آرائے ریاست ہو۔ فی الحقیقت جہاں جہاں بھی مہر منیر فیضان علوم مدرسہ ہذا پر توفگن خلائق ہے یا جو حسنات اجور تالیف وتشہیر رسالہ ہذا سے مقبول ہیں منشا ان تمام تجلیات وعلمیات کا ترتیب ریاست عالیہ موصوفہ ہے۔

لیکن مبدا ان تمامی فتوحات غیبی کا ثمر شجر خلوص روش وللّٰہیت جناب منبع رافت وکرم منہل فیوض اتم، غربانواز، مسند آرائے عدالت، جامع معقول ومنقول، ناصر اسلام والدین جناب مولوی محمد عبد الغفور خاں صاحب بہادر ڈپٹی کلکٹر بلدہ فیض آباد جعل اللہ بحیثہ بتصاعد بتصاعد رتبۃ مراتب الدنیا والدین، کا ہے کہ جنھوں نے حال زار فقیر ومدرسہ کا ملاحظہ فرما کر خالصاً للہ بحکم الدال علی الخیر کفاعلہ تحریک بجناب ریاست عالیہ ممدوحہ فرمائی کہ جس کی برکت خلوص سے برائے سد رمق مدرسین مدرسہ ہذا کے قوت لا یموت منجانب ریاست مقرر ہوئی۔

اور فی الجملہ توزع خاطر وفاطر نحیف مندفع ہوا۔ لاجرم اس سال ۱۳۱۰ھ (۱۸۹۲ء) میں اُن جوابوں مسطورہ کو جو ورق ورق ہچو بنات النعش کہیں کہیں پڑے تھے ہچو خوشتہ بردین برشتہ تحریر لاکر مطبوع کیا اور اس رسالہ کا نام "ذخیرۃ العقبیٰ فی استحباب مجلس میلاد المصطفیٰ رکھا"

اب یہ مسکین بحضرت خداوند تعالی مستخشعاً ومتضرعاً دست بہ دعا ہے کہ یا مقلب القلوب ہمارے قلوب کو غبار غوایت اور تعنت سے پاک کر، اور دل حق گزیں ونظر صوابدید وسمع حق بنوش، اس رسالہ کو اسم بامسمی کر اور ہمارے دلوں کو اپنے حبیب کریم کی محبت سے منور فرما۔ اور ریاست

الرفیعہ مع جناب نواب صاحب بہادر والی ریاست کو مع جمیع اخوانہ و انصارہ الی یوم الجزا بہ لاین افضال ومکرمت ورشح اقطار عنایت کے مسند آرائے ریاست دار یہ کہ پیرائے نصفت فرما۔ وجناب ڈپٹی صاحب بہادر کو ترقیات دارین وشگوفہائے مراد سے پر دامن فرما۔ وناظرین و قارئین وعالمین اس رسالہ اسم بامسمی کو کہ جس کے نسیم قبول سے مشام ہر محب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معطر و معنبر ہے جس کا مراد اسی عقدہ کشائی بہر مکروب و معتوب ہے۔ بطفیل اپنے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ بہرہ ور نشائین وبہ مقاصد دارین فائز فرما۔ آمین ثم آمین۔

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی خاتم النبین والمرسلین۔ فقط۔

دعاے برکت بر طعام ضیافت

معروف بہ

دعاے اموات بوقت جمعرات

ابتدائیہ از مصنف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا وَ
اتَّقُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ۔ (۱)

حمد پروردگار وصلاۃ وسلام خاتم المرسلین وآلہ واصحابہ الاخیار والاطہار کے بعد!

فقیر محمد گل عفا اللہ عنہ عرض کرتا ہے کہ اس زمانے میں کہ جس میں آثار جہالت وضلالت لائح اور فوائد علوم وفنون محو ہیں، بعض مسائل مبسوطہ آتیہ یعنی فاتحہ دینا طعام (کھانے) پر بغرض ایصال ثواب موتیٰ وحصول برکات بزرگان دین سے وغیرہ ذلک کہ

جو رسالہ ہذا میں مشروحاً بیان ہیں احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں، لیکن بعض لوگ ان کو اپنی رائے سے بدعت سیئہ اور ناروا جان کر اس کی ممانعت میں نہایت غلو اور تعدی کرتے ہیں۔ اور جو لوگ طعام وغیرہ پر بغرض ایصال اپنے وبیگانے مردوں کی فاتحہ مرسومہ ان دیار میں کرتے ہیں ان کو بدعتی وناری وفاسق ترین روزگار جانتے ہیں۔ اور ان کو مورد لعن وبدترین خلائق تعبیر کرتے ہیں۔ حالاں کہ یہ تعبیر اور تقریر ان کی سراسر غلط ہے۔ اور فعل مندوب بلکہ مسنون کو ناروا سمجھنا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جو شخص فعل مسنون کو ناروا بیان کرے یا اس کو ناروا جانے یا مرتکب سنت کو ناری، زندیق کہے اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟

یہی حکم ہے کہ اس وعید اور تشنیع کا مصداق خود ہی مانع ہے نہ کہ عامل۔

میں افسوس کرتا ہوں کہ بعض اہل زمانہ نے ایسے مسائل میں ایسا شور وغل مچا رکھا ہے کہ شراب پینے والے، بیاج کھانے والے، چور چکار، زانی حرامی پر وہ وہ تغلیظ نہیں ہے کہ جو اس بے چارے مسلمان فاتحہ دینے والے پر لعن وطعن ہے۔ کہ جس میں الحمد شریف سورہ اخلاص اور درود

---

(۱) اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے۔ [القرآن مع ترجمہ کنز الایمان: پارہ ۲۸، سورہ حشر، آیت ۷]

شریف، کہ جن کا پڑھنا ہر وقت میں موجب اضعاف برکات و خیرات ہے، کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔

لہذا خاکسار نے ایسا جھگڑا اس دین قویم میں کہ جو خاشاک افراط و تفریط ملل و محل سے پاک وصاف ہے، دیکھ کر حسب استدعا بعض خلص اخوان (مخلص بھائیوں) کے، مسائل مشار الیہا کا جواب بحوالہ روایات صحیحہ واحادیث صحاح سے تحریر کیا اور مترصد (امید رکھتا) ہوں کہ بنظر انصاف ملاحظہ فرمایا جائے کہ یہ سارے کے سارے مسائل اقوال وافعال رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم سے بخوبی ثابت ہیں۔ اور ان کا عامل کسی قسم کا گنہ گار نہیں ہے، بلکہ متبع سنت رسول اللہ علیہ السلام و مستحق ثواب ہے۔ واللہ اعلم۔

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم۔حامداً و مصلیاً و مسلماً!!!

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس میں کہ دیار ہند میں یہ طریقہ جاری ہے کہ (لوگ) صلحا اور فقرا کے سامنے کھانوں اور طعاموں (کھانے پینے کی چیزوں) کو رکھتے ہیں اور ان سے یہ کہتے ہیں کہ آپ ان طعاموں (کھانوں) پر دعاے برکت فرمادیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ان طعاموں (کھانوں) کی مقدار پر برکت فرمائے تاکہ مسلمان اس سے بہرہ مند اور نفع یاب ہوں۔ اور ان سے کثیر ثواب اخروی حاصل ہو۔ اور یہ بھی دعا فرمائیں کہ ان طعاموں کا ثواب اللہ تبارک و تعالیٰ ہماری اموات کو عطا فرمائے۔

آیا (تو کیا) ان طعاموں کو صلحا کے پاس دعاے برکت کے لیے حاضر کرنا اور ان سے دعاے برکت منگوانا اور ان صلحا کو ان طعاموں پر دعاے برکت پڑھنا، نیز ان صلحا سے یہ دعا منگوانا کہ ان طعاموں (کھانوں) کا ثواب ہماری اموات کو اللہ تبارک و تعالیٰ پہنچائے۔ جائز ہے یا نہیں؟

حالاں کہ لوگ ان امور (فاتحہ وغیرہ) کو نہ فرائض سمجھتے ہیں اور نہ واجبات۔ اور نہ یہ خیال کرتے ہیں کہ بغیر اس طرز خاص کے دعا اور خیرات قبول نہیں ہوتی ہے، بلکہ ان امور (فاتحہ وغیرہ) کو مستحسنات اور مستحبات میں سے سمجھتے ہیں۔ تو کیا ان تمام عقائد کے باوجود یہ امور (فاتحہ وغیرہ) جائز ہیں یا ناجائز؟

جواب۔ ۱

یہ امور کل مستحبات اور مستحسنات میں سے ہیں۔ جیسا کہ

غزوہ تبوک میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو بھوک لگی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جتنا زاد اور طعام (کھانے پینے کی چیزیں) ان لوگوں کے پاس ہیں، منگوایئے اور ان طعاموں (کھانے کی چیزوں) پر ان لوگوں کے لیے برکت کی دعا فرما دیجیے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عرض منظور فرمائی۔ پہلے چمڑے کا بساط (دسترخوان) طلب فرما کر کے بچھایا گیا۔ بعدہ جتنا طعام (کھانے پینے کا سامان) جو صحابہ کرام کے پاس بچا تھا، حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے طلب فرمایا۔ یہاں تک کہ کسی نے مٹھی بھر چنا اور کسی نے چھوہارے اور کسی نے روٹی کا ٹکڑا لا کر موجود (پیش) کیا۔ یہاں تک کہ اُس بساط (دسترخوان) میں قلیل (تھوڑا) طعام جمع ہوا۔ بعدہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُسی طعام پر برکت کی دعا فرما کر یہ حکم فرمایا کہ ہر شخص اپنا توشہ دان بھر لے۔ اور وہ حدیث یہ ہے:

عن أبي هريرة، قال: لما كان غزوة تبوك أصاب الناس مجاعة،.........فجاء عمر، فقال: يا رسول الله، إن فعلت قل الظهر، ولكن ادعهم بفضل أزوادهم، ثم ادع الله لهم عليها بالبركة، لعل الله أن يجعل في ذلك، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: نعم، قال: فدعا بنطع، فبسطه، ثم دعا بفضل أزوادهم، قال: فجعل الرجل يجيء بكف ذرة، قال: ويجيء الآخر بكف تمر، قال: ويجيء الآخر بكسرة حتى اجتمع على النطع من ذلك شيء يسير، قال: فدعا رسول الله صلى الله عليه وسلم عليه بالبركة، ثم قال: خذوا في أوعيتكم۔ الحديث۔[۲]

---

(۲) (یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ جب غزوہ تبوک میں لوگوں کو بھوک لگی .... تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ لوگوں سے بچا ہوا کھانا طلب فرمائیں اور اس پر برکت کی دعا فرمائیں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس میں برکت عطا کرے گا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ٹھیک ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (باقی اگلے صفحہ پر)

اب اس حدیث سے ثابت ہوا کہ

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے طعام (کھانے) پر مسلمانوں کے فائدے کے لیے برکت کی دعا منگوائی۔ اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان طعاموں (کھانے کی چیزوں) پر دعاے برکت پڑھی۔ نیز ان طعاموں (کھانے کی چیزوں) کو مسلمانوں نے بوقت دعاے برکت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے حاضر کیا تھا۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ جن طعاموں (کھانے کی چیزوں) پر سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعاے برکت فرمائی تھی وہ مختلف قسم کے طعام (کھانے) تھے۔

لہٰذا اگر دعا کرنے والے کے سامنے مختلف قسم کے طعام (کھانے کے سامان) رکھے جائیں اور اس سے دعاے برکت ان طعاموں (کھانے کی چیزوں) پر منگوائی جائے اور وہ دعا کرے تو اس میں کوئی مضائقہ (حرج) نہیں۔ بلکہ یہ بھی سنت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے۔

نیز بروایت ترمذی حدیث مرفوع وارد ہے کہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے چند چھوہارے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے حاضر کیے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس میں میرے لیے برکت کی دعا فرمادیں۔ تو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلے چھواروں کو جمع کیا اور پھر میرے لیے ان چھواروں میں برکت کی دعا فرمائی۔ وہ چھوہارے میں نے خود بھی کھائے اور لوگوں کو بھی فی سبیل اللہ کھلائے۔ اور وہ حدیث یہ ہے :

عن أبي هريرة، قال: أتيت النبي صلى الله عليه وسلم بتمرات، فقلت: يا رسول الله ادع الله

(گزشتہ سے پیوستہ) چمڑے کا ایک دستر خوان منگوا کر بچھایا، پھر لوگوں کا بچا ہوا کھانا وغیرہ منگوایا، کوئی مٹھی بھر مکئی، کوئی مٹھی بھر کھجور لایا اور کسی نے روٹی کا ٹکڑا پیش کیا۔ یہاں تک کہ دستر خوان پر تھوڑا سا کھانے کا سامان جمع ہو گیا پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر برکت کی دعا فرمائی پھر فرمایا کہ اپنے برتنوں میں بھر کر لے جاؤ۔) [صحیح مسلم: ج ۱ ص ۵۶۔ الرقم ۲۷۔

باب من لقي الله بالايمان وهو غير شاك فيه دخل الجنة وحرم على النار]

فیھن بالبرکۃ فضمھن ثم دعالی فیھن بالبرکۃ۔[3]

اور حضرت ابوہریرہ اس حدیث کے اخیر میں فرماتے ہیں:

قد حملت من ذلك التمر کذا و کذا من وسق فی سبیل اللہ فکنا ناکل و نطعم۔ الحدیث۔[4]

سوال۔﴿۲﴾

یہاں یہ طریقہ ہے کہ ضیافت کے طعام پر برکت کی دعا پڑھتے ہیں۔ اور گذشتہ حدیثوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جن طعاموں (کھانوں) پر برکت کی دعا پڑھی وہ ضیافت کے طعام نہ تھے۔ لہٰذا مثبت مدعا وہ حدیثیں ہوں گی جن سے یہ ثابت ہو کہ سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ضیافت کے کھانے پر برکت کی دعا پڑھی ہو؟

جواب۔﴿۲﴾

بروایت بخاری اور مسلم صحیح حدیث وارد ہے:

کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یوم خندق میں سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ضیافت کی تھی۔ اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے پوشیدہ (رازدارانہ انداز میں) سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ گھر والی نے ایک صاع جو کا آٹا پیسا ہے اور ایک بکری کا بچہ ذبح کیا ہے، آپ چار آدمیوں کے ساتھ تشریف لے آئیے۔ جناب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سب اہل خندق کو بلایا (اور فرمایا) کہ جابر نے ضیافت کی ہے۔

---

(۳) (یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں کچھ کھجوریں پیش کر کے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان میں برکت کی دعا فرمادیجیے۔ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں جمع فرمایا اور ان میں میرے لیے برکت کی دعا فرمائی۔")

[سنن ترمذی: ج۵ ص۶۸۵۔ الرقم، ۳۸۳۹۔ باب مناقب أبي هريرة رضي الله عنه۔]

(۴) (یعنی میں نے ان کھجوروں میں سے کچھ اٹھالیا اور ان کھجوروں کو ہم کھاتے تھے اور اللہ کی راہ میں خوب کھلاتے تھے۔) [مرجع سابق]

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ جب تک میں نہ آؤں ہانڈی ہرگز نہ اتارنا اور آٹے سے ہرگز روٹی نہ پکانا۔ میں نے ایسا ہی کیا، جس وقت حضرت سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے ان کے سامنے آٹا نکالا تو جناب سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس میں آب دہن مبارک (تھوک مبارک) ڈالا اور برکت کی دعا فرمائی اور ہانڈی میں بھی ایسا ہی کیا۔ چناں چہ وہ حدیث یہ ہے جس کی ضروری عبارت نقل کرتا ہوں:

"فجئته فساررته، فقلت: یا رسول اللہ ذبحنا بهیمة لنا وطحنا صاعا من شعیر کان عندنا، فتعال أنت ونفر معك، فصاح النبي صلی اللہ علیه وسلم فقال: یا أهل الخندق، إن جابرا قد صنع سورا، فحی هلا بهلكم، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: لا تنزلن برمتكم، ولا تخبزن عجینكم حتی أجیء، فجئت وجاء رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یقدم الناس حتی جئت امرأتي، فقالت: بك وبك، فقلت: قد فعلت الذي قلت، فأخرجت له عجینا فبصق فیه وبارك، ثم عمد إلی برمتنا فبصق وبارك، ثم قال: ادع خابزة فلتخبز معي، واقدحي من برمتكم ولا تنزلوها وهم ألف، فأقسم باللہ لقد أكلوا حتی تركوه وانحرفوا، وإن برمتنا لتغط كما هي، وإن عجیننا لیخبز كما هو۔"(۵)

---

(۵) (یعنی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کے کان مبارک میں عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! ہم نے بکری کا ایک چھوٹا سا بچہ ذبح کر لیا ہے اور ایک صاع جو، جو ہمارے پاس تھے، پیس لیے ہیں، اس لیے آپ ایک دو صحابہ کے ساتھ تشریف لے چلیں۔ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تیز آواز سے فرمایا:

کہ اے اہل خندق! جابر نے تمہارے لیے کھانا تیار کرایا ہے۔ لہٰذا سارا کام چھوڑ کر جلدی چلو۔ پھر حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ جب تک میں نہ آجاؤں چولھے سے ہانڈی مت اتارنا۔ اور نہ روٹی پکانا شروع کرنا۔ میں اپنے گھر پہنچا۔ اور ادھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی صحابہ (باقی اگلے صفحہ پر)

اب اس حدیث سے صاف ثابت ہوا کہ جناب سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے طعام ضیافت حاضر ہونے کے وقت اس طعام پر دعاے برکت فرمائی۔

سوال۔﴿۳﴾

اس مذکورہ بالا حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کچے آٹے پر دعاے برکت فرمائی ہے، اور یہاں پکی پکائی روٹی پر دعاے برکت کرتے ہیں۔ آیا(تو کیا) اس کا بھی کسی حدیث سے ثبوت ہے یا نہیں؟

جواب۔﴿۳﴾

بلا شک حدیث صحیح سے اس کا بھی ثبوت ہے، کہ سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پکی پکائی روٹی پر بھی دعاے برکت فرمائی ہے۔ چناں چہ حدیث صحیح بروایت بخاری اور مسلم وارد ہے۔ اور قصہ اس کا طویل ہے۔ مگر خلاصہ اس کا یہ ہے کہ ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں سے سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے کچھ جو کی روٹی ضیافت کے لیے مہیا کی گئی تھیں۔

(گزشتہ سے پیوستہ) کو ساتھ لے کر تشریف لے آئے۔ میں اپنی بیوی کے پاس آیا تو وہ مجھ سے کچھ کہنے لگیں۔ میں نے کہا کہ تم نے جو کچھ مجھ سے کہا تھا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کر دیا تھا۔ پھر میری بیوی نے گندھا ہوا آٹا نکالا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس میں اپنا لعاب دہن شامل کیا اور برکت کی دعا کی۔ ہانڈی میں بھی آپ نے لعاب دہن ملایا اور برکت کی دعا کی۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب روٹی پکانے والی کو بلاؤ۔ وہ میرے سامنے روٹی پکائے اور گوشت ہانڈی سے نکالے لیکن ہانڈی چولھے سے نہ اتارے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، کی تعداد ہزار کے قریب تھی۔ میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھاتا ہوں کہ اتنے ہی کھانے کو سب نے پیٹ بھر کے کھایا اور بچا دیا۔ اور واپس ہو گئے۔ اس وقت ہماری ہانڈی اسی طرح ابل رہی تھی جس طرح وہ شروع میں تھی۔ یوں ہی ہمارا آٹا بھی اسی طرح پکایا جاتا رہا جیسا وہ تھا۔"

[صحیح بخاری: ج۵ ص۱۰۸۔ الرقم ۴۱۰۲۔ باب غزوۃ الخندق وھي الأحزاب۔
صحیح مسلم: ج۳ ص۱۶۱۰۔ الرقم ۲۰۳۹۔ باب جواز استتباعه غیرہ الی دار.....]

توآپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے گھر میں تشریف لائے اور یہ حکم فرمایا:

کہ اے ام سلیم روٹی پیش کرو، انہوں نے پیش کی۔ اور اس پر سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعاے برکت پڑھی۔ بعدہ سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور لوگوں نے اسے تناول فرمایا۔ اور وہ حدیث قدر ضرورت یہاں نقل کرتا ہوں:

"فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: هلمي يا أم سليم، ما عندك» فأتت بذلك الخبز، فأمر به رسول الله صلى الله عليه وسلم ففت، وعصرت أم سليم عكة فأدمته، ثم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم فيه ما شاء الله أن يقول۔ (٦)

اور بعض روایتوں میں، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما شاء الله، کی جگہ یہ ہے:

"قال: بسم الله، اللهم أعظم فيها البركة۔ (٧)

نیز بروایت مسلم وارد ہے کہ ضیافت (دعوت) کھانے کے بعد جو روٹی بچی تھی سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جمع فرماکر اس پر دعاے برکت فرمائی۔ اور وہ حدیث یہ ہے، ضروری عبارت نقل کی جاتی ہے: "ثم أخذ ما بقي فجمعه، ثم دعا فيه بالبركة۔ (٨)

---

(٦) (یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اے ام سلیم! جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ پیش کرو! ام سلیم رضی اللہ عنہا نے روٹی پیش کی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس روٹی کے ٹکڑے کرنے کا حکم دیا۔ ام سلیم رضی اللہ عنہ نے گھی کے ڈبے سے گھی نکال کر روٹی میں ملادیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ کی مرضی کے مطابق دعافرمائی۔")

[صحیح بخاری: ج۴ص ۱۹۳۔ الرقم ۳۵۷۸۔ باب علامات النبوۃ في الإسلام۔

صحیح مسلم: ج۳ص ۱۶۱۲۔ الرقم ۲۰۴۰۔ باب جواز استتباعہ غیرہ الی دار]

(٧) (یعنی فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع۔ اے اللہ تعالیٰ اس میں برکت زیادہ کر۔)"

[مسند احمد: ج۱ص ۱۷۰۔ الرقم، ۱۳۵۴۷۔]

(٨) (یعنی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بچی ہوئی روٹی کو جمع کیا پھر اس میں برکت کی دعافرمائی۔")

[صحیح مسلم: ج۳ص ۱۶۱۳۔ الرقم ۲۰۴۰۔ باب جواز استتباعہ غیرہ الی دار]

سوال۔ (۴)

یہاں جو برکت کے ساتھ ثواب کی دعا مانگتے ہیں۔ آیا (کیا) برکت کا اطلاق ثواب اور برکت دینی پر بھی ہوتا ہے یا نہیں؟

جواب۔ (۴)

از روے شرع شریف، برکت کا اطلاق ثواب اور برکت دینی پر ہوتا ہے۔ چناں چہ مجمع البحار میں مسطور ہے کہ :

"برکۃ السحور" أی أجرہ وثوابہ۔[9]

نیز لمعات میں اس حدیث ترمذی وغیرہ کے تحت مسطور ہے :

(وبارك لنا في مدينتنا) البركة تكون بمعنى النماء والزيادة، وبمعنى الثبات واللزوم، وهي تشمل البركة الدينية والدنيوية۔ انتهى۔[10]

سوال۔ (۵)

میں نے تسلیم کیا کہ پہلی حدیثوں سے صلحا سے دعاے برکت منگوانا اور دعاے برکت کے وقت طعاموں (کھانے پینے کی چیزیں) کو حاضر کرنا ثابت ہوتا ہے۔ مگر یہ کہنا صلحا سے کہ تم دعا کرو کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ان طعاموں (کھانے پینے کی چیزیں) کا ثواب ہماری اموات کو عطا فرمائے۔

کیا یہ بھی از روے شرع شریف جائز ہے یا نہیں؟

جواب۔ (۵)

حدیث مرفوع بروایت ترمذی وارد ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

---

(۹) (سحری کی برکت یعنی اس کا اجر وثواب۔)

[مجمع بحار الأنوار في غرائب التنزيل ولطائف الأخبار: للشيخ جمال الدين محمد طاهر الهندي الفتني۔ ج۱ص۱۶۵۔]

(۱۰) (یعنی اے اللہ ہمارے مدینے میں برکت نازل فرما۔ برکت کا مطلب زیادتی اور بقا۔ اور وہ دینی ودنیاوی دونوں برکتوں کو شامل ہے۔) [لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح، للشيخ عبد الحق المحدث الدهلوي: ج۵ص۴۶۷۔ الرقم، ۲۷۳۰۔ باب حرم المدينة حرسها الله تعالى]

میرے لیے وسیلے کی دعا مانگو۔ اور وسیلہ جنت میں ایک مرتبہ ہے جو کہ اللہ کے بندوں میں سے کسی بندے کو ملے گا اور امید کرتا ہوں کہ وہ بندہ میں ہوں۔

چوں کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے مومنین اور مسلمین سے دعا مانگنے کے لیے کہا ہے تو اوروں کے لیے بطریق اولی (دعا کی طلب) مستحب ہوگی۔

اور وہ حدیث بقدر حاجت نقل کی جاتی ہے:

"سلوا اللہ لی الوسیلة، فإنها منزلة في الجنة، لا تنبغی إلا لعبد من عباد الله، وأرجو أن أكون أنا هو۔ الحديث۔" (۱۱)

سوال۔ ﴿۶﴾

یہاں یہ طریقہ ہے کہ جس مجلس میں اموات کے لیے دعا کرتے ہیں تو اس مجلس میں سورہ اخلاص، سورہ فاتحہ اور درود شریف سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑھتے ہیں۔ مگر ان امور کو بالخصوص فرائض اور واجبات سے نہیں سمجھتے اور نہ یہ عمل فرائض اور واجبات کے (طور پر) ادا کرتے ہیں۔ تو کیا باایں ہمہ عقائد یہ دعا اور سوال از روے شرع شریف جائز ہے یا بدعت؟

جواب۔ ﴿۶﴾

یہ سب جائزات اور مستحبات میں سے ہے۔ اس لیے کہ حدیث مرفوع بروایت ترمذی وارد ہے کہ جس مجلس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود نہ ہو تو وہ مجلس ناقص ہے اور قل ھو اللہ اور الحمد للہ، میں بھی اللہ کا ذکر ہے۔ لہٰذا ان دونوں کو مجلس دعاے اموات میں مع درود کے پڑھنا مستحب ہے۔

وہ حدیث یہ ہے:

"عن أبي هريرة، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: ما جلس قوم مجلسا لم يذكروا الله

---

(۱۱) (یعنی اللہ تعالیٰ سے میرے لیے وسیلہ مانگو، کیوں کہ یہ جنت میں ایک ایسا مقام ہے جو اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے صرف ایک بندے کے لیے مخصوص ہے، اور مجھے امید ہے کہ وہ میں ہوں گا۔")
[صحیح مسلم: ج۱ ص۲۸۸۔ الرقم، ۳۸۴۔ باب القول مثل قول المؤذن لمن سمعه.......]

فیه، ولم یصلوا علی نبیهم، إلا کان علیهم ترۃ، فإن شاء عذبهم وإن شاء غفر لهم۔ (۱۲)

سوال۔ ﴿۷﴾

ترمذی کی اس حدیث بالا سے صرف اللہ تعالیٰ کا ذکر اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود پڑھنا معلوم ہوتا ہے اور الحمدللہ کی تخصیص نہیں ہے اور یہاں بالخصوص الحمدللہ پڑھتے ہیں۔ (اس تخصیص کی کیا وجہ ہے؟)

جواب۔ ﴿۷﴾

سائل کا سوال خوب زیر نظر رکھنا چاہیے کہ اس نے بالخصوص الحمدللہ کو فرض اور واجب نہیں سمجھا ہے بلکہ الحمدللہ کا پڑھنا مستحبات میں سے سمجھا ہے۔ اور اس میں شک نہیں ہے کہ بالخصوص الحمدللہ پڑھنا مستحبات میں سے ہے۔ اس لیے کہ ترمذی میں حدیث مرفوع بروایت جابر بن عبد اللہ تعالیٰ عنہ وارد ہے کہ الحمدللہ افضل دعا ہے۔ اور یہاں بھی دعا کا مقام ہے۔

لہذا الحمدللہ بالخصوص پڑھتے ہیں اور مستحب بھی سمجھتے ہیں۔ اور وہ حدیث یہ ہے:

"جابر بن عبد اللہ، یقول: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: أفضل الذکر لا إله إلا اللہ، وأفضل الدعاء الحمد للہ۔ (۱۳)

یعنی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ سب سے فضیلت والا ذکر، لا الہ الا اللہ، ہے اور بہترین دعا، الحمد للہ، ہے۔"

---

(۱۲) (یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ جو لوگ کسی مجلس میں بیٹھیں اور اس میں نہ اللہ کا ذکر کریں اور نہ اپنے نبی پر درود بھیجیں، تو وہ مجلس ان کے لیے مورث خسارہ و نقصان ثابت ہوگی۔ اب اللہ چاہے تو انہیں عذاب دے اور چاہے تو بخش دے۔")

[سنن ترمذی: ج۵ ص۴۶۱۔ الرقم، ۳۳۸۰۔ باب فی القوم یجلسون ولا یذکرون اللہ]

(۱۳) [سنن ترمذی: ج۵ ص۴۶۲۔ الرقم، ۳۳۸۳۔ باب ما جاء أن دعوۃ المسلم مستجابۃ]

اور چوں کہ یہاں بھی دعا کا مقام ہے۔ لہٰذا خاص الحمد للہ پڑھتے ہیں۔

سوال۔ ﴿۸﴾

اس حدیث ترمذی سے فقط اتنا معلوم ہوتا ہے کہ الحمد للہ، یعنی ان دونوں لفظوں کا پڑھنا مستحب ہے اور یہاں الحمد للہ اخیر تک یعنی ولا الضالین تک پڑھتے ہیں۔ (یہ کہاں سے ثابت ہے؟)

جواب۔ ﴿۸﴾

اول تو تسلیم نہیں ہے کہ اس حدیث میں صرف دو لفظ مراد ہیں، بلکہ الحمد للہ اخیر تک یعنی ولا الضالین تک مراد ہے۔ چناں چہ مرقات میں اس حدیث کے تحت مسطور ہے کہ:

”ویمکن أن یکون قوله: الحمد لله من باب التلمیح والإشارة إلى قوله تعالى: (اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ) [الفاتحة: ٦] وأي دعاء أفضل وأكمل وأجمع من ذلك۔“ (۱۴)

اور بر تقدیر تسلیم یہ بھی جواب دے سکتے ہیں کہ چوں کہ سورہ فاتحہ میں دو چیزیں ہیں:

(۱) اللہ کا ذکر

(۲) اپنے نفس کے لیے دعا۔

چناں چہ الحمد سے، اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ، تک اللہ کا ذکر ہے۔ اور، اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ سے اخیر تک دعا ہے۔ اور اللہ کا ذکر کرنے کا جواز مجلس دعاے اموات میں اور بالخصوص الحمد للہ کا پڑھنا یہ دونوں ترمذی کی دونوں احادیث بالا سے ثابت ہوئے۔

اور چوں کہ یہاں اموات کے لیے دعا کرنا ہے اور حدیث صحیح مرفوع بروایت ترمذی وارد ہے۔ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ طریقہ تھا کہ اول آپ اپنے لیے دعا فرماتے تھے، پھر اوروں کے لیے

---

(۱۴) (یعنی یہ ممکن ہے کہ، الحمد للہ، کہنے سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مراد اللہ تعالیٰ کے فرمان، اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ، کی طرف اشارہ ہو۔ کیوں کہ اس سے بہتر، کامل اور جامع دعا اور کیا ہو سکتی ہے؟")

[مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، للملا علی القاری: ج۴ ص ۱۵۹۹۔ الرقم، ۲۳۰۶۔ باب ثواب التسبیح والتحمید والتهلیل والتکبیر]

دعافرماتے تھے۔ لہذا یہاں بھی پہلے دعاے اموات سے اپنے لیے، اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ سے لے کر اخیر تک اپنی دعا کرتے ہیں پھر اموات کے لیے دعا مانگتے ہیں تاکہ حدیث کے موافق ہو جائے۔ اور وہ حدیث یہ ہے:

"عن أبي بن كعب، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان إذا ذكر أحدا فدعا له بدأ بنفسه۔[15]

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت کسی کا ذکر کرتے تھے اور اس کے لیے دعا فرماتے تھے، تو اول اپنے نفس سے دعا کو شروع کرتے تھے۔ (یعنی پہلے اپنے حق میں دعا فرماتے تھے۔)

لہٰذا سورہ فاتحہ کا اخیر تک پڑھنا جائز اور مستحب ہے۔

چوں کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ، سے اخیر تک اپنے نفس کے لیے دعا کرنا منظور ہے۔ لہذا اس دعا کے بعد درود پڑھنا بھی مستحبات سے ہے۔

چناں چہ ترمذی میں وارد ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ دعا زمین اور آسمان کے درمیان موقوف (معلق) رہتی ہے اور آسمان کی طرف نہیں چڑھتی ہے جب تک کہ سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود نہ بھیجا جائے۔ اور وہ حدیث یہ ہے:

"عن عمر بن الخطاب، قال: إن الدعاء موقوف بين السماء والأرض لا يصعد منه شيء، حتى تصلي على نبيك صلى الله عليه وسلم۔[16]

اب مجلس دعاے اموات میں سورہ اخلاص، سورہ فاتحہ اور درود کا پڑھنا ان احادیث گذشتہ سے بخوبی ثابت ہوا اور جو ان احادیث گذشتہ کا منکر ہے وہ بدعتی ہے۔

سوال۔ (۹)

یہاں یہ مشہور ہے کہ ہاتھ اٹھانا گذشتہ دعاؤں کے وقت میں بدعت ہے۔ تو کیا ایسی حدیث

---

(۱۵) [سنن ترمذی: ج۵ ص ۴۶۳۔ الرقم، ۳۳۸۵۔ باب ماجاء أن الداعي يبدأ بنفسه]

(۱۶) [سنن ترمذی: ج۱ ص ۶۱۴۔ الرقم، ۴۸۶۔ باب ماجاء في فضل الصلاة على النبي صلی اللہ علیہ وسلم]

بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عموماً یہ حکم فرمایا ہو کہ جس وقت تم میں سے کوئی اللہ تعالیٰ سے سوال کرے تو ہاتھ اٹھا کر سوال کرے۔ تاکہ ہم یہ سمجھ سکیں کہ طعام کی موجودگی میں دعاے برکت کے لیے ہاتھ اٹھانا اور سوال کرنا نیز اموات (مرحومین) کے لیے طعام کا ایصال ثواب، اس حکم عمومی میں داخل ہے؟

جواب۔ (۹)

بلاشک جناب سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عموماً حکم فرمایا ہے کہ جس وقت تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو سیدھی ہتھیلیوں سے کرو نہ کہ الٹی سے۔

وہ حدیث یہ ہے، کہ بروایت ابوداؤد وارد ہے:

"عن مالك بن يسار، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال:

إذا سألتم الله فاسألوه ببطون أكفكم، ولا تسألوه بظهورها۔ الحديث۔ (۱۷)

اب اس حدیث سے عموماً ثابت ہوتا ہے کہ جس وقت بندہ اپنے اللہ سے سوال کرے تو ہاتھ سیدھے اٹھا کر سوال کرے۔ اور اس حدیث میں کسی وقت کی تخصیص نہیں ہے۔

اور جو لوگ طعام (کھانے) پر دعاے برکت کے وقت ہاتھ اٹھانے کو شرک اور بدعت بتلاتے ہیں تو ہم ان لوگوں سے بصد عجز و انکسار استفسار کرتے ہیں کہ کیا کسی صحیح یا ضعیف حدیث سے یہ امر ثابت ہے کہ دعاے برکت کے وقت ہاتھ اٹھانا ناجائز ہے؟ اگر یہ لوگ جواب میں یہ کہیں کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عموماً فرمایا ہے کہ

"كل بدعة ضلالة۔ یعنی ہر بدعت ضلالہ (گمراہی) ہے۔" (۱۸)

اور دعاے برکت کے وقت ہاتھ اٹھانا بھی بدعت ہے۔ لہٰذا ضلالت میں داخل ہوا۔

---

(۱۷) (یعنی حضرت مالک بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم اللہ تعالیٰ سے مانگو تو ہتھیلیوں کی اندرونی حصے سے مانگو ہتھیلیوں کی پشت کی طرف سے نہیں۔) [سنن ابوداود: ج۲ ص۷۸۔ الرقم، ۱۴۸۶۔ باب الدعاء]

(۱۸) [سنن ابن ماجہ: ج۱ ص۱۵۔ الرقم، ۴۲۔ باب اتباع سنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین]

توان لوگوں کو یہ جواب ہے کہ دعاے برکت کے وقت ہاتھ اٹھانا بموجب حدیث ابوداؤد کے سنت ہے۔ اس لیے کہ جناب سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صریح (واضح طور پر) فرمایا ہے کہ جس وقت تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو، تو سیدھی ہتھیلیوں سے کرو۔ اور یہاں بھی طعام پر اللہ تعالیٰ سے برکت کا سوال ہے۔

نیز بروایت ابوداؤد عموماً وارد ہے کہ (حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا) سوال اس کو کہتے ہیں کہ تو دونوں ہاتھ اپنے کندھوں یا کندھوں کے قریب تک اُٹھائے۔ چناں چہ وہ حدیث یہ ہے:

"عن ابن عباس قال: المسألة: أن ترفع يديك حذو منكبيك أو نحوهما۔"(۱۹)

یعنی سوال کرتے وقت کندھوں یا کندھوں کے قریب تک ہاتھ اٹھانا سوال کے آداب میں سے ہے۔

نیز بروایت ترمذی وارد ہے:

"عن أبي هريرة، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ما من عبد يرفع يديه حتى يبدو إبطه يسأل الله مسألة، إلا آتاها إياه۔"(۲۰)

(حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا) یعنی نہیں ہے کوئی بندہ جو سوال کے وقت یہاں تک ہاتھ اُٹھائے کہ اس کی بغلیں ظاہر ہو جائیں مگر اللہ تعالیٰ اس کا سوال پورا کرے گا۔

نیز بروایت ترمذی حدیث مرفوع وارد ہے کہ

(بے شک اللہ تعالیٰ زندہ اور کرم فرمانے والا ہے) جس وقت بندہ اپنے خدا کی طرف ہاتھ اٹھائے، تو اللہ تعالیٰ کو حیا آتی ہے کہ اس کے ہاتھوں کو خالی چھوڑے۔

چناں چہ وہ حدیث یہ ہے:

---

(۱۹) [سنن ابوداؤد: ج۲ ص ۶۱۰۔ الرقم، ۱۴۸۹۔ باب الدعاء]

(۲۰) [سنن ترمذی: ج۵ ص ۵۸۳۔ باب ماجاء ان للہ ملائکۃ سیاحین فی الارض]

"إن اللہ حیی کریم یستحیی إذا رفع الرجل إلیہ یدیہ أن یردھما صفرا خائبتین۔"[21]

اور بعض روایتوں میں وارد ہے:

"کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرفع یدیہ فی الدعاء حتی یری بیاض إبطیہ۔"[22]

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا کے وقت اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے تھے، یہاں تک کہ آپ کے دونوں مبارک بغلوں کی سفیدی ظاہر ہوتی تھی۔

اب ان سب حدیثوں میں دعا اور سوال کے وقت ہاتھ اٹھانا عموماً ثابت ہے۔ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی وقت کی تخصیص نہیں فرمائی اور جو تخصیص کرتا ہے وہ بدعتی ہے۔

سوال۔﴿۱۰﴾

یہ مسلّم ہے کہ طعام پر برکت کی دعا کرنا اور طعام کو دعاے برکت کے لیے حاضر کرنا بخاری اور مسلم کی احادیث سے ثابت ہوتا ہے۔ مگر ہمارے یہاں یہ طریقہ ہے کہ دعاے اموات (مرحومین) کے وقت طعام (کھانا) بھی حاضر ہوتا ہے۔ کیا یہ جائز ہے یا بدعت؟

جواب۔﴿۱۰﴾

یہ بھی جائز ہے، بدعت نہیں۔ اس لیے کہ طعام کا حاضر کرنا صرف دعاے برکت کے لیے ہے۔ اور دعاے برکت کے لیے طعام حاضر کرنے کے بعد اگر اموات کے لیے بھی دعا ہو تو کیا مضائقہ (حرج) ہے؟

جیسا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہجرت کرتے تھے، مگر ہجرت کے بعد تجارت اور نکاح وغیرہ کو بھی ترک نہیں کرتے تھے۔ جیسے یہ افعال صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، کی ہجرت میں خلل انداز نہیں تھے ایسے ہی طعام کے حاضر ہونے کے وقت دعاے اموات بھی کچھ مضر نہیں ہے۔ اس لیے کہ طعام کا حاضر کرنا، دعاے اموات کے لیے نہیں ہے بلکہ برکت کے لیے ہے۔ اور (یہ) صحیح حدیث سے ثابت ہوا۔

---

(۲۱) [سنن ترمذی: ج۵ ص ۵۵۶۔ الرقم، ۳۵۵۶۔ باب فی فضل التوبۃ والاستغفار.........]

(۲۲) [مسند احمد: ج۲۱ ص ۲۷۳۔ الرقم، ۱۳۷۲۶]

نیز اگر کوئی شخص نماز جمعہ کے لیے غسل مسنون کرکے عطر لگائے اور سفید کپڑے پہنے مگر پان بھی کھالے تو پان کا کھانا ان امور کے مسنون ہونے میں کچھ نقصان نہیں لاتا، اس لیے کہ اعمال کا ثواب نیت پر موقوف ہے۔ جیسی نیت ہو ویسا ہی ثواب ملتا ہے۔

سوال۔﴿۱۱﴾

یہاں یہ طریقہ ہے کہ لوگ جمعرات کا انتظار کرتے ہیں، جس وقت جمعرات آتی ہے اس وقت صلحا اور فقرا سے اپنی اموات (مرحومین) کے لیے دعا منگواتے ہیں۔ اور قبل و بعد جمعرات بھی یہ عمل کرتے ہیں اور جائز بھی سمجھتے ہیں۔

آیا (تو کیا) باایں ہمہ عقائد اور اعمال، جمعرات کا انتظار کرنا جائز ہے یا بدعت؟

جواب۔﴿۱۱﴾

دعا کا جمعرات تک مؤخر کرنا اور انتظار کرنا مسنون ہے۔ بلکہ کلام الٰہی سے بھی مفہوم ہوتا ہے۔ چناں چہ کلام اللہ میں وارد ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے اپنے باپ سے عرض کیا کہ اے ہمارے باپ! ہم خطا کار ہیں ہمارے لیے دعاے مغفرت مانگیے۔ تو انہوں (حضرت یعقوب علیہ السلام) نے ان کے جواب میں یہ ارشاد فرمایا: کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اس کو اپنے کلام پاک میں نقل فرماتا ہے: "قَالَ سَوْفَ أَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ۔(۴۳)

یعنی عنقریب میں تمہارے لیے اپنے رب سے (دعاے) مغفرت مانگوں گا۔"

اور ترمذی میں بروایت عکرمہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حدیث مرفوع وارد ہے کہ:

سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے یہ فرمایا:

کہ میرے بھائی یعقوب نے جو اپنے بیٹوں کے لیے، سَوْفَ أَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ، فرمایا ہے۔ مراد ان کی یہ ہے کہ جس وقت جمعرات آئے گی تمہارے لیے دعا کروں گا۔

لہذا سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو ترمذی میں وارد ہے، خاص طور پر چار رکعت نماز اور کچھ کلمات دعائیہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو تعلیم فرمائے اور یہ بھی فرمایا:

---

(۴۳) [القرآن المجید: پارہ ۱۳، سورہ یوسف، آیت ۹۸]

اے علی! اگر تجھ سے ہو سکے تو جمعرات کو اخیر تہائی رات کو اٹھ کر یہ دعا اور چار رکعت نماز پڑھ۔ اس لیے کہ جمعرات کے آخری تہائی حصے میں دعا مستجاب ہوتی ہے۔ اور اگر یہ نہ ہو سکے تو اوسط جمعرات (رات کے درمیانی حصے) میں پڑھ اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو ثلث اول جمعرات (رات کے ابتدائی حصے) میں پڑھ۔

اور ان کلمات دعائیہ میں یہ بھی ہے کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

کہ پہلے اللہ تعالیٰ حمد کر! پھر مجھ پر درود بھیج! پھر دعا مانگ! سب مومنین اور مومنات کے لیے اور (ان کے لیے جو) ایمان کے ساتھ تجھ سے پہلے گزر گئے۔

اور وہ حدیث یہ ہے، ضرورت کی عبارت نقل کی جاتی ہے:

"فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: يا أبا الحسن، أفلا أعلمك كلمات ينفعك الله بهن، وينفع بهن من علمته، ويثبت ما تعلمت في صدرك؟ قال: أجل يا رسول الله فعلمني. قال: "إذا كان ليلة الجمعة، فإن استطعت أن تقوم في ثلث الليل الآخر فإنها ساعة مشهودة، والدعاء فيها مستجاب، وقد قال أخي يعقوب لبنيه {سَوْفَ أَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيٓ،} [يوسف:٩٨]

يقول: حتى تأتي ليلة الجمعة، فإن لم تستطع فقم في وسطها، فإن لم تستطع فقم في أولها، فصل أربع ركعات۔ الحديث۔ (٢٤)

---

(٢٤) (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے) فرمایا: اے ابو الحسن، کیا میں تمھیں ایسے کلمات نہ سکھاؤں جن کلمات سے اللہ تمھیں فائدہ دے، اور وہ کلمات تم جسے سکھاؤ اسے بھی فائدہ پہنچے، اور جو تم نے سیکھا ہے اسے تمھارے دل میں ثابت رکھے؟ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: ہاں کیوں نہیں، اے اللہ کے رسول، مجھے سکھائیں۔ آپ نے فرمایا: جب جمعہ کی رات ہو، اگر تم آخری تہائی رات میں قیام کر سکو تو یہ ایک مشہود وقت ہے، اور اس وقت دعا قبول ہوتی ہے۔ اور میرے بھائی یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے فرمایا تھا: سَوْفَ أَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيٓ، یعنی جمعہ کی رات کا آنے دیں میں تمھارے لیے مغفرت کی دعا کروں گا۔ اور اگر تم آخری تہائی میں قیام نہ کر سکو تو درمیان میں قیام کرو، اور اگر درمیان میں نہ کر سکو تو رات کے ابتدائی حصے میں قیام کرو، اور چار رکعات نماز پڑھو۔)

[سنن ترمذی: ج۵ ص ۵۶۳۔ الرقم، ۳۵۷۰۔ باب في دعاء الحفظ]

اور جس وقت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے چار رکعات نماز کا طریقہ تعلیم فرمایا تو بعدہ یہ فرمایا:

"فإذا فرغت من التشهد فاحمد الله، وأحسن الثناء على الله، وصل علي وأحسن، وعلى سائر النبيين، واستغفر للمؤمنين والمؤمنات ولإخوانك الذين سبقوك بالإيمان۔[۲۵]

اب اس حدیث سے صاف ثابت ہوا کہ سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو جب چار رکعت نماز اور دعا تعلیم فرمائی تو یہ بھی فرمایا کہ جس وقت جمعرات آئے تو تم یہ کلمات دعائیہ اور نماز پڑھو۔ اور ان کلمات دعائیہ میں اس حدیث کے موافق اموات کے لیے دعا بدیں طور وارد ہے کہ پہلے اللہ کی حمد بعدہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود اور اخیر میں اموات کے لیے دعاے مغفرت ہے۔ لہٰذا یہاں بھی دعاے مغفرت اموات کو جمعرات تک موخر کرتے ہیں اور جمعرات میں صلحا سے مغفرت کے لیے دعا منگواتے ہیں۔

سوال۔﴿۱۲﴾

یہاں یہ طریقہ ہے کہ کم از کم پانچ جمعرات یا زیادہ، صلحا (امام وغیرہ) سے اموات کے لیے دعا منگواتے ہیں۔ آیا جمعرات کی تعداد بھی کسی حدیث سے ثابت ہوتا ہے یا یہ بدعت ہے؟

جواب۔﴿۱۲﴾

یہ بھی ترمذی کی مذکورہ بالا حدیث سے ثابت ہے۔ اس لیے کہ اس حدیث کے اخیر میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے یہ فرمایا:

کہ اے ابوالحسن یہ نماز اور دعا تین، پانچ یا سات جمعرات، تک پڑھ! بحکم خدا قبول ہوگی اور قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھ کو بھیجا ہے کہ یہ دعا کسی مومن کے حق میں ہرگز خطا نہ کرے گی۔ اور وہ حدیث یہ ہے:

---

(۲۵) (یعنی جب تم تشہد سے فارغ ہو تو اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کی بہترین ثنا بیان کرو! اور مجھ پر اور جملہ انبیاے کرام پر بہترین انداز میں درود بھیجو! اور تمام مومن مرد اور مومنہ عورتوں کے لیے اور ایمان کے ساتھ انتقال کرنے والے بھائیوں کے لیے استغفار کرو!) [مرجع سابق]

"یا أبا الحسن فافعل ذلك ثلاث جمع أو خمسا أو سبعا تجب بإذن الله، والذی بعثنی بالحق ما أخطأ مؤمنا قط۔"(۴۶)

سوال۔﴿۱۳﴾

اس حدیث ترمذی سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو تین یا پانچ یا سات جمعرات تک دعا کے لیے حکم فرمایا ہے اور یہ دعا ایک طریقہ مخصوص پر تھی۔ اور وہ طریقہ مخصوص یہ ہے کہ اول چار رکعات نماز خاص اس طریقے پر پڑھے جس طرح حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اور اس میں اموات (مرحومین) کے لیے دعاے مغفرت بھی ہے۔

تو اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جمعرات میں اموات (مرحومین) کے لیے دعاے مغفرت نماز کی اتباع میں وارد ہے اور یہاں لوگ اموات کے لیے دعاے مغفرت پانچ یا سات جمعرات تک بالاستقلال مؤخر کرتے ہیں اور حدیث میں اموات (مرحومین) کے لیے دعاے مغفرت، متعدّد جمعرات تک بالاستقلال تاخیر وارد نہیں ہے۔ (تو اس تعلق سے آپ کیا کہتے ہیں، کیا اس طرح کرنے والا بدعتی ہے)؟

جواب۔﴿۱۳﴾

اولاً تو کتب معتبرہ کی سند کے بغیر، تسلیم نہیں ہے کہ بغیر اس طریقہ مخصوص کے، جس کو حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیان فرمایا تھا، دعاے اموات (مرحومین) کے لیے جمعرات تک تاخیر جائز نہیں ہے۔ اور بر تقدیر فرض، حدیث ترمذی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی جمعرات تک دعاے مغفرت کی تاخیر نہایت پسند فرمائی ہے۔ یہاں تک کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بھی ان کے طریقے کی موافقت کا حکم فرمایا کہ تم چار رکعت نماز اور دعا جس وقت جمعرات آئے تو اس کے ثلث اخیر یا وسط یا اول میں پڑھو۔ چوں کہ سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دعا اور استغفار

---

(۴۶) [مرجع سابق]

میں حضرت یعقوب علیہ السلام کی موافقت میں تاخیر کا حکم فرمایا ہے۔

لہذا یہاں بھی بموجب ارشاد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، استغفار میں جمعرات تک تاخیر میں یعقوب علیہ السلام کی موافقت منظور ہے۔ اب خیال کرنا چاہیے کہ کون متبع سنت اور کون بدعتی ہے؟

سوال۔﴿۱۴﴾

اس حدیث ترمذی سے فقط اتنا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے دعاے استغفار کی تاخیر جمعرات تک کی تھی اور یہاں استغفار اموات کی تاخیر متعدّد جمعرات تک کرتے ہیں، لہذا متعدّد جمعرات تک تاخیر کرنا حضرت یعقوب علیہ السلام کے طریقے سے بھی موافق نہ ہوا؟

جواب۔﴿۱۴﴾

(امام) بغوی نے "معالم التنزیل" میں بروایت حضرت وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ثابت کیا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے لگ بھگ بیس سال تک ہر جمعرات میں دعا مانگی تھی۔ تو حضرت وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے ثابت ہوا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے بھی متعدّد جمعرات میں دعاے مغفرت مانگی تھی۔ اور امام بغوی کی عبارت یہ ہے:

"وعن عكرمة عن ابن عباس رضي الله عنهما: سوف أستغفر لكم ربي يعني ليلة الجمعة. قال وهب: كان يستغفر لهم كل ليلة جمعة في نيف وعشرين سنة۔"[۲۷]

اور اس آیت، سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ، میں مفسرین کے بہت اختلافات ہیں، مگر میں نے جو کچھ ذکر کیا وہ ترمذی کی حدیث کے موافق ہے۔

واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔ فقط۔

---

(۲۷) (یعنی حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی: وہ روایت کرتے ہیں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہ عن قریب یعنی جمعرات کو میں تمہارے لیے دعاے مغفرت کروں گا۔
حضرت وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹوں کے لیے ہر جمعرات کو استغفار کرتے تھے اور یہ سلسلہ لگ بھگ بیس سال تک جاری رہا۔)
[معالم التنزیل فی تفسیر القرآن، المعروف بتفسیر البغوی: سورۂ یوسف الآیات ۹۶ الی ۹۸]

اعلان

از: شیخ الکل حضرت علامہ مولانا محمد گل خان صاحب علیہ الرحمہ

چوں کہ اس خاکسار، ہیچ مدان، ذرہ بے مقدار نے فوائد مومنین اور بذریعہ ایصال ثواب، صدقات اور کلمات طیبات، اموات (مرحومین) کی نفع رسانی کے واسطے، یہ رسالہ مدلل بآیات اور احادیث صحیحہ تالیف کیا ہے۔ امید ہے کہ ہر محب سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان چند اوراق کو بدل وجان قبول فرماکر اس خاکسار کو دعاے خیر سے یاد اور شاد فرمائے۔

اور بالفرض اگر کوئی ایسا شخص ہو کہ یہ مسائل مدلل، بآیات اور احادیث صحیحہ اس کے عقائد اور عندیات سے بر خلاف ہوں اور وہ اس رسالہ ہذا کے جواب کے لیے مستعد ہو اور اس کو احقاق حق اور ابطال باطل موافق قواعد شرعیہ کے زیر نظر ہو، تو اس رسالے کے جواب کے لیے چند شرائط شرعیہ درج کیے جاتے ہیں، تاکہ جواب ان شرائط شرعیہ کے موافق دینے سے جانبین من جانب اللہ ماجور ہوں اور احقاق حق کما ینبغی ظاہر ہو۔

اور اگر بالفرض جواب لکھنے والے کو ان شرائط شرعیہ کے مطابق، جو مسطورہ ذیل ہیں، جواب دینا منظور نہ ہو، تو اس کو مجنوں اور لایعقل سمجھ کر کے مناظرے میں طرف مقابل تصور نہ کیا جائے گا۔ اور وہ شرائط یہ ہیں:

شرط اول: یہ ہے کہ جتنے امور اس رسالے میں بیان کیے گئے ہیں اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہوئے ہیں۔ یا تو ان امور کی تخصیص سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نصوص صریحہ اور احادیث صحیحہ سے ثابت کرے۔ تاکہ سوائے سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غیروں کو ان امور کے کرنے کی گنجائش نہ رہے جیسے صوم وصال میں۔

شرط دوم: یہ ہے کہ بالفرض اگر ان امور کی تخصیص سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نصوص صریحہ اور احادیث صحیحہ سے ثابت نہ کر سکے تو نصوص سے یہ ثابت کرے کہ

اولاً یہ امور جو احادیث صحیحہ میں مذکور ہیں عموماً سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے (ظاہری)

زمانے میں جاری تھے بعدہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔

شرط سوم: یہ ہے کہ اگر ان امور کی تخصیص سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت نہ کر سکے اور نہ یہ ثابت کر سکے کہ اولاً یہ امور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں جاری تھے بعدہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو منسوخ فرمایا ہے۔ تو صاف صاف یہ لکھے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قول سے ان امور کی تخصیص ثابت نہیں ہے اور نہ نسخ ثابت ہے۔ بلکہ علمانے ان امور کو بدعت لکھا ہے اور کل بدعۃ ضلالۃ" کے تحت داخل کیا ہے۔

توان علما کے اقوال تین شرطوں پر بسر وچشم قبول کیے جائیں گے۔

اول شرط: یہ ہے کہ باتفاق فقہا یہ علما طبقات مجتہدین میں داخل ہوں۔

دوم شرط: یہ ہے کہ ان علما کے اجتہاد اور رائے پر فتوی، فقہا کی کتب معتبرہ سے نقل کرے۔

شرط سوم: یہ ہے کہ جن مجتہدین کے اقوال سے ان امور یعنی فاتحہ، درود، ایصال ثواب صدقات اور تاخیر کرنا دعائے استغفار کا جمعرات تک دعائے استغفار کی تاخیر وغیرہ کا ناجائز ہونا ثابت کرے تو اسی طور پر ہو جیسے رسالہ ہٰذا میں موجود ہے یعنی فاتحہ، درود، ایصال ثواب اور دعائے استغفار میں تاخیر اس طریقے پر جو اس رسالے میں ذکر ہے، اس کو منع فرمایا ہو تو قابل تسلیم ہے۔ اور اگر ان علمانے کسی اور طور پر فاتحہ اور درود وغیرہ کو منع فرمایا ہے کہ وہ طور اور طرز اس سے غیر ہو تو بلاشک ان کے منع ہونے سے ان امور کا منع ہونا جو رسالہ ہٰذا میں تحریر ہیں ثابت نہ ہو گا۔ فقط۔

تمام شد

براہین بینہ بر اثبات نذور معینہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد حمد یزدان پاک و درود نامحدود بر رسول مجتبیٰ محمد مصطفیٰ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

فقیر مسکین محمد گل جمیع برادران دینی کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ بعض احباب نے درباب ایں مسائل (ان مسائل کے باب میں) جو کتاب ہذا میں مسطور ہیں استفسار کیا تھا اور فقیر نے جواب باصواب سے ان کے تردد کو روایات صحیحہ سے دفع کیا مگر انہوں نے ان روایات کو طبع کرانے کی بار بار التماس کر کے فقیر کو مجبور کیا۔ اگرچہ فقیر نے اپنی عدیم الفرصتی، گوناگوں بیماریوں اور ہوائے مخالف زمانہ کے عذر پیش کیے مگر ان احباب کے اشتیاق کے سامنے فقیر کا کوئی عذر کارگر نہ ہوا۔ لہٰذا ان سوالات کے جوابات از روئے روایات صحیحہ تحریر کر کے ان کو چھپوانے کی اجازت دے کر انہیں حق تالیف ہبہ کیا۔ اور نام اس کا "براہین بینہ بر اثبات نذور معینہ" رکھا۔

سوال۔ ۱

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

اس دیار میں اکثر لوگ اپنے اوپر نذر اللہ کو بایں طور لازم کرتے ہیں کہ اگر خداوند کریم نے میرا فلاں مقصود پورا کیا تو اس نعمت پر شکرانہ کے لیے مجھ پر خاص اللہ کے لیے یہ نذر ہے کہ ایسے فقرا اور مساکین کو کہ حقہ وغیرہ نہ پیتے ہوں، مکروہات سے بچتے ہوں کھانا کھلاؤں گا۔ اور جس وقت اس شخص کا کام پورا ہو جاتا ہے تو اس وقت طعام (کھانا) پکا کر فقیروں کو کھلاتا ہے۔ بعدہ شاہ عبد الحق صاحب کو اس طعام (کھانا) کھلانے کا ایصال ثواب کرتا ہے۔ اور اس کو توشہ شاہ عبد الحق صاحب، کہتے ہیں۔

اور بعض لوگ گیارہویں کرتے ہیں اور گیارہویں کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے اوپر خاص اللہ کے لیے بایں طور نذر لازم کرتے ہیں کہ اگر تا آغاز تاریخ یازدہم فلانے ماہ (فلاں ماہ کی گیارہ تاریخ کے شروع ہونے تک) یا جس ماہ کی میری اوقات بسری (گزر اوقات) خدا نے میرے حسب خواہش کی تو اس نعمت کے شکریہ کی شکل میں مجھ پر یہ نذر خاص اللہ کے لیے لازم ہے کہ بروز یازدہم (گیارہواں دن) اس شرط کے پورا ہونے کے بعد فلاں مقدار صدقہ نکال کر فقیر اور

مسکین کو دوں گا۔

یا یہ کہے کہ اگر تا آغاز تاریخ جس مہینے کی یا فلاں مہینے کی میری تجارت فائدہ مند رہے تو مجھ پر خاص اللہ کے لیے یہ نذر ہے کہ فلاں مقدار صدقہ نکال کر فقیر اور مسکین کو بروز یازدہم (گیارہویں دن) دوں گا اور یہ بھی مرکوز خاطر رہے کہ یہ لوگ جو یہ نذور معینہ کرتے ہیں تو ان لوگوں کی یہ عقیدت (عقیدہ) نہیں ہے کہ فقط تاریخ یازدہم (گیارہویں تاریخ) کی نذر معین جائز جانتے ہیں نہ غیر (اس کے علاوہ نہیں) بلکہ ان لوگوں کی یہ عقیدت (عقیدہ) ہے کہ جیسے گزشتہ نذر معین جائز ہے اسی طرح باقی نذور معینہ بھی جائز ہیں اور ان کو کرتے بھی ہیں۔

چناں چہ کہتے ہیں کہ یا اللہ اگر میری تجارت فائدہ مند یا میرے عیال واطفال (بیوی بچے) خوش وخرم مثلاً تا آغاز ماہ محرم یا چودہویں تاریخ ماہ شعبان تک رہیں تو مجھ پر اللہ کے لیے نذر ہے کہ در صورت اول (پہلی صورت میں) محرم میں کھچڑا یا شیر مال پکا کر یا شربت بنا کر اور در صورت دوم (دوسری صورت میں) شب برات میں حلوہ پکا کر فقرا کو کھلاؤں گا۔

یا یہ کہے کہ اگر تا آغاز فلاں مہینے یا جس مہینے کے (فلاں مہینے یا کسی بھی مہینے کے شروع ہونے تک) اللہ تعالیٰ نے مجھ کو صحیح وسالم رکھا اور میرے اس بیمار نے بھی شفا پائی تو مجھ پر خاص اللہ کے لیے یہ نذر ہے کہ فلاں مقدار صدقہ بروز یازدہم (گیارہویں دن) فقیر اور مسکین کو دوں گا۔ اور تا آغاز تاریخ یازدہم وغیرہ (گیارہوں یا اس کے علاوہ تاریخ شروع ہونے تک) ان لوگوں کی یہ شروط (شرطیں) جن کے ساتھ نذور کو معلق کیا تھا پوری ہو گئیں تو ان شرطوں کے پورا ہونے کے بعد ان لوگوں پر ان نذور کی ادا جو انہوں نے مانی تھیں واجب ہے یا نہیں؟

اور بروز یازدہم وغیرہ (گیارہواں یا اس کے علاوہ کوئی دن) ان شروط کے پورا ہونے کے بعد ان نذور کا ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور ان نذور کے ادا کرنے کے بعد اگر ان نذور کا ثواب اماموں اور اہل بیت کو یا شیخ عبدالحق صاحب یا شیخ عبدالقادر جیلانی اور باقی اموات کو بخشے یہ بھی جائز ہے یا نہیں؟

جواب۔ ﴿۱﴾

چوں کہ یہ سب نذریں معلق بشرط ہیں اور جو نذر کہ معلق بشرط ہو وہ جائز ہے اور ان شروط کے

پورا ہونے کے بعد کہ ان کا وجود اور حصول مرغوب اور منظور ہے اور یہ نذور اس پر موقوف ہیں۔ اور از روے شرع شریف قبیح بھی نہیں ہے تو ان نذور کا ادا کرنا ناذر (جس نے نذر و منت مانی ہے) پر واجب ہے اور ناذر کو اختیار ہے کہ ان نذروں کو اس تاریخ مقرر شدہ میں ادا کرے یا اس تاریخ مقرر شدہ سے بعد ادا کرے۔ نیز اس کو اختیار ہے کہ اُس فقیر مقررہ کو دے یا غیر کو۔ یا یہ طعام مقررہ فقرا کو دے یا غیر مقررہ کو۔ اور جس وقت یہ امور روایات صحیحہ سے ثابت ہوں گے بعدہ ان صدقات اور نذور کا ایصال ثواب بزرگان دین کے لیے بھی ان شاء اللہ تعالیٰ روایات صحیحہ سے ثابت ہو جائے گا اور وہ روایتیں جن سے جواز نذور معلقہ بشرط (ان منتوں کا جواز جو کسی شرط پر معلق ہیں) اور ان شروط کے پائے جانے کے بعد ان نذروں کے ادا کرنے کا وجوب، معلوم ہوتا ہے، وہ روایتیں یہ ہیں کہ بقید تحریر آتی ہیں۔ چناں چہ بروایت ابوداؤد اور دارمی وارد ہے۔

"عن جابر بن عبد الله، أن رجلا، قام يوم الفتح، فقال: يا رسول الله، إني نذرت لله إن فتح الله عليك مكة، أن أصلي في بيت المقدس ركعتين، قال: صل هاهنا، ثم أعاد عليه، فقال: صل هاهنا، ثم أعاد عليه، فقال: «شأنك إذن». (۱)

خلاصہ مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ ایک شخص نے رسول اکرم سے عرض کیا کہ میں نے نذر مانی ہے اگر خدا نے آپ کو مکہ کی فتح عطا کی تو بیت المقدس میں دو رکعت نماز پڑھوں گا تو رسول اکرم

---

(۱) (یعنی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں نے اللہ تعالیٰ کے لیے نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کو مکہ معظمہ پر فتح عطا کرے گا، تو میں بیت المقدس میں دو رکعت نماز ادا کروں گا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہیں نماز پڑھ لو۔ اس شخص نے دوبارہ اپنی بات کہی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہیں نماز پڑھ لو۔ اور جب تیسری بار اس شخص نے اپنی بات دہرائی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر تمہاری مرضی۔)

[سنن ابوداود: ج۳ص۳۵۶۔ الرقم، ۳۳۰۵۔

سنن دارمی: ج۳ص۱۵۰۹۔ الرقم، ۲۳۸۴۔ باب من نذر أن يصلي في بيت المقدس...]

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہاں پر پڑھو پھر انہوں نے مکرر عرض کیا کہ میں نے اس نذر کو ادا کرنے کے لیے بیت المقدس معین کیا ہے، پس سرکار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ کو اختیار ہے۔

اب اس حدیث سے چند امور ثابت ہوئے۔ اول یہ کہ نذر معلق جائز ہے۔

دوم یہ کہ وجود شرط کے بعد اس نذر کا پورا کرنا ضروری ہے۔

اور تیسرے یہ کہ اگر مکان مقرر شدہ کے سوا کوئی دوسرے مکان میں پڑھے یہ بھی جائز ہے۔ اس لیے کہ حضرت، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، نے اس کو فرمایا کہ یہاں پڑھو۔

اور چوتھے یہ کہ مکان مقررہ میں بھی ادا کرنا جائز ہے اس لیے کہ سرکار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، نے اس شخص سے فرمایا کہ آپ کو اختیار ہے۔ اور نیز در مختار میں مسطور ہے۔

(ثم إن) المعلق فيه تفصيل فإن (علقه بشرط يريده كأن قدم غائبي) أو شفي مريض (يوفي) وجوبا (إن وجد) الشرط۔[۲]

اور نیز در مختار میں مسطور ہے:

"(ومن نذر نذرا مطلقا أو معلقا بشرط وكان من جنسه واجب) أي فرض كما سيصرح به تبعا (للبحر) و (الدرر) (وهو عبادة مقصودة) خرج الوضوء وتكفين الميت (ووجد الشرط المعلق به (لزم الناذر) لحديث من نذر وسمى فعليه الوفاء بما سمى۔[۳]

---

(۲) (یعنی معلق منت میں تفصیل ہے۔ اگر منت کو کسی شرط پر معلق کیا کہ وہ چاہتا ہے کہ میرا کوئی غائب واپس آجائے یا میرا کوئی بیمار شفایاب ہو جائے۔ تو اگر اس کی شرط پائی جائے گی تو اس نذر کا ادا کرنا واجب ہے۔)[الدر المختار: ص ۲۸۴۔ کتاب الایمان]

(۳) (یعنی جس نے نذر مانی، خواہ مطلق ہو یا کسی شرط پر معلق، اور وہ کسی ایسی چیز سے متعلق ہو جو واجب یعنی فرض کے جنس سے ہو، جیسا کہ بحر اور درر کی اتباع میں عن قریب اس کی تصریح کریں گے۔ اور وہ عبادت مقصودہ ہو، اس سے وضو اور میت کا کفن خارج ہو گیا۔ اور جب وہ شرط پوری ہو جائے جس پر نذر معلق تھی، تو نذر ماننے والے پر اس کا پورا کرنا لازم ہو گا، اس حدیث کی وجہ سے کہ جس نے منت مانی اور متعیّن کیا، تو اس پر لازم ہے کہ وہ اسی متعیّن کردہ کو پورا کرے۔)[مرجع سابق]

خلاصہ مطلب ان روایات کا یہ ہے کہ جس نے نذر کو کسی شرط کے ساتھ معلق کیا تو اس شرط کے پائے جانے کے بعد اس نذر کا ادا کرنا اس کے ذمے پر واجب ہے۔

نیز در مختار میں مسطور ہے:

کہ شرط پائے جانے سے پہلے نذر معلق کا ادا کرنا جائز نہیں ہے۔ اور وہ عبارت یہ ہے۔

"(بخلاف) النذر (المعلق) فإنه لا يجوز تعجيله قبل وجود الشرط كما سيجيء في الأيمان۔[۴]

اور شامی نے اس نذر قبل الشرط کے عدم جواز کی یہ دلیل بیان کی ہے۔

أن المعلق على شرط لا ينعقد سببا للحال كما تقرر في الأصول بل عند وجود شرطه، فلو جاز تعجيله لزم وقوعه قبل سببه فلا يصح۔[۵]

خلاصہ مطلب ان دونوں عبارتوں کا یہ ہے کہ نذر اگر کسی شرط کے ساتھ معلق ہو تو اس شرط کے پائے جانے سے پہلے اس نذر معلق کا ادا کرنا جائز نہیں ہے۔ نیز شامی کی آئندہ عبارات سے ثابت ہوگا کہ نذر کرنے والوں کو بعد موجود ہونے شرائط پائے جانے کے بعد یہ اختیار حاصل ہے کہ تاریخ مقررہ میں ان نذور کو ادا کریں یا تاریخ مقررہ سے بعد ادا کریں۔ اور یہ بھی اختیار ہے کہ فقیر مقررہ کو دیں یا غیر کو۔ اور وہ عبارت یہ ہے۔

"أما تأخيره فيصح لانعقاد السبب قبله، وكذا يظهر منه أنه لا يتعين فيه المكان والدرهم والفقير لأن التعليق إنما أثر في تأخير السببية فقط فامتنع التعجيل، أما المكان والدرهم والفقير فهي باقية على الأصل من عدم التعيين لعدم تأثير التعليق في شيء منها .... فأفاد

---

(۴) (یعنی برخلاف معلق منت کے کہ اس میں شرط پائے جانے سے پہلے تعجیل جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ عنقریب کتاب الأیمان میں آئے گا۔) [الدر المختار: ص ۱۵۱۔ باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ]

(۵) (یعنی وہ نذر جو کسی شرط سے معلق ہو وہ فی الحال سبب کے اعتبار سے منعقد نہیں ہوگی جیسا کہ اصول میں یہ قاعدہ مقرر ہے۔ بلکہ شرط پائے جانے کے وقت وہ منت ادا کی جائے گی۔ لہٰذا اگر اس کی ادائیگی میں عجلت کی تو سبب سے پہلے اس کا وقوع لازم آئے گا۔ اور یہ صحیح نہیں ہے۔)

[رد المحتار علی الدر المختار: ج ۳ ص ۱۴۱۷۔ کتاب الأیمان]

صحة التأخیر وتبدیل المکان والدرهم والفقیر کما فی غیر المعلق۔[6]

خلاصہ مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ جو نذر شرط پر موقوف ہے تو شرط پائے جانے سے پہلے کے اس نذر کا ادا کرنا جائز نہیں ہے۔ اور شرط پائے جانے کے بعد ناذر کو اختیار ہے کہ جو تاریخ اس (نذر) کے ادا کے لیے مقرر کی تھی اس تاریخ میں ادا کرے یا اس سے بعد ادا کرے یہ دونوں امر جائز ہیں۔ اور مکان اور درہم اور فقیر کا بدلنا بھی جائز ہے۔ یعنی جس فقیر کو معین کیا جائز ہے کہ اس کو دے یا دوسرے کو اور یہ ضروری نہیں ہے کہ جو طعام نذر کرنے والے مقرر کریں جیسے مالیدہ اور شیر برنج اور کھچڑا العینہ وہ دے، بلکہ نذر کرنے والے کو اختیار ہے کہ جس قسم کا کھانا اس نے معین کیا ہے وہ دے یا کوئی اور قسم کا دے۔ چناں چہ در مختار میں مسطور ہے۔

(نذر أن یتصدق بعشرۃ دراھم من الخبز فتصدق بغیرہ جاز إن ساوی العشرۃ)[7]

مگر شامی کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں امام زفر کا اختلاف ہے۔ اور وہ عبارت یہ ہے:

"تنبیہ: إنما لم یختص فی النذر بزمان ونحوہ خلافا لزفر۔[8]

چوں کہ شامی کی اس عبارت سے ثابت ہوا کہ امام زفر کے نزدیک نذر معین کی ادا زمانہ مقررہ

---

(۶) (یعنی نذر کی ادائیگی میں تاخیر صحیح ہے۔ کیوں کہ سبب اس سے پہلے پایا جا چکا ہے۔ یوں ہی اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اس میں مکان، درہم اور فقیر متعیّن نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ تعلیق صرف سببیت کی تاخیر میں مؤثر ہے۔ لہٰذا عجلت منع ہے۔ رہا مکان، درہم اور فقیر تو وہ عدم تعیین کی وجہ سے اصل پر باقی رہے گا کیوں کہ ان میں سے کسی میں بھی تعلیق مؤثر نہیں ہے۔...... تو اس قول نے تاخیر صحیح ہونے اور مکان، درہم اور فقیر کے بدل لینے کے صحیح ہونے کا فائدہ دیا ہے۔ جیسا کہ غیر معلق میں ہے۔)

[رد المحتار: ج ۲ ص ۴۳۷۔ فصل فی العوارض المبیحۃ لعدم الصوم]

(۷) (یعنی اگر کسی نے منت مانی کہ وہ دس درہم کی روٹیاں صدقہ کرے گا تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اس کے علاوہ کوئی اور چیز صدقہ کرے جو دس کے برابر ہو۔)

[الدر المختار: ص ۲۸۵۔ کتاب الأیمان]

(۸) (یعنی نذر زمانہ وغیرہ کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ اس میں امام زفر کا اختلاف ہے۔)

[رد المحتار علی الدر المختار: ج ۳ ص ۷۴۱۔ کتاب الأیمان]

میں ہونا چاہیے اور کسی روایت سے یہ ثابت نہیں ہے کہ باقی اماموں کے نزدیک نذر معین کی ادا تاریخ مقررہ میں جائز نہیں ہے۔ اور نہ یہ ثابت ہے کہ اس ادائے مذکورہ میں اختلاف ہے بلکہ "نور الانوار" کی عبارت سے واضح ہے کہ اس تاریخ مقررہ میں اگر نفل روزے کی نیت کی جائے تاہم یہ نفل روزہ نذر معین کے روزے سے واقع ہوگا۔ اور وہ عبارت یہ ہے:

"بخلاف النذر المعين فانه يتادى بمطلق النية ونية النفل، كما ان صوم رمضان يتادى بمطلق النية ونية النفل۔"(9)

خلاصہ مطلب اس سے عبارت کا یہ ہے کہ اگر زمانہ مقررہ میں نفل کی نیت کریں تاہم نفل روزہ نذر معین کے روزہ سے واقع ہوگا اور چوں کہ نفل کی نیت سے بھی نذر معین کا ادا جائز ہوا تو اگر خود نذر معین کے ادا کی نیت ہو تو بطریق اولی جائز ہوگا، چوں کہ یہ ادا تاریخ مقررہ میں بلا مخالفت جائز اور اتفاقی ہے تو اتفاقی امر پر عمل اولی اور انسب ہے۔ چناں چہ در مختار میں مسطور ہے:

"والاخذ بالمتفق أوفق۔"(10)

نیز در مختار کے باب الوضو میں مسطور ہے:

"لكن يندب للخروج من الخلاف۔"(11)

اور شامی میں مسطور ہے:

"والأخذ بما اتفقا على أنه صحيح أولى۔"(12)

---

(9) (یعنی نذر معین کے برخلاف کیوں کہ نذر معین مطلق نیت اور نفلی نیت دونوں سے ادا ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ رمضان المبارک کا روزہ مطلق نیت اور نفل کی نیت سے ادا ہو جاتا ہے۔")

[نور الانوار مع قمر الاقمار: ص ۶۲۔ مبحث الامر]

(10) (یعنی قول متفق پر عمل زیادہ بہتر ہے۔) [الدر المختار: ص ۱۵۔ کتاب الطهارة]

(11) (اختلاف سے بچنا مستحسن ہے۔) [مرجع سابق: ص ۲۵]

(12) (یعنی جس بات کے صحیح ہونے پر دونوں متفق ہوں اسی قول کو لینا بہتر ہے۔)

[رد المحتار علی الدر المختار: ج ۱ ص ۵۹۴۔ فروع اقتداء متنفل بمتنفل..............]

سوال۔﴿۲﴾

اگر کوئی یہ کہے کہ ہر مہینے کی گیارہویں تاریخ میں مجھ پر اللہ کے لیے نذر ہے کہ صدقہ نکال کر فقیر اور مساکین کو دوں گا، یا یہ کہے کہ مجھ پر اللہ کے لیے نذر ہے کہ پیران کلیر شریف، یا شیخ معین الدین چشتی کے عرس کا زمانہ یا ماہ محرم اور شب براءت کی چودہویں تاریخ آئے تو میں صدقہ نکال کر، یا کھچڑا یا شیرمال یا حلوہ فقرا اور مساکین کو دوں گا، یا روزہ رکھوں گا، یا نماز پڑھوں گا اور اس نذر معین کو ادا کرنے کے بعد نذر کرنے والا ان اموات نذر شدہ کا ثواب بزرگان مسطورہ بالا (پیچھے ذکر کیے بزرگان دین) کو بخشے تو ایسی نذر جائز ہے یا ناجائز؟ اور اسی نذر کا ادا کرنا اس پر واجب ہے یا نہ؟ اور ایسے نذروں کا ثواب ان بزرگوں کو بخشا درست ہے یا نہیں؟ اور یہ بھی (جواب دینا) ضروری ہے کہ ان نذروں کو زمانہ مقررہ میں ادا کریں یا نہیں۔؟

جواب۔﴿۲﴾

چوں کہ یہ نذور غیر معلق بشرط ہیں۔ اور ہر نذر غیر معلق جائز ہے اور ان کا ادا کرنا واجب ہے، مگر نذر کرنے والوں کو اختیار ہے کہ نذر کے لیے جو زمانہ انہوں نے معین کیا یا تو اس زمانے میں ادا کریں یا اس سے قبل اور بعد ادا کریں تاہم (تب بھی) جائز ہے۔ اور بزرگان دین کو ان نذور کا ایصال ثواب بھی جائز اور درست ہے مگر ایصال ثواب کا جواب سب سوالات کے اخیر میں لکھنا مناسب معلوم ہوا، لہٰذا اس کا جواب اول تحریر کیا گیا کہ یہ نذور جائز اور ان نذروں کا نذر کرنے والوں پر ادا کرنا واجب ہے۔ اور نذور مذکورہ (کا ادا کرنا) تاریخ مقررہ سے قبل اور بعد اور تاریخ مقررہ میں بھی جائز ہیں۔ چناں چہ در مختار میں مسطور ہے۔

”(ومن نذر نذرا مطلقا أو معلقا بشرط وكان من جنسه واجب)......... (ووجد الشرط) ...... (لزم الناذر) لحديث من نذر وسمى فعليه الوفاء بما سمى۔ ملتقط الدر المختار۔“ (۱۳)

(۱۳) (یعنی جس نے نذر مانی، خواہ مطلق ہو یا کسی شرط پر معلق، اور وہ کسی ایسی چیز سے متعلق ہو جو واجب یعنی فرض کے جنس سے ہو۔ .... اور جب وہ شرط پوری ہو جائے جس پر نذر معلق تھی، تو نذر ماننے والے پر اس کا پورا کرنا لازم ہوگا، اس حدیث کی وجہ سے کہ جس نے منت مانی اور متعین کیا، تو اس پر اسی متعین کردہ کو پورا کرنا لازم ہے۔) [الدر المختار: ص ۲۸۴۔ کتاب الایمان]

خلاصہ مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ نذر مطلق ناذر پر مطلقاً واجب الادا ہے۔ اور معلق در صورتیکہ شرط موجود ہو تو لازم الادا ہے ورنہ نہیں۔ نیز در مختار میں مسطور ہے:

"(والنذر) من اعتكاف أو حج أو صلاة أو صيام أو غيرها (غير المعلق) ولو معينا (لا يختص بزمان ومكان(ا) ودرهم وفقير) فلو نذر التصدق يوم الجمعة بمكة بهذا الدرهم على فلان فخالف جاز، وكذا لو عجل قبله، فلو عين شهرا للاعتكاف أو صوم فعجل قبله عنه صح، وكذا لو نذر أن يحج سنة كذا فحج سنة قبلها صح أو صلاة يوم كذا فصلاها قبله لانه تعجيل بعد وجوب السبب وهو النذر فيلغو التعيين۔" (۱۴)

(أي في قول أبي يوسف، خلافاً لمحمد، ط۔ خلافاً لزفر۔ ط۔ از مصنف)

اور نیز بروایت ابوداؤد وارد ہے۔

"ومن نذر نذرا لا يطيقه۔ فكفارته كفارة يمين، از مشكاة۔" (۱۵)

---

(۱۴) (یعنی نذر، خواہ اعتکاف کی ہو، یا حج، نماز، روزے کے علاوہ کسی عبادت کی، غیر معلق ہو، اگرچہ وہ متعین ہو، تو وہ کسی خاص وقت، جگہ، درہم یا فقیر کے ساتھ مخصوص نہیں ہوگی۔ پس اگر کسی نے نذر مانی کہ وہ جمعہ کے دن مکہ میں فلاں شخص کو مخصوص درہم صدقہ دے گا، لیکن اس نے کسی اور دن یا کسی اور جگہ صدقہ دے دیا، تو یہ جائز ہوگا، اور اسی طرح اگر اس نے پہلے ہی صدقہ دے دیا، تو بھی درست ہوگا۔ اور اگر کسی نے کسی خاص مہینے میں اعتکاف یا روزہ رکھنے کی نذر مانی، لیکن اس نے اس سے پہلے ہی اعتکاف کیا یا روزہ رکھ لیا، تو یہ صحیح ہے۔ اور اگر کسی نے کسی مخصوص سال میں حج کرنے کی نذر مانی، لیکن اس نے اس سے پہلے حج کر لیا، تو یہ بھی صحیح ہے۔ یوں ہی اگر کسی نے کسی مخصوص دن میں نماز پڑھنے کی نذر مانی، لیکن اس نے اس سے پہلے ہی وہ نماز ادا کرلی، تو یہ بھی درست ہوگا، کیوں کہ یہ نذر کے سبب واجب ہونے کے بعد تعجیل ہے، اور اس صورت میں تعیین لغو ہو جاتی ہے۔)

[الدر المختار: ص ۱۵۱۔ باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ]

(۱۵) (یعنی جس نے ایسی نذر مانی جس کی وہ طاقت نہیں رکھتا تو قسم کا کفارہ ہی اس کا کفارہ ہے)

[سنن ابوداؤد: ج ۳ ص ۲۴۱۔ الرقم، ۳۳۲۲۔ کتاب الایمان والنذور۔
مشکاۃ المصابیح: ج ۲ ص ۱۰۲۴۔ الرقم، ۳۴۳۶]

خلاصہ مطلب ان عبارات کا یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اعتکاف یا حج یا نماز یا روزہ یا صدقہ بلا کسی شرط کی بایں طور نذر کرے کہ فلاں مکان یا زمان معین (وقت معین) میں ادا کروں گا تو یہ ضروری نہیں ہے کہ اس مکان معین میں ادا کرے بلکہ اس زمان اور مکان مقررہ کے سوا اگر کوئی اور زمان یا مکان میں ادا کرے تو بھی جائز ہے۔ اور اس مکان مقررہ میں بھی جائز ہے مگر طحطاوی اور شامی کی عبارات سے ثابت ہوا کہ امام یوسف اور امام محمد اور امام زفر کا ادا کی ان بعض صورتوں میں اختلاف ہے کہ بعضوں کو جائز اور بعضوں کو ناجائز بتلاتے ہیں مگر کسی روایت سے یہ ثابت نہیں ہوتا ہے کہ اگر یہ نذر معین تاریخ اور مکان مقررہ میں ادا ہو تو ان ائمہ کا اس ادا کے جواز میں خلاف ہو۔ یا یہ کہ کسی امام کے نزدیک اس نذر معین کی ادائیگی اس زمان اور مکان معین میں حرام اور ناجائز ہو، بلکہ نور الانوار کی عبارت گزشتہ سے ثابت ہوا کہ اس تاریخ معین میں اگر روزہ نفل کی نیت کرے تاہم (تب بھی) وہ نفل روزہ اس نذر معین سے واقع ہوگا۔ (یعنی تاریخ معین میں نفل روزے کی نیت سے روزہ رکھنا نذر معین کی ادائیگی کے لیے کافی ہوگا۔ نعیمی)

سوال۔﴿۳﴾

اگر کسی شخص نے کہا کہ یہ نذر فلاں خانقاہ کے فقرا کو دوں گا تو بعدہ اس نذر کو ان فقرا مقررہ کو جس کو اس نے معین کیا دی تو یہ جائز ہے یا بدعت؟

جواب۔﴿۳﴾

پہلی روایات سے ثابت ہوا کہ اگر نذر دینے کے لیے کسی فقیر کو معین کیا جائے تو اس فقیر کے سوا دوسرے فقیر کو اور اس فقیر معین کو بھی دینا جائز ہے مگر زیادتی اطمینان کے لیے "البحر الرائق" کی عبارت نقل کرتا ہوں اور وہ یہ ہے۔

"أن قال یا اللہ إنی نذرت لك إن شفیت مریضی، أو رددت غائبی أو قضیت حاجتی أن أطعم الفقراء الذین بباب السیدۃ نفیسۃ، أو الفقراء الذین بباب الإمام الشافعی، أو الإمام اللیث، أو أشتری حصر المساجدھم، أو زیتا لوقودھا أو دراھم لمن یقوم بشعائرھا إلی غیر ذلك مما یکون فیہ نفع للفقراء و النذر للہ عزوجل۔ وذکر الشیخ إنما ھو محل لصرف النذر لمستحقیہ

الفاطنین برباطه، أو مسجده، أو جامعه فیجوز بهذا الاعتبار۔[16]

هٰکذا فی الطحطاوی والشامی۔[17]

خلاصہ مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ اگر کسی نے اللہ تعالیٰ کے لیے نذر مانی اور یہ کہا کہ اس نذر کو ان فقرا کو دوں گا جو کہ بی بی نفیسہ یا امام شافعی یا امام لیث کے دروازے پر رہتے ہیں، یا ان کی مساجد کے لیے چراغ بتی جلانے کے لیے تیل خرید کر دوں گا تو یہ نذر جائز ہے۔

سوال۔﴿۴﴾

اگر کسی نے اللہ کے لیے بکری یا گائے کی نذر مانی اور یہ کہا کہ اس بکری یا گائے کو فلاں خانقاہ میں بطور تصدق اور خیرات، ذبح کروں گا اور اس خانقاہ میں نہ کوئی بت اور نہ کوئی بت پرستی اور نہ اس میں مشرکین اور کفار کا میلہ اور عید ہوتی ہے تو آیا ایسی نذر ماننا اور اس مکان میں اس گائے اور بکری کو تصدق کے لیے ذبح کرنا جس کو ذبح کے لیے معین کیا تھا جائز ہے یا ناجائز؟

جواب۔﴿۴﴾

ایسی نذر جائز ہے اور اس مکان مقررہ میں ذبح کرنا تصدق کے لیے (یعنی صدقہ کی نیت سے) درست ہے۔ چناں چہ بروایت ابوداؤد وارد ہے:

---

(۱۶) (یعنی کسی نے کہا کہ اے اللہ! میں نے تیرے لیے نذر مانی ہے کہ اگر تو نے میرے مریض کو شفا عطا کی، یا میرے گم شدہ کو واپس لوٹایا، یا میری حاجت پوری فرمائی، تو میں سیدہ نفیسہ، یا امام شافعی، یا امام لیث کے دروازے پر بیٹھنے والے فقیروں کو کھانا کھلاؤں گا۔ یا ان کی مسجدوں کے لیے چٹائیاں، یا چراغوں کے لیے تیل خریدوں گا، یا وہاں کے خدمت گزاروں کو پیسے دوں گا۔ یا ایسا کوئی کام کروں گا جس میں فقیروں کا فائدہ ہو۔ اور نذر اللہ ہی کے لیے ہے البتہ شیخ کا ذکر اس اعتبار سے ہے کہ نذر کو شیخ کے مدرسہ، مسجد یا جامعہ میں موجود مستحقین پر خرچ کیا جائے، لہٰذا اس اعتبار سے نذر جائز ہے۔)

[البحر الرائق شرح کنز الدقائق: ج۲ص۳۲۱۔ کتاب الصوم]

(۱۷) (اسی طرح طحطاوی اور شامی نے ذکر کیا ہے۔)

[رد المحتار علی الدر المختار: ج۲ص۴۳۹۔ فصل في العوارض المبیحۃ لعدم الصوم۔

حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح: ج۶۹۳۔ باب ما یلزم الوفاء بہ]

"حدثنی ثابت بن الضحاك، قال: نذر رجل علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم أن ینحر إبلا ببوانة فأتی النبی صلی الله علیه وسلم، فقال: إني نذرت أن أنحر إبلا ببوانة، فقال النبی صلی الله علیه وسلم: هل کان فیها وثن من أوثان الجاهلیة یعبد؟ قالوا: لا، قال: هل کان فیها عید من أعیادهم؟، قالوا: لا، قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: أوف بنذرك۔ از مشکاۃ۔ (۱۸)

خلاصہ مطلب اس حدیث شریف کا یہ ہے کہ ایک شخص سرور کائنات کے پاس حاضر ہوا کہ اس نے اونٹ کی نذر مانی تھی اور اس نے عرض کیا کہ میں نے نذر مانی ہے کہ بوانہ میں واسطے تصدق کے (بطور صدقہ) ایک اونٹ ذبح کروں تو سرور کائنات نے اس سے پوچھا کہ وہاں مشرکین کا کوئی بت ہے کہ پرستش کیا جاتا ہے؟ یا وہاں کوئی میلہ کافروں کا ہے یا نہیں؟ تو صحابہ کرام نے عرض کیا کہ کوئی چیز ان چیزوں میں وہاں نہیں ہے۔ پس سرور کائنات نے فرمایا کہ اپنی نذر کو وہاں ادا کر۔

اب اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ اگر کوئی ایسی مانع شرعی نہ ہو جو سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے استفسار فرمایا تو نذر معین کو اس مکان مقررہ میں ادا کرنا جائز ہے اور دوسرے مکان میں ادا کرنے کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔

اور نیز دوسری حدیث بروایت رزین وارد ہے کہ اس عورت نے جس نے رسول اکرم صلی اللہ

---

(۱۸) (یعنی ثابت بن ضحاک سے مروی انہوں نے کہا کہ دور رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ایک نذر مانی کہ وہ مقام بوانہ میں ایک اونٹ ذبح کرے گا۔ تو وہ بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ میں نے نذر مانی کہ بوانہ میں اونٹ ذبح کروں گا۔ تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا اس مقام پر کوئی جاہلیت (یعنی جسے مشرکین ایام جاہلیت میں پوجتے تھے) کے بتوں میں سے کوئی بت ہے جسے پوجا جاتا ہے؟ تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا کہ نہیں ہے۔ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہاں کافروں کا کوئی تہوار ہوتا ہے؟
تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا کہ نہیں ہوتا ہے۔ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس شخص سے فرمایا: کہ تو اپنی نذر پوری کر لے۔)

[سنن ابوداود: ج۳ص ۲۳۸۔ الرقم، ۳۳۱۳۔ باب مایؤمر بہ من الوفاء بالنذر۔
مشکاۃ المصابیح: ج۲ص ۱۰۲۴۔ الرقم، ۳۴۳۷۔ باب فی النذور]

تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے دف بجانے کی نذر مانی تھی تو اس عورت نے عرض کیا: کہ میں نے نذر مانی ہے کہ فلانے مکان میں تصدق کے لیے قربانی کروں گی اور اس مکان میں مشرکین ذبح کرتے ہیں۔

توسرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

کہ وہاں مشرکوں کے بتوں میں سے کوئی بت ہے کہ اس کی پرستش (عبادت) کی جاتی ہے یا مشرکین کا کوئی میلہ اس میں ہے؟ تو اس عورت نے عرض کیا کہ نہیں ہے۔ لہذا سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اپنی نذر وہاں ادا کرو! حدیث یہ ہے، مطلب کی جگہ سے نقل کرتا ہوں:

"قالت: ونذرت أن أذبح بمكان كذا وكذا مكان يذبح فيه أهل الجاهلية فقال: هل كان بذلك المكان وثن من أوثان الجاهلية يعبد؟ قالت: لا قال: هل كان فيه عيد من أعيادهم؟ قالت: لا قال: أوفي بنذرك۔(19)

اب اس حدیث سے ثابت ہوا کہ بغیر مانع (شرعی) اور وجہ شرعی کے نذر معین کو نہیں ہٹانا چاہیے اور مانع شرعی بھی ایسا ہو جیسے سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے استفسار فرمایا تھا۔

سوال۔(۵)

ان روایات سابقہ سے ثابت ہوا کہ نذر معین کی ادا زمان اور مکان مقررہ میں بہتر ہے۔ اور یہاں کے لوگ بیان کرتے ہیں کہ نذر کے لیے تاریخ معین کرنا اور اس میں نذر کو ادا کرنا بدعت اور شرک ہے اور نذر بالمعصیۃ بتلاتے ہیں اور شرک اور معصیت بتلانے کے باوجود ان نذور کو صحیح اور ان کو ادا کرنا واجب جانتے ہیں کیا یہ بات صحیح ہے یا غلط۔؟

---

(۱۹) (یعنی عورت نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں نے نذر مانی ہے کہ فلاں مکان میں جانور ذبح کروں گی جس میں جاہلیت والے ذبح کرتے تھے۔ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا اس مکان میں کوئی بت ہے جس کی پوجا ہوتی ہو؟ تو اس عورت نے عرض کیا کہ نہیں ہے۔ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا وہاں ان کا تہوار ہوتا ہے تو عورت نے کہا نہیں ایسا بھی نہیں ہے۔ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ تو اپنی نذر پوری کر!۔)

[مشکاۃ المصابیح: ج۲ص۱۰۲۴۔ الرقم، ۳۴۳۸۔ باب فی النذور]

جواب۔ (۵)

یہ بات بالکل غلط ہے اس لیے کہ نذر بالمعصیۃ ہرگز جائز نہیں ہے اور نہ پورا کرنا نذر بالمعصیۃ کا واجب ہے۔ چناں چہ عالمگیریہ میں نذر کی شرائط مسطور ہیں۔ اور ان میں سے ایک شرط یہ ہے کہ نذر شدہ چیز عبادت مقصودہ ہو۔ اور یہ بھی شرط ہے کہ نذر شدہ چیز فی نفسہٖ معصیت نہ ہو۔ عالمگیریہ کی عبارت یہ ہے۔

''أن النذر لا یصح إلا بشروط (أحدها) أن یکون الواجب من جنسہ شرعا فلذلك لم یصح النذر بعیادۃ المریض. (والثانی) أن یکون مقصودا لا وسیلۃ فلم یصح النذر بالوضوء وسجدۃ التلاوۃ۔ [۲۰]

اور نیز عالمگیریہ میں مسطور ہے:

''(والرابع) أن لا یکون المنذور معصیۃ باعتبار نفسہ۔ [۲۱]

نیز بروایت مسلم حدیث صحیح وارد ہے:

''لا نذر فی معصیۃ اللہ۔ [۲۲]

چوں کہ از روے حدیث صحیح اور روایات فقہا یہ امر ثابت ہوا کہ نذر بالمعصیۃ صحیح نہیں ہے، تو نذور گزشتہ اگر نذر بالمعصیۃ کی قسم سے ہوتی تو فقہا ان کو کیوں صحیح اور ان کا ادا کرنا ضروری لکھتے۔

نیز بخاری شریف میں وارد ہے کہ کوئی شخص عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس آیا اور اس شخص نے ان سے یہ مسئلہ پوچھا کہ ایک شخص نے اپنے اوپر پیر کا روزہ مانا ہے۔ اور اتفاق سے

---

(۲۰) (یعنی نذر کے صحیح ہونے کی چند شرطیں ہیں۔ ان میں سے ایک شرط یہ ہے کہ وہ چیز شرعاً واجب کے دائرے میں آتی ہو، اسی لیے مریض کی عیادت کی نذر صحیح نہیں ہے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ وہ نذر بذاتِ خود مقصود ہو نہ کہ کسی عبادت کا وسیلہ، لہٰذا وضو اور سجدہ تلاوت کی نذر بھی صحیح نہیں ہے۔)

[فتاوی عالمگیری: ج۱ص ۲۰۸۔ الباب السادس فی النذر]

(۲۱) (چوتھی شرط یہ ہے کہ جس چیز کی نذر مانی ہے وہ فی نفسہٖ گناہ نہ ہو۔) [مرجع سابق]

(۲۲) (اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کوئی نذر نہیں ہے۔) [صحیح مسلم: ج۳ص ۱۲۶۲۔ الرقم، ۱۶۴۱۔ باب لا وفاء لنذر فی معصیۃ اللہ۔ سنن ترمذی: ج۴ص ۱۰۳۔ الرقم، ۱۵۲۵]

اس دن عید ہوئی تو وہ کیا کرے۔ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یہ جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے نذر کو ادا کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عید کے روزہ سے منع فرمایا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس شخص کو ابن عمر نے یہ فتویٰ نہیں دیا کہ نذر معین کو اپنے وقت مقررہ سے ہٹا دے۔ چناں چہ وہ حدیث یہ ہے، ضرورت کی جگہ سے نقل کرتا ہوں۔

"جاء رجل إلى ابن عمر رضی الله عنهما فقال رجل نذر أن يصوم يوما قال أظنه قال الاثنين فوافق يوم عيد (فوافق ذلك يوم عيد) فقال ابن عمر أمر الله بوفاء النذر ونهى النبي صلى الله عليه وسلم عن صوم هذا اليوم۔" (۲۳)

اب اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس نذر معین کی ادا کو، اللہ تعالیٰ کے حکم یعنی، وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ، (یعنی اپنی منتیں پوری کرو!) میں داخل کیا اور اس نذر معین کے ادا کو اللہ کا مامور بہ قرار دیا۔ اور جس چیز کی ادا خدا کا مامور بہ ہو تو وہ چیز نہ شرک ہے اور نہ بدعت۔ ورنہ خدا کا مامور بہ شرک اور بدعت ہو گا! اور یہ بھی ثابت ہوا کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس نذر معین کے ادا کو خدا کا مامور بہ اور، وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ، (یعنی اپنی منتیں پوری کرو!) میں میں داخل سمجھ کر زمانہ مقررہ سے ہٹانے کا حکم نہیں دیا۔ اور نیز نور الانوار میں مسطور ہے۔

"والظاهر ان النذر المعين شريك لرمضان في كون الايام معيارا له وسببا للوجوب۔ بعد ما اوجب على نفسه في هذه الايام۔" (۲۴)

خلاصہ اس عبارت کا یہ ہے چوں کہ ناذر نے ان دنوں میں اپنے اوپر یہ روزہ منذور اور واجب

---

(۲۳) (یعنی حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی بارگاہ میں ایک شخص نے آکر کہا کہ اس نے فلاں دن روزہ رکھنے کی نذر مانی ہے البتہ مجھے لگتا ہے کہ اس دن عید ہو گی۔ تو عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ نے نذر پورا کرنے کا حکم دیا ہے البتہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عید کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔) [صحیح بخاری: ج۲ ص ۷۰۲۔ الرقم، ۱۸۹۲۔ باب الصوم یوم النحر]

(۲۴) (یعنی ظاہر یہ ہے کہ نذر معین رمضان کے شریک ہے کیوں کہ ایام اس کے لیے معیار اور اس کے وجوب کا سبب ہے۔ جب کہ نذر ماننے والے نے ان ایام میں اپنے اوپر نذر کو واجب کر لیا ہو۔)

[نور الانوار: ص ۶۱۔ مبحث الامر]

کیا تو یہ نذر معین مانند رمضان المبارک کے دو امر میں ہے (یعنی دو باتوں میں رمضان المبارک کی طرح ہے) اول یہ کہ ایام مقررہ اس نذر معین کے لیے ایسے پیمانہ ہیں کہ ایک دوسرے سے کم و بیش نہیں ہوتے ہیں، جیسے رمضان میں۔

دوم امر یہ کہ ان ایام معینہ کا وجود اس نذر کے وجوب کا سبب ہے جیسے رمضان کے روزوں میں۔ لہذا اگر نذر ان ایام معینہ کے سوا باقی ایام میں ادا کی جائے تو اس کو قضا کہا جائے گا نہ کہ ادا۔ اور ادا قضا سے افضل ہے۔ لہذا ان معین ایام میں روزہ نذر معینہ کا رکھنا باقی ایام سے افضل ہے تاکہ اپنے محل میں ادا ہو اور قضا سے محفوظ رہے۔

چناں چہ قمر الاقمار حاشیہ نور الانوار میں مسطور میں ہے:

"وان النذر المطلق لایحتمل الفوات بل کلما ادی یکون اداء بخلاف النذر المعین، فانه لو ادی فی غیر الوقت المعین لایکون اداءً۔[25]

چوں کہ یہ ثابت ہوا کہ نذر معین ایام معینہ سے ہٹانا قضا ہے نہ کہ ادا۔ اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس نذر معین کو وقت مقررہ میں ادا کرنے کو، وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ، (یعنی اپنی منتیں پوری کرو!) کے مقتضا میں داخل سمجھا ہے مگر بسبب قرائن اور امارات کے بعض مجتہدین نے نذر معین کی ادا سوائے تاریخ مقررہ سے جائز رکھی ہے اور باقیوں نے ان سے خلاف کیا ہے، چناں چہ مشروحاً یہ اختلافات طحطاوی اور شامی کی عبارت سے جو نقل کیے گئے ثابت ہوتے ہیں اب اعادہ کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔

سوال۔﴿٦﴾

یہاں بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ نذر معین تعین کے سبب سے شرک اور بدعت ہوتی ہے اور اس نذر معین کو ایسی ناجائز سمجھنا چاہیے جیسے ایام عید میں روزہ کی نذر اپنے اوپر لازم کرنا ناجائز ہے، مگر

---

(۲۵) (یعنی مطلق نذر میں فوت ہونے کا احتمال نہیں ہوتا، بلکہ جب بھی نذر ادا کی جائے گی، وہ ادا ہی شمار ہوگی۔ برخلاف معین نذر کے، کہ اگر وہ مقرر کردہ وقت کے علاوہ کسی اور وقت میں ادا کی جائے گی تو وہ ادا نہیں کہلائے گی۔) [قمر الاقمار حاشیہ نور الانوار: ص ٦١۔ مبحث الامر]

جس وقت نذر مانی جائے تو ذمے پر لازم ہوتی ہے کیا یہ بات صحیح ہے یا غلط۔؟

جواب۔ ﴿٦﴾

یہ بات بالکل غلط ہے اس لیے کہ اگر نذر معین ایسی ناجائز ہو جیسے ایام عید میں روزہ اپنے اوپر نذر ماننا تو یہ نذر فقہا نے امور خارجیہ کے سبب سے ناجائز کہی ہے۔ مگر انہوں نے یہ تجویز کیا ہے کہ عید کے ایام چھوڑ کر ان روزوں کو باقی ایام میں قضا کرے!

اب یہ بتاؤ کہ کسی فقیہ نے یہ حکم لگایا ہے کہ نذر معین مانند روزہائے ایام عید، (ایام عید کے روزوں کی طرح) ناجائز ہے۔ اور ایام مقررہ میں ان روزوں کو چھوڑ کر باقی ایام میں قضا لائے۔ اور اگر یہ نہیں بتلا سکتے ہو تو یہ بتاؤ! کہ اس نذر معین کو جو سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، استعمال اور عمل در آمد کرتے تھے اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس نذر معین کے بارے میں جیسا کہ احادیث گزشتہ سے ثابت ہو چکا، استفسار کرتے تھے۔ اور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس نذر معین کو مکان معین میں ادا کرنے کا حکم فرماتے تھے۔ اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نذر معین میں عید کا دن آنے کے باوجود یہ حکم نہیں فرماتے تھے کہ اس نذر معین کو قضا کیا جائے کیوں کہ اس نذر معین کی ادائیگی کا وجوب تاریخ معینہ میں ان کے نزدیک کلام اللہ سے ثابت ہو چکا۔ اور نہ کسی صحابی اور مجتہد اور محدث نے اس تعین سے انکار کر کے بدعت ٹھہرایا، تو آپ کس طرح بدعت ٹھہراتے ہیں! خدا کی پناہ ایسے عقائد سے جو چاہے بدعت قرار دیتے ہیں۔ بلکہ عالمگیریہ میں صاف طور پر مسطور ہے کہ نذر کرنے والے کو تعین میں اختیار ہے۔ اور عبارت اس کی یہ ہے:

”رجل قال للہ علی صوم جمعۃ لزمہ سبعۃ أیام إلا أن ینوی یوم الجمعۃ خاصۃ والتعیین إلیہ کذا فی السراج الوھاج۔ (٣٦)

---

(٣٦) (یعنی کسی شخص نے کہا کہ اللہ کے لیے مجھ پر جمعہ کا روزہ ہے۔ تو اس پر سات دن کے روزے لازم ہو گئے۔ ہاں اگر اس نے خاص کسی جمعہ کی نیت کر لی تو اسی ایک جمعہ کا روزہ لازم ہو گا۔ اور تعین میں اسے اختیار ہے۔) [فتاوی عالمگیری: ج ا ص ٢٠٩۔ الباب السادس فی النذر]

اور غایۃ التحقیق شرح حسامی میں مسطور ہے

"ومن هٰذا الجنس، ای من جنس ماصار الوقت متعیناً له کشهر رمضان للصوم المشروع فیه الصوم المنذور فی وقت بعینه ای فی وقت معین مثل ان یقول لله علی ان اصوم رجب او یوم الخمیس۔"(۲۷)

اب عالمگیریہ کی عبارت سے ثابت ہوا کہ ناذر کو تعین وقت کا اختیار ہے اور غایۃ التحقیق کی عبارت سے معلوم ہوا کہ نذر معین مانند روزہ رمضان کی اپنی اوقات کے ساتھ مختص ہے اور نیز حسامی میں مسطور ہے۔

"لان التعیین انما حصل بولایة الناذر وولایته لا تعدوه فصح التعیین فیما یرجع الی حقه وهو ان لا یبقی النفل مشروعاً فاما فیما یرجع الی حق صاحب الشرع وهو ان لا یبقی الوقت محتملاً لحقه فلا۔"(۲۸)

یعنی اگر کسی نے کسی خاص دن کا روزہ اپنے اوپر نذر کیا تو اسی دن میں روزہ نفل کی گنجائش نہیں ہے اس لیے کہ نفل بندہ کا حق ہے اور بندہ کو اختیار ہے کہ تعین کے سبب سے اپنے حق کو ہٹا دے مگر خدا کے حق کو نہیں ہٹا سکتے ہیں۔(۲۹)

---

(۲۷) (یعنی اور اسی نوع میں سے ہے، یعنی اس چیز میں سے جس کا وقت متعیّن ہو چکا ہو، جیسے رمضان کا مہینہ روزے کے لیے، اس وقت معین میں نذر کا روزہ بھی مشروع ہے۔، جیسے اگر کوئی کہے: کہ اللہ کے لیے مجھ پر رجب کے روزے یا جمعرات کا روزہ ہے۔)[غایۃ التحقیق شرح حسامی: ص ۸۴]

(۲۸) (یعنی وقت کا تعین صرف نذر ماننے والے کے اختیار کی وجہ سے حاصل ہوا ہے۔ اور اس کا اختیار اس سے تجاوز نہیں کرے گا۔ تو جس میں اس کو حق ہو گا اس میں تو تعیین صحیح ہے اور وہ یہ ہے کہ نفل مشروع نہ رہے۔ البتہ اس فعل میں جس میں صاحب شرع کا حق وابستہ ہے وہ یہ کہ وقت صاحب شرع کے حق کا احتمال نہ رکھے۔ اگر ایسا ہے تو تعیین صحیح نہیں ہے۔)[حسامی: ص ۷۷۔ البحث فی الامر المقید]

(۲۹) (یعنی جس دن کی نذر مانی اس دن نفل روزہ رکھنے کی گنجائش تھی مگر نذر ماننے والے نے اس دن روزہ کی نذر مانی تو اب اس دن کا نفل روزہ نہیں رہا بلکہ نذر کا واجب روزہ ہو گیا۔ جسے خود ناذر نے اپنے اوپر واجب کیا ہے۔ تو اب اس دن کا روزہ نفل کا نہیں ہو سکتا ہے۔ بلکہ نذر کا ہی ہو گا۔)

سوال۔ (۷)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

ان دیار میں کونڈا ایسی طور ہوتا ہے کہ کونڈا کرنے والا خاص اللہ کے لیے اس طور پر نذر مانتا ہے کہ مجھ پر اللہ کے لیے یہ نذر ہے کہ اس کونڈے کو کسی قدر طعام (کھانے کی چیز) سے بھر کر فقرا کو کھلاؤں گا۔ اور باقی ماندہ اپنے دوست احباب کو۔ جس وقت کونڈا طعام سے بھر دے تو جتنی مقدار فقرا کے لیے نیت کی وہ فقرا کو دیتا ہے اور باقی ماندہ اپنے دوست احباب کو۔ اور کبھی اس نذر کو معلق بالشرط بھی کرتے ہیں تو ایسی نذر از روے شرع شریف جائز ہے یا ناجائز۔

جواب۔ (۷)

یہ نذر جائز ہے۔ اگر اس کونڈے میں طعام رکھ کر بمقدار طعام نذر شدہ بموجب اپنی نیت کے (یعنی نیت کے مطابق جس قدر کھانے کی منت مانی ہے اتنا کھانا) فقرا کو کھلائے اور باقی ماندہ میں اس کو اختیار ہے جس کو چاہے اس کو کھلائے۔ چناں چہ عالمگیریہ میں مسطور ہے:

"إذا جعل الرجل لله علی نفسه طعام مساکین فھو علی ما نوی من عدد المساکین وکیل الطعام۔"(۳۰)

خلاصہ یہ ہے اگر کسی نے مساکین کو کھلانا اپنے اوپر نذر مانا تو جس قدر پیمانے اور مساکین کی نیت کی تو اس کی نیت کے موافق اس پر نذر واجب ہے۔

سوال۔ (۸)

یہاں یہ بھی طریقہ ہے کہ جو کونڈا نذر کے طعام سے بھرا ہو تو نذر کرنے والا فقرا کو بلا کر اس کونڈے کے گرداگرد (پاس) بٹھاتا ہے اور سب کو ایک کونڈے میں کھلاتا ہے کیا یہ بھی جائز ہے کہ سب کو ایک کونڈے میں کھلائے یا نہیں؟ اور یہ بدعت ہے یا نہیں۔؟

---

(۳۰) (یعنی اگر کسی نے اللہ کے لیے غریبوں کو کھانا کھلانا اپنے اوپر لازم کر لیا تو جتنے غریبوں کو جتنا کھانا کھلانے کی نیت کی تھی اس پر اس کی ادائیگی واجب ہوگی۔)

[فتاوی عالمگیری: ج۲ ص۶۶۔ الفصل الثاني في الكفارة]

جواب۔﴿۸﴾

بڑے کونڈے میں اگر طعام ہو اور اس کے گرداگرد (پاس) لوگوں کو بٹھا کر سب کو اسی میں کھلائے تو جائز ہے۔ کیوں کہ یہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ اور جو شخص رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کو برا سمجھے وہ خود برا ہے۔ چناں چہ بروایت ابوداؤد وارد ہے۔

”حدثنا عبد الله بن بسر، قال: کان للنبی صلی الله علیه وسلم قصعة یقال لها الغراء یحملها أربعة رجال، فلما أضحوا وسجدوا الضحی أتی بتلك القصعة ۔ یعنی وقد ثرد فیها ۔ فالتفوا علیها۔“(۳۱)

خلاصہ اس حدیث کا یہ ہے کہ

سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بشرکت صحابہ کرام کے (صحابہ کرام کے ساتھ) ایسے بڑے برتن میں کھانا تناول فرماتے تھے کہ اس برتن کو طعام بھرنے کے بعد چار آدمی اٹھاتے تھے۔ اب غور کرنا چاہیے کہ بڑے برتن میں کھانا سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نفرت بدعتی کرتے ہیں نہ کہ سنی۔

سوال۔﴿۹﴾

یہاں یہ طریقہ ہے کہ لوگ بایں طور اللہ کے لیے نذر مانتے ہیں کہ یہ کونڈا بھر مالیدہ یا مٹھائی صدقہ کر کے فقرا پر تقسیم کریں گے، کیا نذر میں طعام کا معین کرنا اور پھر اس کو فقرا پر تقسیم کرنا جائز ہے یا نہیں۔

جواب۔﴿۸﴾

نذر میں طعام کا معین کرنا اور یہ کہنا کہ فقرا پر تقسیم کریں گے جائز ہے۔ چناں چہ عالمگیریہ میں

---

(۳۱) (حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس ایک طشتری تھی جسے "الغراء" کہا جاتا تھا، اسے چار آدمی اٹھاتے تھے۔ جب لوگ چاشت کے وقت پہنچے اور انہوں نے سجدہ ادا کیا۔ تو وہ طشتری لائی گئی، یعنی اس میں ثرید رکھا گیا تھا، تو سب اس کے ارد گرد جمع ہو گئے۔) [سنن ابوداود: ج۳ ص۳۴۸، الرقم: ۳۷۷۳۔ باب ماجاء فی الاکل من اعلی الصحفۃ]

مذکور ہے:

"رجل قال: إن نجوت من هذا الغم الذی أنا فیه فعلی أن أتصدق بعشرۃ دراهم خبزا فتصدق بعین الخبز أو بثمنه یجزئه۔" (۳۲)

اور نیز عالمگیریہ میں مسطور ہے:

"رجل قال: إن زوجت ابنتی فألف درهم من مالی صدقة لکل مسکین درهم فزوج ابنته ودفع الألف جملة إلی مسکین واحد جاز۔" (۳۳)

خلاصہ ان عبارات کا یہ ہے کہ اگر کسی نے معین طعام کو یا کسی بھی قسم کے طعام کی نذر مانی تو یہ جائز ہے۔ نیز اگر نذر شدہ چیز کی نذر ماننے کے وقت تقسیم کی نیت کی تو یہ بھی جائز ہے۔ اگر اپنی نیت کے موافق ان امور کو ادا کیا تو بہتر ورنہ اگر اپنی نیت کے برخلاف کیا تو بھی جائز ہے۔

سوال۔﴿۱۰﴾

یہاں یہ طریقہ ہے کہ نذر کا طعام پکانے اور تقسیم کرنے سے پہلے صرف اس لحاظ سے وضو کرتے ہیں کہ وضو سے پہلے گناہوں کا ازالہ ہوتا ہے۔ اور نیز اپنے گھر کا لیپنا پوتنا، جھاڑو پونچھا، اس لحاظ سے کرتے ہیں کہ مسلمان اس مکان میں بیٹھنے سے تکلیف نہ پائیں اور مکان کی صفائی اور نظافت حاصل ہو۔ اور کونڈے کے نیچے چادر اور چٹائی اس لحاظ سے بچھاتے ہیں تاکہ کونڈے سے طعام گرنے کے وقت وہ طعام ناپاک اور خاک آلودہ نہ ہو۔ اور بلا تکلیف اس طعام کو کھا سکیں۔ کیا یہ امورات بھی ازروئے شرع شریف جائز ہیں یا ناجائز۔

---

(۳۲) (یعنی کسی شخص نے کہا کہ اگر میں نے اس غم نے نجات پائی تو میں دس درہم کی روٹیاں صدقہ کروں گا تو وہ خاص روٹیاں صدقہ کرے یا دس درہم کی رقم صدقہ کرے دونوں صورتیں جائز ہیں۔)
[فتاوی عالمگیری: ج۲ص۶۶۔ کتاب الایمان، الفصل الثانی فی الکفارۃ]

(۳۳) (یعنی کسی نے کہا کہ اگر میں نے اپنی بیٹی کا نکاح کر دیا تو اپنے مال سے ایک ہزار درہم صدقہ کروں گا ہر غریب کے لیے ایک درہم۔ اس نے بیٹی کا نکاح کر دیا اور ایک ہزار درہم ایک ہی غریب کو دے دیے تو یہ جائز ہے۔)[مرجع سابق]

جواب۔﴿۱۰﴾

یہ سب امور سنت اور مستحب ہیں۔ چناں چہ در مختار میں مسطور ہے، کہ گناہوں کے ازالہ کے لیے وضو مستحب ہے۔ اور در مختار کی عبارت یہ ہے:

"وبعد كل خطيئة۔"[۳۴]

اور شامی نے اس کی یہ دلیل بیان کی ہے:

"وذلك لما ورد في الأحاديث من تكفير الوضوء للذنوب۔"[۳۵]

نیز مسلمانوں کے آرام اور رفع تکلیف (پریشانی دور کرنے) کے لیے گھر کی صفائی اور تکلیف دہ چیزوں کو دور کرنا یہ بھی صدقہ اور فعل مسنون ہے۔ چناں چہ بروایت ابو ہریرہ بخاری اور مسلم میں وارد ہے۔

"يميط الأذى عن الطريق صدقة۔"[۳۶]

یعنی تکلیف دہ چیز کا راستہ سے دور کرنا یہ بھی صدقہ ہے۔

اور یہاں بھی تکلیف دہ چیز کو راستہ اور بیٹھنے کی جگہ سے دور کرنا ہے۔ گھر کی صفائی اور جھاڑو اور لیپنا پوتنا بھی سنت ہے۔

چناں چہ بروایت ترمذی وارد ہے:

"سعيد بن المسيب، يقول: إن الله طيب يحب الطيب، نظيف يحب النظافة، كريم يحب الكرم، جواد يحب الجود، فنظفوا أراه قال أفنيتكم ولا تشبهوا باليهود۔"[۳۷]

---

(۳۴) (یعنی ہر گناہ کے بعد وضو مستحب ہے۔) [الدر المختار: ۱۸۔ کتاب الطہارۃ]

(۳۵) (یعنی اور جیسا کہ احادیث میں وارد ہے کہ وضو گناہوں کو مٹانے والا ہے۔)
[رد المحتار علی الدر المختار: ج ۱ ص ۹۰۔ کتاب الطہارۃ]

(۳۶) [صحیح بخاری: ج ۳ ص ۱۳۳۔ باب إماطة الأذى۔
صحیح مسلم: ج ۲ ص ۶۹۹۔ الرقم ۱۰۰۹۔ کتاب الزکاۃ]

(۳۷) [سنن ترمذی: ج ۵ ص ۱۱۱۔ الرقم ۲۷۹۹۔ باب ما جاء في النظافة]

خلاصہ اس حدیث کا یہ ہے: (حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی فرماتے ہیں) کہ اللہ تبارک و تعالیٰ بہت پاک اور ستھرا ہے اور پاکی اور ستھرائی کو دوست رکھتا ہے۔ اور کرم کرنے والا ہے اور کرم کو دوست رکھتا ہے۔ اور بخشش کرنے والا ہے بخشش کو دوست رکھتا ہے۔

لہذا تم اپنے صحنوں کو صاف رکھو! اور یہود کے ساتھ مشابہت مت کرو! یعنی یہود کے مکانات میلے اور کچیلے رہتے ہیں تم اپنے مکانوں کو صاف کرو یہود کے مشابہ نہ بنو۔!

اب اس حدیث سے صاف ثابت ہوا کہ یہ کونڈا کرنے والے سب اچھے رہے اس لیے کہ انہوں نے اس حدیث پر پورا عمل کیا، کہ گھر لیپا پوتا صاف کیا تو نظافت کو حاصل کیا۔ اور نظافت کو خدا پسند کرتا ہے۔ اور کونڈا بھر کے طعام (کھانا) اہل اسلام (مسلمان) بھائیوں کو کھلایا تو بخشش کی اور بخشش خدا کو پسند ہے۔ اور اپنے گھروں کو لیپا پوتا، جھاڑو پونچھا کیا تو نظافت حاصل کر کے ایسے کام کو اختیار کیا کہ جو خدا کو پسند اور محبوب ہے، اور یہود کی مشابہت سے بچ گئے۔

ان لوگوں کے لیے خرابی ہے کہ اپنے مکانات کو میلے کچیلے رکھ کر یہود کے مشابہ ہو کر اوروں کو بھی یہود کے مشابہ بناتے ہیں اور جو یہود کی مشابہت سے بچتے ہیں تو اس کو مشرک اور بدعتی بتلاتے ہیں۔ نیز حفاظت طعام کی غرض سے کونڈے کے نیچے چادر وغیرہ بچھانا جائز ہے۔ چناں چہ بروایت بخاری وارد ہے:

"قيل لقتادة: فعلام كانوا يأكلون؟ قال: على السفر۔"(۳۸)

یعنی قتادہ سے پوچھا گیا کہ کس چیز پر طعام کھاتے تھے تو انہوں نے کہا دستر خوان پر۔

اب اس حدیث سے ثابت ہوا کہ دستر خوان طعام کی حفاظت کی غرض سے دستر خوان بچھانا آداب طعام سے ہے۔

سوال۔ (۱۱)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں پر یہ طریقہ ہے کہ لوگ جس وقت نذر و نیاز

---

(۳۸) [صحیح بخاری: ج ۷ ص ۷۰۔ الرقم ۵۳۸۶۔ کتاب الاطعمۃ۔
باب الخبز المرقق والاکل علی الخوان والسفرۃ]

کرتے ہیں اور اس نذر و نیاز کا ثواب اموات کو عموماً یا کسی خاص بزرگ کو بخشتے ہیں تو یہ کہتے ہیں کہ یہ نذر و نیاز و فاتحہ، اموات کی یا فلاں بزرگ کی ہے یا یہ کہتے ہیں کہ یہ نذر و نیاز بنام اموات یا بنام فلاں بزرگ کے ہے کیا ایسے الفاظ زبان سے نکالنا از روے شرع شریف جائز ہے یا ناجائز؟ اور کہنے والا ان الفاظ کا مشرک یا بدعتی ہے یا نہیں۔؟

جواب۔﴿۱۱﴾

ایسے الفاظ زبان سے نکالنا میرے نزدیک اچھا نہیں ہے، مگر یہاں کے لوگوں کی توجہ مولوی شاہ عبد العزیز صاحب اور مولوی اسمٰعیل صاحب کی کتب کی طرف زیادہ ہے اور ان کی کتب کی پوری پوری تقلید کرتے ہیں اور ان صاحبوں کی کتب سے یہ الفاظ نکال کر روزہ مرہ زبان زد اور اپنی اصطلاح بنائی ہے۔ اور ان کے مقابلے میں ہماری کون مانتا ہے، مثل مشہور ہے کہ نقار خانہ میں طوطی کی آواز کون سنے۔ اب ان ہر دو صاحبوں کی عبارت جو ماخذ و مستند ان لوگوں کی ہیں بجنسہٖ نقل کرتا ہوں چناں چہ شاہ عبد العزیز صاحب مرحوم تحفہ اثناعشریہ میں تحریر فرماتے ہیں:

"حضرت امیر و ذریۂ طاہرہ او را تمام امت بر مثال پیران و مرشدان می پرستند و امور تکوینیہ را بایشاں وابستہ می دانند و فاتحہ و درود و صدقات و نذر بنام ایشاں رائج و معمول گردیدہ چناں چہ جمیع اولیاء اللہ ہمیں معاملہ است۔ و نام شیخین را دریں مقدمات کسے بر زبان نمی آرد۔ و در فاتحہ و درود و نذر و منت و عرس و مجلس کسے شریک نمی کند و امور تکوینیہ را وابستہ بایشاں نمی داند۔ گو معتقد کمال و فضیلت ایشاں باشد۔" (۳۹)

اب شاہ عبد العزیز صاحب نے اس عبارت فیض ترجمان میں اول یہ ارشاد فرمایا کہ حضرت امیر اور ان کی اولاد کی جمیع امت ایسی پرستش (عقیدت) کرتی ہے جیسے پیروں مرشدوں کی کرتی ہے۔

---

(۳۹) (یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور ان کی اولاد طاہرہ کو پوری امت پیروں مرشدوں کی طرح مانتی ہے اور تکوینی امور کو ان حضرات کے ساتھ وابستہ جانتی ہے۔ اور مسلمان ان کے نام فاتحہ، درود و صدقات اور نذر و نیاز ہمیشہ کرتے ہیں، نیز یہی معاملہ تمام اولیاء اللہ کا ہے۔ لیکن ان معاملات میں شیخین (حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کا نام کوئی زبان پر نہیں لاتا۔ اگر چہ ان کے فضیلت و کمال کے معتقد ہیں۔) [تحفہ اثناعشریہ، فارسی: ص ۲۱۴۔]

دوم یہ ارشاد فرمایا کہ جمیع امورات حادثہ ان کی ذات سے وابستہ اور متعلق جانتے ہیں۔

تیسرے یہ ارشاد فرمایا کہ جمیع امت میں ان کے نام کی نذر ومنت رائج ہے۔ لہذا عوام الناس نے بسبب کمال اعتقاد اور ان بزرگوں کی زیادتی تقلید میں یہ تصور کیا ہے کہ پیر پرستی (پیر سے عقیدت) اور سادات پرستی (سادات سے عقیدت) اور امور حادثہ جناب امیر اور ان کی اولاد کے ساتھ متعلق اور وابستہ جاننا اور نذر ونیاز ان بزرگوں کے نام پر کرنا بہتر ہے۔ ورنہ شاہ عبدالعزیز صاحب کیوں اپنے تحفہ میں لکھتے کہ جمیع امت ایسا کرتی ہے۔ اور حال یہ ہے کہ شاہ عبدالعزیز صاحب بھی جمیع امت میں داخل ہیں تو خود حضور نے بھی ایسا کیا ہو جیسے جمیع امت کرتی تھی، مگر میرے نزدیک یہ عبارت تحفہ کی گرہ لاینحل اور چیستان بلاجواب ہے، لہذا ہم اتنا کہہ سکتے ہیں کہ جو کچھ شاہ عبدالعزیز صاحب کی اس عبارت سے مراد ہو وہ ضرور صحیح ہوگی مگر میرے نزدیک یہاں کے لوگوں نے جو اس سے پیر پرستی وغیرہ جائز سمجھ کر پیر پرستی شروع کی ہے یہ بات بے بنیاد ہے۔

اور جناب مولوی اسماعیل صاحب کی عبارت بھی ہے:

"پس در خوبی ایں قدر امر از امور مرسومہ فاتحہا واعراس ونذر ونیاز اموات شک وشبہ نیست۔"(۴۰)

اور اس عبارت سے پہلے یہ عبارت ہے:

"واگر آں کس کہ ثواب بروحش می رساند از اہل حقوق اوست بمقدار حق وے خوبی رسانیدن ایں ثواب زیادہ تر خواہد شد۔"(۴۱)

اب یہاں جناب مولانا مولوی محمد اسماعیل صاحب نے صراط مستقیم میں کہ فی الحقیقت اسم بامسمی ہے (منکرین کے نزدیک) اور اس میں نہ کسی قسم کی غلطی اور نہ کجی ہے (دیوبندی جماعت کے نزدیک) صاف طور پر نذر ونیاز کو اموات کی طرف مضاف کیا ہے۔ اب کیا علاج کیا جائے اور یہاں

---

(۴۰) (یعنی مروجہ امور جیسے فاتحہ، عرس، اور اموات کی نذر ونیاز، کی خوبی میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔) [صراط مستقیم، فارسی: ص ۵۵۔ باب دوم۔ فصل اول، دربیان اجتناب از بدعات]

(۴۱) (یعنی اگر وہ شخص جو اپنے حقوق والوں میں سے کسی کی روح کو ثواب پہنچاتا، تو اس کے حق کے مطابق اس کا ثواب زیادہ ہوتا ہے۔) [مرجع سابق]

کے لوگوں کو کس طرح پر سمجھایا جائے کہ تم نیاز ونذر کو اموات کی طرف مضاف مت کرو اس لیے کہ فوراً یہ لوگ کہیں گے کہ صراط مستقیم میں صاف طور پر نذر و نیاز کی اضافت اموات کی طرف موجود ہے اور صراط مستقیم سے بر خلاف کرنا اس امر میں ہدایت کی شان نہیں ہے۔ اور ہم رات دن دعا اهدنا الصراط المستقیم، کی مانگتے ہیں۔

اب یہ قصہ در پیش ہے اگر گویم مشکل وگر نگویم نیز مشکل، مگر بہر صورت میں غریب الوطن اہل اسلام کا خیر خواہ ہوں اور جہاں تک ممکن ہو سب کے اقوال صحت پر محمول کرنے کا اور ان بزرگواروں کو شرک اور بدعت سے بچانے کا بکمال سعی ارادہ رکھتا ہوں۔ لہذا میری رائے یہ ہے کہ یہ اضافت ادنی ملابست کے لیے ہو اور اس اضافت کے معنی بایں طور ہوں کہ نذر و نیاز اموات کے ایصال ثواب کے لیے ہے، کچھ مضائقہ معلوم نہیں ہوتا ہے۔ جیسے سعد ابن عبادہ نے کنواں تیار کر کے کہا کہ هذہ لأم سعد۔ (۴۲)

نیز مولوی اسماعیل صاحب کی "صراط مستقیم" کی عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سعد کو فرمایا کہ کہو! هذہ لأم سعد، چناں چہ عبارت اس کی یہ ہے:

"حضرت رسالت پناہ سعد بن معاذ را بعد التماس ایشاں کہ ناگاہ مادرم فوت شدہ و یارائے گفتن نیافت و اگر می یافت وصیتی می کرد پس برائے وے اگر چیزی بکنم نفع بوی خواہد رسید فرمودند کہ چاہ بکن و بگو کہ ایں برائے مادر سعد است۔" (۴۳)

سوال۔ ۱۲

بعض لوگ بزرگوں کے لیے صدقات کو نیاز منت کرتے ہیں اور یہاں کے بعض لوگ اس کو

---

(۴۲) (یعنی یہ کنواں سعد کی ماں کا ہے)

[سنن ابوداؤد: ج ۲ ص ۵۴۔ الرقم، ۱۶۸۳۔ باب فی فضل سقی الماء]

(۴۳) (یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کی التماس پر کہ یا رسول اللہ اچانک میری ماں کا انتقال ہو گیا اور وہ کوئی وصیت نہ کر سکیں اگر وہ وصیت کرتی تو میں اسے پورا کرتا۔ اب میں ایسا کیا کروں جس سے میری ماں کو فائدہ پہنچے، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کنواں کھودو اور کہہ کہ یہ سعد کی ماں کا ہے۔) [صراط مستقیم، فارسی: ص ۵۵۔ باب دوم۔ فصل اول، در بیان اجتناب از بدعات]

شرک بدعت بتلاتے ہیں آیا یہ امر ازروے شرع شریف صحیح ہے یا غلط؟

جواب۔ (۱۲)

یہ بات بالکل غلط ہے اور قابل سماعت نہیں۔ اس کی تفصیل یہ ہے۔

یہاں تین امر ہیں: نذر، نیاز، منت۔

نذر:۔ ازروے شرع شریف خداوند پاک کی عبادت ہے، لہذا غیر کے لیے جائز نہیں۔ اس لیے کہ نذر سے مقصود یہ ہے کہ بندہ اپنے اوپر ایسی عبادت لازم کرے کہ وہ عبادت عبادات مقصودہ سے ہو اور گاہ بگاہ فرض اور واجب بھی، مگر نذر کرنے کے وقت ناذر پر نہ فرض ہو نہ واجب۔

لہذا اگر غیر اللہ کے لیے اپنے اوپر نذر مانے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ غیر اللہ کے لیے اپنے اوپر عبادت لازم کی ہے۔ چوں کہ بموجب، اِيَّاكَ نَعْبُدُ۔ (ہم تجھی کو پوجیں) عبادت خدا کے ساتھ خاص ہے۔ لہذا غیر اللہ کی عبادت شرک ہے۔

اور نیاز فارسی کا لفظ ہے۔ برہان قاطع میں مسطور ہے: کہ نیاز کے معنی تحفہ درویشاں ہے۔ اور تحفہ کے معنی منتہی الارب میں ارمغان لکھے ہیں۔ ارمغان کے معنی پیشکش وسوغات اور ہدیہ ہیں۔

منت کے معنی احسان۔ لہذا اگر کسی بزرگ کے لیے صدقات کے ثواب کو نیاز ومنت کیا جائے تو معنی یہ ہوں گے کہ بزرگوں کو ثواب بخشنے کا احسان اور ان صدقات کے ثواب ان کو سوغات اور پیش کش کرتے ہیں۔ اور بزرگوں کے ساتھ احسان کرنا اور ثواب کو سوغات اور پیشکش کرنا ایسا امر نہیں ہے کہ شرک یا بدعت ہو۔

چناں چہ شاہ عبد العزیز صاحب اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں۔

”طعامیکہ ثواب آں نیاز حضرت امامین نمایند و برآں فاتحہ وقل و درود خواندن تبرک می شود و خوردن بسیار خوب است۔“(۴۴)

---

(۴۴) (یعنی حضرت حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی نیاز کا وہ کھانا جس پر فاتحہ وقل اور درود شریف پڑھا گیا ہے وہ تبرک ہے اور اس کا کھانا بہتر ہے۔)

[فتاوی عزیزی فارسی: ج۱ص۷۱۔ مطبع مجتبائی، دہلی]

اب شاہ صاحب کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ نیاز بمعنی عبادت نہیں ہے، جیسے لوگوں نے سمجھا ہے، بلکہ نیاز کے معنی ثواب پیش کش کرنا ہے۔ اس لیے کہ اگر نیاز عبادت ہوتی تو شاہ صاحب اس کو کیوں اماموں کی طرف مضاف کرتے اور کیوں اس کو جائز بتلاتے۔ اس لیے کہ عبادت اور پرستش اماموں کی باتفاق اہل اسلام کفر ہے۔ نیز اپنے فتاوے میں لکھتے ہیں:

"اہداے ثواب راعبادت قرار دادن مبنی بر کمال بلادت وافراط جہل ست۔"(۴۵)

اور نیز مولوی قطب الدین خان صاحب نے مظاہر الحق میں لکھا ہے:

"اگر کوئی شخص زندہ بزرگ کی خدمت میں بطور نیاز یعنی ہدیہ اور عطیہ کے کوئی چیز پیش کرے تو وہ نیاز درست ہے۔ اور اس بزرگ کو اس چیز کا استعمال کرنا اور کھانا جائز ہے۔ اسی طرح اگر کسی مرنے والے بزرگ کی نیاز یعنی فاتحہ وایصال ثواب وغیرہ کیا جائے تو یہ نیاز بھی جائز ہے۔"(۴۶)

اور اس کے اخیر میں لکھتے ہیں:

"اگر نذر ماننے والے نے اس بزرگ کے لیے اس کھانے والی چیز کو مباح ہونے کے ثواب پہنچانے کی نیت کی ہے تو اس چیز کا اغنیا کے لیے اور فقرا کے لیے استعمال کرنا جائز ہے۔"(۴۷)

نیز سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اموات کے لیے ایصال ثواب کو ہدیہ طبق کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ وہ حدیث یہ ہے جو طحطاوی نے نقل کی ہے، اور میں اس کو ضرورت کی جگہ سے نقل کرتا ہوں۔ وھوھٰذا۔

"ویفرحون به کما یفرح أحدکم بالطبق إذا أهدی إلیه۔"(۴۸)

---

(۴۵) (یعنی ثواب ہدیہ کرنے کو عبادت قرار دینا حماقت وجہالت پر مبنی ہے۔)[مرجع سابق: ص۴۹]

(۴۶) [مظاہر الحق: جلد سوم۔ ص ۵۴۲۔ باب الأیمان والنذور]

(۴۷) [مرجع سابق: ص ۵۴۳]

(۴۸) (یعنی حدیث شریف سے ثابت ہے کہ جب زندہ لوگ اپنے مرحومین کے لیے صدقہ کرتے ہیں، تو وہ اس سے اس طرح خوش ہوتے ہیں، جیسے کوئی شخص کسی کو تحفے میں طبق دے اور وہ اسے خوشی سے قبول کرے۔)[حاشیۃ الطحطاوی علیٰ مراقی الفلاح: ۶۲۱۔ فصل في زیارۃ القبور]

لہذا یہاں بھی ایصال ثواب کا قائم مقام لفظ نیاز کہ بمعنی تحفہ اور ہدیہ ہے استعمال کرتا ہوں۔

سوال۔﴿۱۳﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ان صدقات کو جو اپنے اوپر نذر مانتے ہیں اس کا ثواب اموات کو بخشتے ہیں یہ جائز ہے یا ناجائز۔؟

جواب۔﴿۱۳﴾

ان صدقات کا بخشنا اہل سنت وجماعت کے نزدیک جائز ہے۔

چناں چہ عالمگیریہ میں مسطور ہے:

”الأصل فی هذا الباب أن الإنسان له أن یجعل ثواب عمله لغیره صلاة کان أو صوما أو صدقة أو غیرها کالحج وقراءة القرآن والأذکار وزیارة قبور الأنبیاء علیهم الصلاة والسلام والشهداء والأولیاء والصالحین وتکفین الموتی وجمیع أنواع البر، کذا فی غایة السروجی شرح الهدایة۔“(۴۹)

اب اس عبارت عالمگیریہ سے ثابت ہوا کہ نیکی کی جمیع انواع کا ثواب غیر کو پہنچانا درست ہے۔ اور صدقات نذریہ بھی اقسام خیر میں داخل ہیں۔

سوال۔﴿۱۴﴾

شاید جمیع انواع بر یعنی خیر سے نفل مراد ہو۔

جواب۔﴿۱۴﴾

ہر گز ایسا نہیں ہے۔ بلکہ فرض اور نفل واجب سب مراد ہیں۔ چناں چہ شامی میں مسطور ہے:

---

(۴۹) (یعنی اس باب میں اصل یہ ہے کہ انسان کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنے عمل، جیسے نماز، روزہ، صدقہ، یا اس کے علاوہ اعمال خیر جیسے حج تلاوت قرآن، اذکار، انبیاے کرام علیہم الصلاۃ والتسلیمات اور شہداے کرام، اولیاے کرام اور نیک بندوں علیہم الرحمۃ کے مزارات کی زیارت اور میت کو کفن دینا اور جملہ نیک کاموں کا ثواب اپنے علاوہ کو بھی پیش کر سکتا ہے۔ یوں ہی غایۃ السروجی اور شرح ہدایہ میں ہے۔)[فتاوی عالمگیری: ج ۱ ص ۲۵۷۔ الباب الثالث عشر فی فوات الحج]

"وقد نقل عن جماعة أنهم جعلوا ثواب أعمالهم للمسلمين، وقالوا: نلقى الله تعالى بالفقر والإفلاس۔"[50]

خلاصہ مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ علما کی ایک جماعت سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنے جمیع اعمال کا ثواب مسلمانوں کو بخش کر یہ کہا کہ ہم اللہ تعالیٰ سے مفلس ہو کر ملیں گے۔

اب اس عبارت سے ثابت ہوا کہ انہوں نے جمیع اعمال خواہ فرض ہو یا واجب یا نفل ہوں غیر کو بخشے۔ لہٰذا اپنے اوپر مفلس کا اطلاق کیا۔ اور نیز شامی میں مسطور ہے:

"وفي البحر: من صام أو صلى أو تصدق وجعل ثوابه لغيره من الأموات والأحياء جاز، ويصل ثوابها إليهم عند أهل السنة والجماعة كذا في البدائع، ثم قال: وبهذا علم أنه لا فرق بين أن يكون المجعول له ميتا أو حيا. والظاهر أنه لا فرق بين أن ينوي به عند الفعل للغير أو يفعله لنفسه ثم بعد ذلك يجعل ثوابه لغيره، لإطلاق كلامهم، وأنه لا فرق بين الفرض والنفل۔"[51] كذا في الطحطاوي۔[52]

خلاصہ مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ اپنے اعمال کا ثواب بخشا غیر کو خواہ فرض ہو یا نفل اور وہ غیر مردہ ہو یا زندہ جائز ہے۔ اور طحطاوی میں مسطور ہے کہ نذر کی فرضیت بہت ظاہر ہے اگر چہ نذر پر واجب کا اطلاق بھی ہو۔ چناں چہ طحطاوی کا قول یہ ہے:

---

(۵۰) [رد المحتار علی الدر المختار: ج۲ ص ۲۴۳۔ مطلب في زيارة القبور]

(۵۱) (یعنی بحر میں ہے کہ وہ شخص نے جس روزہ رکھا یا نماز پڑھی یا صدقہ دیا اور اس کا ثواب اپنے علاوہ مردوں یا زندوں میں سے کسی کو ایصال کر دیا تو جائز ہے۔ اور اہل سنت وجماعت کے نزدیک مردوں یا زندوں کو ان عبادات کا ثواب پہنچتا ہے۔ ایسا ہی بدائع میں ہے۔ پھر کہا کہ اسی سے جان لیا گیا کہ وہ لوگ جنہیں ثواب بخشا گیا ہے وہ زندہ ہوں یا مردہ کوئی فرق نہیں ہے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ اس میں بھی کوئی فرق نہیں ہے کہ کوئی عمل کے وقت ہی دوسرے کے لیے اس کے ثواب کی نیت کر لے یا پہلے عمل کرے پھر بعد میں ثواب کی نیت کرے۔ کیوں کہ ان کا کلام مطلق ہے۔ اور فرض اور نفل کے درمیان بھی کوئی فرق نہیں ہے۔) [مرجع سابق]

(۵۲) [حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار ج۱ ص ۵۴۵۔ باب الحج عن الغیر]

"قوله لزم الناذر أي وجوباً كما في الهداية ومن المتأخرين من قال بفرضيته وهو الاظهر۔"(۵۳)

اور طحطاوی میں مسطور ہے:

"وظاهر إطلاقهم يقتضي أنه لا فرق بين الفرض والنفل، فإذا صلى فريضة وجعل ثوابها لغيره فإنه يصح ولكن لا يعود الفرض في ذمته؛ لأن عدم الثواب لا يستلزم عدم السقوط عن ذمته۔"(۵۴)

اور نیز فقہا کی اصطلاح میں فرض کا اطلاق واجب پر بھی ہوتا ہے۔ چناں چہ تنویر الابصار میں مسطور ہے:

"وغسل جميع اللحية فرض۔"(۵۵)

اور باوجودیکہ سب داڑھی کا دھونا واجب ہے۔

چناں چہ در مختار اور شامی کے دیکھنے سے یہ بات بخوبی واضح ہے۔ اور نیز در مختار کی عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ فرض کا اطلاق فرض عملی پر بھی ہوتا ہے اور عبارت اس کی یہ ہے:

"وقد يطلق على العملي۔"(۵۶)

اور شامی نے کہا کہ فرض عملی اقسام واجب میں قوی ترین اور اقسام فرض میں ضعیف ترین ہے۔ اور وہ عبارت یہ ہے:

---

(۵۳) (یعنی نذر کرنے والے پر نذر کا پورا کرنا واجب ہے، جیسا کہ "ہدایہ" میں ذکر کیا گیا ہے۔ البتہ بعض متاخرین فقہا نے اس کی فرضیت کا بھی قول کیا ہے، اور یہی قول زیادہ ظاہر ہے۔)
[حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار: ج۲ ص۳۳۸۔ کتاب الأیمان]

(۵۴) (یعنی ان کے کلام کا ظاہر، یہ تقاضا کرتا ہے کہ فرض اور نفل کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ لہٰذا جب کسی نے فرض نماز ادا کی اور کسی دوسرے کو اس کا ثواب ایصال کیا تو صحیح ہے۔ اور اس کے ذمے میں فرض عود نہیں کرے گا، کیوں کہ ثواب نہ ہونے سے اس کے ذمے سے اس کے فرض کا ادا نہ ہونا لازم نہیں ہے۔) [حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار ج۱ ص۵۴۵۔ باب الحج عن الغیر]

(۵۵) (یعنی تمام داڑھی کا دھونا فرض ہے۔) [تنویر الابصار: ص۸۔ کتاب الطہارۃ]

(۵۶) (یعنی کبھی فرض عملی کو بھی فرض کہا جاتا ہے۔) [الدر المختار: ص۱۹۔ کتاب الطہارۃ]

"فھو اقوی نوعی الواجب و اضعف نوعی الفرض۔"(۵۷)

اب اس عبارت شامی سے بھی ثابت ہوا کہ واجب ضعیف اقسام فرض میں داخل ہے۔ لہٰذا لفظ فرائض، اقسام واجبات کو بھی شامل ہوا۔ خصوصاً نذر کو بطریق اولیٰ شامل ہوتا ہے اس لیے کہ وہ (نذر) خود یا فرض ہے جیسے یہ اظہر قول ہے یا واجب جیسے غیر اظہر قول۔

سوال۔﴿۱۵﴾

یہاں یہ طریقہ ہے کہ لوگ نذر و نیاز کا ثواب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بخشتے ہیں آیا یہ بھی جائز ہے یا ناجائز۔؟

جواب۔﴿۱۵﴾

شامی میں مسطور ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے اعمال کا ثواب بخشنا (پیش کرنا) مستحب ہے: "یستحب إهداؤه له صلی اللہ علیه وسلم۔"(۵۸)

یعنی عملوں کا رسول اکرم کو بخشنا (ثواب پیش کرنا) مستحب ہے۔

نیز شامی میں مسطور ہے:

"قلت: وقول علمائنا له أن یجعل ثواب عمله لغیره یدخل فیه النبی صلی اللہ علیه وسلم فإنه أحق بذلك حیث أنقذنا من الضلالة، ففی ذلك نوع شکر وإسداء جمیل له، والکامل قابل لزیادة الکمال۔"(۵۹)

---

(۵۷) (یعنی یہ واجب کی دو قسموں میں سے نہایت مضبوط اور فرض کی دو قسموں میں سے کمزور ترین قسم ہے۔) [رد المحتار علی الدر المختار: ج۱ ص۸۹۔ کتاب الطھارۃ]

(۵۸) [رد المحتار علی الدر المختار: ج۲ ص۲۴۴۔ مطلب فی زیارۃ القبور]

(۵۹) (یعنی میں کہتا ہوں کہ ہمارے علما کا قول اس سلسلے میں یہ ہے کہ بندے کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے عمل کا ثواب دوسرے کو پیش کرے تو اس میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی بھی شامل ہے۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی اس کی زیادہ حق دار ہے۔ کیوں کہ آپ نے ہمیں گم راہی سے بچایا ہے۔ تو اس عمل میں شکر اور بارگاہ رسالت تک اچھی چیز پیش کرنے کی صورت پائی جا رہی ہے۔ اور کامل ذات زیادتی کمال کے قابل ہوتی ہے۔) [مرجع سابق]

خلاصہ اس عبارت کا یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم کو گمراہی سے نکالا ہے لہذا سزاوار (حق دار ہیں) کہ ثواب پہنچایا جائے۔

نیز شامی میں مسطور ہے کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے سرور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے انتقال (وصال مبارک) کے بعد اُن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب سے بغیر وصیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عمرہ کیا تھا۔ اور ابن موفق نے سرور کائنات کی جانب سے حج کیا اور ابن سراج نے سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب سے دس ہزار سے زیادہ قرآن شریف پڑھے۔ اور اسی قدر قربانیاں بھی کی ہیں جس کا جی چاہے شامی میں دیکھ لے۔ (٦٠)

(ألا ترى أن ابن عمر كان يعتمر عنه صلى الله عليه وسلم عمرا بعد موته من غير وصية. وحج ابن الموفق وهو في طبقة الجنيد عنه سبعين حجة، وختم ابن السراج عنه صلى الله عليه وسلم أكثر من عشرة آلاف ختمة؛ وضحى عنه مثل ذلك. اهـ)

سوال۔ (١٦)

چوں کہ ایصال ثواب روایات صحیحہ سے ثابت ہوا۔ اب استفسار یہ ہے کہ نذر شدہ صدقے کو فقیر کے سامنے اسی لحاظ سے رکھتے ہیں تاکہ فقیر کو اس پر پورا قبضہ حاصل ہو بعدہ وہ فقیر ہاتھ اٹھا کر اموات کے حق میں دعاے مغفرت کرتے ہیں اور فاتحہ اور قل پڑھتے ہیں آیا یہ امور بھی ازروے شرع شریف جائز ہے یا ناجائز۔

جواب۔ (١٦)

فقیر کو قبضہ حاصل ہونے کے لیے صدقہ کا مال سامنے رکھنا درکار ہے اور اگر قبضہ نہ ہو تو صدقہ

---

(٦٠) (یعنی کیا تم نے نہیں دیکھا کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بغیر رسول اللہ کی وصیت کے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب سے عمر بھر عمرہ کرتے رہے۔ ابن موفق جن کا تعلق طبقہ جنید سے تھا انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب سے ستر حج کیے۔ ابن سراج رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب سے دس ہزار سے زیادہ ختم قرآن کریم کیے اور اسی قدر قربانیاں بھی کیں۔) [رد المحتار علی الدر المختار: ج٢ ص ٢٤٤۔ مطلب فی زیارۃ القبور]

صحیح نہ ہوگا۔ لہذا اسی لحاظ سے سامنے رکھنا چاہیے کہ بلا مانع قبضہ حاصل ہو۔ چناں چہ ہدایہ میں مسطور ہے:

"والصدقة كالهبة لا تصح إلا بالقبض۔"(٦١)

اور دعاے اموات کے لیے بھی فائدہ مند ہے۔ چناں چہ عقائد نسفی میں ہے:

"وفي دعاء الأحياء للأموات وصدقتهم عنهم نفع لهم۔"(٦٢)

نیز دعاے مغفرت کے وقت ہاتھ اٹھانا مسنون ہے۔ چناں چہ بخاری میں بروایت ابو موسیٰ وارد ہے:

"عن أبي موسى، قال: دعا النبي صلى الله عليه وسلم بماء فتوضأ به، ثم رفع يديه فقال: «اللهم اغفر لعبيد أبي عامر» ورأيت بياض إبطيه۔"(٦٣)

اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (وضو کے لیے پانی منگایا اور وضو کیا) وضو کر کے عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے دعاے مغفرت فرمائی۔ اور آپ نے دونوں ہاتھ مبارک یہاں تک اٹھائے کہ دونوں مبارک بغلوں کی سفیدی میں نے دیکھی۔

نیز بزرگان دین کے لیے ایصال ثواب اور مغفرت ہر مسلمان کو مرغوب ہے اور جب مرغوب چیز کی دعا کرنا ہو تو ہاتھ اٹھانا مسنون ہے۔ چناں چہ سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علی کرم اللہ وجہہ کا ملنا مرغوب تھا، لہذا بوقت دعا براے ملاقات علی کرم اللہ وجہہ کے (یعنی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ملاقات کے لیے دعا کرتے وقت) سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی۔ چناں چہ بروایت ترمذی وارد ہے۔

---

(٦١) (یعنی صدقہ ہبہ کی طرح ہے بغیر قبضہ دیے صحیح نہیں ہوتا۔)

[الهداية شرح بداية المبتدي: ج٣ ص ٢٢٨۔ فصل في الصدقة]

(٦٢) (یعنی زندوں کی طرف سے مردوں کے لیے دعا کرنے اور ان کے لیے صدقہ کرنے میں مردوں کا فائدہ ہے۔) [عقائد نسفیہ: ص ٤]

(٦٣) [صحیح بخاری: ج٨ ص ٨١۔ الرقم، ٦٣٨٣۔ باب الدعاء عند الوضوء]

"حدثتنی أم عطیة، قالت: بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم جیشا فیھم علی، قالت: فسمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو رافع یدیہ یقول: «اللھم لا تمتنی حتی ترینی علیا۔[۶۴]

خلاصہ اس حدیث کا یہ ہے کہ

ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا فرمائی کہ اے بار خدایا! میری زندگانی یہاں تک قائم رکھ کہ تو مجھے علی کو دکھلا دے۔

نیز عالمگیریہ میں مسطور ہے:

"فی دعاء الرغبۃ یجعل بطون کفیہ نحو السماء۔[۶۵]

نیز شاہ عبدالعزیز صاحب فرماتے ہیں کہ جو طعام کہ اموات کے ایصال ثواب کے لیے ہو تو اس پر فاتحہ اور قل اور درود پڑھنے سے (وہ کھانا) متبرک ہوتا ہے۔ اور اس طعام کا کھانا بہت بہتر ہے۔

اور عبارت شاہ صاحب کی یہ ہے:

"طعامیکہ ثواب آں نیاز حضرت امامین نمایند و برآں فاتحہ و قل و درود خواندن تبرک می شود و خوردن بسیار خوب است۔[۶۶]

اب دیکھو کہ شاہ عبدالعزیز صاحب کے نزدیک وہ طعام جو برائے ایصال ثواب ہوتا ہے اگر اس پر فاتحہ اور قل اور درود پڑھا جائے تو وہ طعام ان کے نزدیک متبرک اور اس طعام کا کھانا افضل اور مستحب ہے۔ اور زیادہ تفصیل ان امورات کی میری کتاب "مخزن الروایات فی ایصال ثواب الاحیاء الی الاموات" میں موجود ہے اور وہ عن قریب ان شاء اللہ چھپوا کر شائع کی جائے گی۔ نیز میری کتاب "دعائے برکت" میں بھی یہ تفصیل موجود ہے جو ایک عرصہ پہلے شائع ہو چکی ہے۔

---

(۶۴) [سنن ترمذی: ج۵ ص ۶۴۳۔ الرقم، ۳۷۳۷۔ باب مناقب علي بن أبي طالب رضي اللہ عنہ]

(۶۵) (یعنی دعائے رغبت میں دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں آسمان کی طرف کرے۔)

[فتاوی عالمگیری: ج۵ ص ۳۱۸۔ [الباب الرابع في الصلاۃ والتسبیح ......]

(۶۶) (یعنی حضرت حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی نیاز کا وہ کھانا جس پر فاتحہ و قل اور درود شریف پڑھا گیا ہے وہ تبرک ہے اور اس کا کھانا بہتر ہے۔) [فتاوی عزیزی فارسی: ج۱ ص ۷۱۔ مطبع مجتبائی، دہلی]

فوراً ابدعتی مت کہو کتاب کو اخیر تک دیکھو تو معلوم ہو جائے گا

کہ سنی کون ہے!!!

اعلان:۔

چوں کہ فقیر کو صرف یہ امر منظور ہے کہ مسلمان بھائیوں کے عقائد خس وخاشاک افراط وتفریط سے صاف ہوں اور صراط مستقیم ظاہر ہو۔ لہذا بکوشش بلیغ یہ کتاب احادیث نبویہ اور روایت مفتی بہا فقہیہ سے مرتب کی گئی ہے۔ اگر کسی صاحب نے اس کتاب کا رد بموجب شرائط مسطورہ ذیل کے تحریر کیا تو ضرور اول شخص ۵۰ روپیہ کے انعام کا مجھ سے مستحق ہوگا۔

شرط اول:۔ یہ کہ مجیب کو لازم ہے کہ سخت کلامی نہ کرے۔

شرط دوم:۔ یہ کہ مجیب میرا ہر قول ابتدا سے انتہا تک بجنسہٖ وعبارتہٖ مع دلائل اور مویدات کے اپنی کتاب کے متن میں نقل کرے۔ اگر اس نے حاشیہ پر لکھا یا متن میں کچھ عبارت نقل کر کے باقی کی نسبت الیٰ اخرہ لکھا تو مجیب مستحق انعام نہ ہوگا۔

شرط سوم:۔ یہ کہ جن مسائل اور سوالات کو میں نے اس کتاب میں تحریر کیا ہے تو (ان میں سے) ہر ایک کا جواب ابتدا سے انتہا تک صریح قرآن اور حدیث نبویہ اور مجتہدین کی روایات مفتیٰ بہا سے لکھے۔

شرط چہارم:۔ یہ کہ علماے مجتہدین کی کتب معتبرہ سے بسند روایات یہ امر ثابت کرے کہ جو روایات میں نے اس کتاب میں لکھی ہیں وہ سب کی سب مشرکین کی روایات ہیں اور جو کوئی ان روایات پر عمل کرے وہ علماے مجتہدین کے فتوے کے بموجب مشرک اور بدعتی ہے۔

شرط پنجم۔ یہ کہ باتفاق طرفین علما کی ایک جماعت اس امر کے لیے حکم مقرر کی جائے کہ کیا مجیب نے سب شرائط پوری کیں یا نہیں۔

شرط ششم:۔ کہ طرف مقابل ایک تحریر با ضمانت بموجب ضابطہ سرکاری طرفین کے تسلیم شدہ علما کے فیصلہ سے پہلے بایں مضمون مجھ کو دے دے کہ اگر ان مقرر شدہ علما کے نزدیک طرف

مقابل کے جواب ان شرائط کے موافق نہ ہوں تو ایک سو روپیہ بلا تاخیر ان کے ذمہ پر لازم اور واجب الادا (ہوں گے کہ وہ) مجھ کو دیں۔ اگر یہ ششم (چھٹی) شرط مذکورہ اس کو منظور نہ ہو تو اس کے قائم مقام یہ شرط لگائے کہ اگر جانب مقابل کے جوابات علمائے تسلیم شدہ کے نزدیک شرائط مسطورہ کے موافق نہ ہوں تو مجھ کو ایک سو روپیہ دیں اور جانب مقابل مجھ سے کچھ نہ لے تاکہ شرط یک طرفہ ہو۔

شرط ہفتم:۔ یہ کہ اگر کسی نے نذر لغیر اللہ کو رد کیا یا نذر معین کے لیے ایک دن معین کو فرض اور واجب سمجھنے کو رد کیا تو یہ نہ میرے جواب اور میری کتاب کا رد ہوگا اور نہ مجیب مستحق انعام ہوگا۔ اس لیے کہ میں بھی نذر لغیر اللہ (نذر شرعی) کو ناجائز جانتا ہوں (نذر عرفی کو نہیں) اور اس کے لیے ایک خاص روز فرض اور واجب نہیں جانتا ہوں۔

المشتہر منیر محمد مرادآباد محلہ چاہ نرگن مدرسہ امدادیہ

قیمت فی جلد محصول ڈاک ذمہ خریدار بار اول۔

مسجد میں نمازِ جنازہ کا حکم شرعی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوال:۔

کیافرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس باب میں کہ ایک پہاڑ پر کوئی جگہ نماز جنازہ کی نہیں ہے۔اور قبرستان بہت عرصہ (دوری) پر ہے۔اگر وضو کر کے (جاتا ہے) توسبب عرصہ دراز (زیادہ دور ہونے) کے حدث وضو کا خوف اور وہاں پانی کا دستیاب ہونا غیر ممکن۔

اس صورت میں نماز جنازہ مسجد میں جائز ہے یا نہ،فقط۔

جواب:۔

نماز جنازہ در صورت عذر مسجد میں جائز ہے۔اگر جنازہ مسجد سے خارج میں ہو تو بہتر معلوم ہوتا ہے والا مسجد میں حالت عذر میں جائز ہے۔ کمافی العالمگیری ولایکرہ بعذر المطر ونحوہ۔[1] اخرجہ احقر البرایا......فاد،فان الضرورات تبیح المحظورات۔[2]

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب۔

اسمہ یحییٰ غفرلہ ولوالدیہ۔(مہر۔اسمہ احمد ۱۲۸۷۔)
الجواب صحیح،محمد روشن۔الجواب صواب،بعدالحق غفرلہ۔

شیخ الکل کا جواب!!!

بسم اللہ الرحمن الرحیم وماعلینا الا البلاغ المبین۔

اقول:۔یہ جواب جو مولوی احمد حسن صاحب وغیرہ نے لکھ کے تصحیح کی ہے بالکل غلط ہے۔اس لیے کہ مستفتی کے قول میں کسی قسم کے عذر شرعی کا بیان نہیں ہے۔اور جنازہ کی نماز حنفیوں کے نزدیک مسجد میں بلا عذر مکروہ ہے۔اس لیے کہ مستفتی نے فقط بیان کیا ہے کہ عرصہ دراز (بُعد مسافت) کے سبب سے وضو ٹوٹنے کا خوف ہے اور وہاں پانی کا دستیاب ہونا غیر ممکن ہے۔اور اس

---

(۱) ترجمہ:جیساکہ عالمگیری میں ہے،کہ بارش وغیرہ کی وجہ سے مسجد میں نماز جنازہ مکروہ نہیں ہے۔
[فتاوی عالمگیری:ج ۱ ص ۱۶۵۔الفصل الخامس في الصلاۃ علی المیت]

(۲) ترجمہ:ضرورتیں ممنوعات کو مباح وجائز کردیتی ہیں۔

عذر کے سبب سے جنازہ کی نماز مسجد میں درست نہیں ہو سکتی ہے۔اس لیے کہ وضو ٹوٹنے کے خوف سے یہ تو نہیں ہے کہ وضو ٹوٹ جائے۔اور بالفرض اگر قبرستان تک کسی کا وضو ٹوٹ جائے تاہم حنفیوں کے نزدیک تیمم کافی ہے۔ خصوصًا ایسے موقع پر کہ مستفتی نے بیان کیا کہ وہاں پانی کا دستیاب ہونا غیر ممکن ہے اور پانی کا غیر ممکن ہونا خواہ بُعد مسافت سے ہو یا کسی اور سبب سے تیمم کو بالاتفاق جائز کرتا ہے۔بلکہ پانی کے دستیاب ہونے کے وقت میں بھی تیمم درست ہے، بشرطیکہ محدث (بے وضو) کے لیے جنازہ کی نماز پڑھنے والوں کا انتظار از روے شرع شریف ضروری نہ ہو، جیسے ولی کے لیے۔

چوں کہ ضرورت شرع مستفتی کے سوال میں بیان نہیں ہے۔لہٰذا نماز جنازہ بغیر ضرورت شرعی کے مسجد میں درست نہیں ہے۔جیسا کہ عالمگیری میں مرقوم ہے:

”والصلاة على الجنازة في الجبانة والأمكنة والدور سواء، كذا في المحيط وصلاة الجنازة في المسجد الذي تقام فيه الجماعة مكروهة سواء كان الميت والقوم في المسجد أو كان الميت خارج المسجد والقوم في المسجد أو كان الإمام مع بعض القوم خارج المسجد والقوم الباقي في المسجد أو الميت في المسجد والإمام والقوم خارج المسجد هو المختار، كذا في الخلاصة۔ (۳)

هكذا في در المختار، ورد المحتار وطحطاوی وغیرہ۔ (۴)

حررہ محمد گل خان کابلی

---

(۳) ترجمہ: یعنی نماز جنازہ قبرستان، عام مقامات، اور گھروں میں یکساں طور پر جائز ہے، ایسا ہی کتاب المحیط میں ہے۔اور مسجد جماعت میں نماز جنازہ مکروہ ہے خواہ میت اور لوگ مسجد میں ہوں، یا میت مسجد سے باہر ہو اور لوگ مسجد میں ہوں، یا امام کچھ لوگوں کے ساتھ مسجد سے باہر ہو اور باقی لوگ مسجد میں ہوں، یا میت مسجد میں ہو اور امام اور سب لوگ مسجد سے باہر ہوں۔یہی مختار قول ہے، ایسا ہی خلاصہ میں ہے۔“[فتاوی عالمگیری: ج۱ص ۱۶۵۔الفصل الخامس في الصلاة على الميت]

(۴) ایسا ہی۔الدر المختار (۱۲۱۔باب صلاۃ الجنازۃ) اور رد المحتار علی الدر المختار (ج۲ص ۲۲۵۔مطلب فی کراھۃ صلاۃ الجنازۃ فی المسجد) اور حاشیۃ الطحطاوی علٰی مراقی الفلاح (۵۹۶۔باب أحکام الجنائز) اور دوسری کتابوں میں ہے۔

مواہیر علماے رامپور

فی الواقع حنفیہ کے نزدیک مختار یہی ہے کہ نماز جنازہ مسجد میں مکروہ ہے خواہ جنازہ مسجد میں ہویا بیرون مسجد۔ اور مذکورہ صورت میں خوف حدث مطر کے عذر کے مثل نہیں ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

نمیقه العبد المذنب الاواه محمد لطف الله۔

(مہر۔ مفتی محمد لطف اللہ خادم شریعت رسول اللہ ۱۲۹۴ ہجری)

ذلك كذلك۔ سید شاہ علی عفی عنہ۔ (مہر۔ سید شاہ علی)

من اجاب اصاب۔ (مہر۔) ابوالبرکات محمد حبیب اللہ)

الجواب المجیب صحیح۔

عبدالمذنب محمد الطاف الغنی عفی عنہ۔ (مہر۔ محمد الطاف الغنی ۱۲۲۹)

الجواب صحیح۔ سیف الدین خان۔ محمد ظہور الحق عفی عنہ۔

مواہیر علماے مرادآباد

الجواب صحیح۔ (مہر۔ محمد قاسم علی خلف مولانا محمد عالم علی ۱۲۲۹)

الجواب صحیح۔ (مہر۔ محمد حسین تمنائے جان) (محمد اسمعیل صانہ الجلیل)

الجواب صحیح۔ اضعف العباد حافظ رحمت علی۔

اصاب من اجاب۔ محمد نور.....ریاست۔

مواہیر علماے امروہہ

الجرح جرح ظاهر لاریب فیه۔ محمد آل حسن رحمۃ اللہ بالخیر۔

جواب المجیب بعید عن التحقیق واعتراض المعترض حقیق بالعمل والتصدیق۔

محمد حسن جعفری امروہوی۔ سید محمد حسن جلالی امروہوی۔

سبط حسن۔ کریم بخش عفی عنہ۔ عبدالرحمن۔

مواہیر علماے دہلی

الجواب صحیح والمجیب یفتح ما قال حق والحق احق بالعمل لان الحق یعلو ولا یعلی۔

حررہ المعتصم بحبل اللہ، ابوالبرکات محمد عبداللہ عفی عنہ۔ (مہر۔ محمد عبداللہ)

(مہر۔ محمد عبدالحق) (مہر۔ عبدالعزیز۔) محمد منصور علی۔ (مہر۔ محمد امیرالدین)

مواہیر علماے سہارنپور

الجواب صحیح والمجیب نجیح۔

(مہر۔ ثابت علی) (مہر۔ جمعیت علی) (مہر محمد عبدالرشید) (مہر۔ خدابخش عفی عنہ)

(مہر۔ پیر محمد عفی عنہ) (مہر۔ احمد علی عفی عنہ) مدرس مدرسہ عربی سہارنپور۔

کلام المعترض صحیح۔

(مہر۔ محمد لطف اللہ) مدرس مدرسہ عربی سہارنپور۔

الجواب صحیح۔

(مہر۔ محمد یعقوب) مدرس اول مدرسہ دیوبند۔

جورائے علماے لکھنؤ کی اس مسئلہ میں ہے وہ یہ ہے:

فی الواقع حنفیہ کے نزدیک مختار کراہت ہے۔

حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابوالحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی۔

(مہر۔ محمد عبدالحی ابوالحسنات)

واقعی مسجد میں نماز جنازہ ادا کرنا بموجب درایات وروایات موثوق بہا کے کہ جو.......ابن ماجہ وغیرہا ودر مختار ورد المحتار وفتاوی ہندیہ وغیرہم میں مندرج ہیں مکروہ تحریمی ہے۔ مگر بعذر مطر یا مثل اس کے اور کوئی عذر ہو تو بلا کراہت جائز ہے۔

اور جو عذر مندرجہ سوال ہے وہ در حقیقت عذر مثل مطر کے واسطے جواز بلا کراہت صلاۃ مذکورہ

کے شرعاً نہیں ہوسکتا ہے۔ تفصیل اس کی بھی ہے کہ صاحبان مذاق علم معانی پر پوشیدہ نہیں ہے کہ لفظ کاف اور مثل اور نحو وغیرہ کا بنابر تمثیل اس موقع پر مستعمل ہوتا ہے کہ جس وقت واسطے ممثل لہ کی تعداد امثلہ ہو۔ اور بوجہ اختصار کے متکلّم کو صرف ایک دو مثال بیان کرنا مقصود ہے تاکہ مخاطب اس کے جملہ تشخصات نوعیہ مفہومہ کو دیگر مواد میں ملحوظ کر کے واسطے مصداق ممثل لہ کے مثل مصداق اول کے قرار دے۔ گو ان مواد کے تشخصات شخصیہ واسطے تشخصات شخصیہ مثال سابق مقیس علیہ کے مغائر ہوں اور اگر یہ امر ملحوظ نہ ہوگا تو لازم آئے گا یہ امر کہ صحیح ہو قیاس کرنا لفظ نار پر کہ جو بطور مثال حرارت کے واسطے مستعمل ہوا ہو۔ لفظ صبح کا بھی۔ اور یہ صریح البطلان ہے۔

فاقول وباللہ التوفیق:

کہ لفظ مطر جو بطریق مثال مسجد میں نماز جنازہ کے عذر کے لیے عامہ کتب فقہ میں مسطور ہے تو مراد اس سے مطلق عذر نہیں ہے بلکہ وہ عذر ہے کہ جس میں ایک ایسی عام تکلیف پریشان کنندہ مصلین مامورین کو ہو کہ شارع کی جانب سے اس کے دفع اور عدم ارتکاب کی اجازت دی گئی ہو اور موضع مبتلی بہ میں اس کا ازالہ بھی نہیں ہوسکتا تاکہ بموجب قاعدہ شرعیہ،

إذا تعارض مفسدتان روعي أعظمهما ضررا بارتكاب أخفهما۔ كما هي مذكورة في الاشباه والنظائر۔ [(۵)] مبتلین مذکورین ہر دو محظور سے آسان محظور کو اختیار کریں۔

پس یہ امر کلی اپنی جن صور جزئیہ متخرجہ پر منطبق ہوگا تو وہ صور جزئیہ عذر مطر کے مثل مسجد میں جواز نماز جنازہ کے عذر ہوں گی۔ والالا۔

اور ظاہر یہ امر کہ عذر مندرجہ سوال یعنی احتمال موہوم محدث ہو جانے نمازیوں کا پہنچنے موضع صلاۃ جنازہ تک (یعنی نماز جنازہ جس جگہ پڑھنا ہے وہاں پہنچنے تک بے وضو ہو جانے کا احتمال۔ نعیمی) اور دستیاب نہ ہونا پانی کا اس موقع پر اصلاً مطابق امر کلی مسطور کے نہیں ہے۔ کس واسطے کہ مجرد احتمال مرقوم عذر واسطے دفع نہی نماز جنازہ کے مسجد میں کہ جو منصوصہ ہے بحکم قاعدہ مشروعہ "الیقین

---

(۵) ترجمہ:۔ جب دو ممنوعات ایک ساتھ پیش آجائیں تو ان میں سے جو زیادہ آسان ہو اسے اختیار کرے۔ جیسا کہ (الاشباہ والنظائر لابن نجیم: ص ۷۶) میں ذکر کیا گیا ہے۔

لایزول بالشک "کذا فی الاشباہ،[۶]
نہیں ہو سکتا ہے۔ و مع ہذا نہ ایسی تکلیف عام ہے کہ جس کا ازالہ بحکم شرع شریف اس جگہ پر ممکن نہیں ہے۔ اس واسطے کہ تیمم کہ خلیفہ وضو ہے بحکم شارع ازالہ اس تکلیف کا یعنی محدث ہو جانے کا واسطے ادائے صلاۃ جنازہ کے اس سے بلا تردد و بغیر نقصان ثواب ایسے محل میں جہاں پانی دستیاب نہ ہو یا نماز جنازہ کے فوت ہو جانے کا خوف ہو گو وجود پانی کا ہو۔ جیسا کہ مستخلص وغیرہ میں ہے ممکن و جائز ہے۔ اور از روئے عادت سب مصلین محدث بھی نہیں ہو سکتے ہیں تو بقیہ اہل وضو نماز مذکورہ کو ادا کریں کہ یہ نماز فرض کفایہ ہے کہ مجمع میں سے بعض کے ادا کرنے سے ایک ہو یا دو، واجب فی الذمہ کا سقوط سب سے ہو جاتا ہے۔ کما فی الھندیۃ۔[۷]

الصلاۃ علی الجنازۃ فرض کفایۃ إذا قام بہ البعض واحدا کان أو جماعۃ ذکرا کان أو أنثی سقط عن الباقین وإذا ترک الکل أثموا، ھکذا فی التتارخانیۃ۔ والصلاۃ علی الجنازۃ تتأدی بأداء الإمام وحدہ؛ لأن الجماعۃ لیست بشرط الصلاۃ علی الجنازۃ۔[۸]

پس کیوں کہ یہ عذر ممکن الاندفاع مثل عذر مطر کے قرار دے کر مرتکب امر ممنوعہ کا ہو جائے۔

الحذر الحذر۔ ھذا ما حصل لی فی البال واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

(مہر۔ محمد قاسم علی خلف مولانا محمد عالم علی)

---

(۶) ترجمہ:۔ یعنی یقین شک سے زائل نہیں ہوتا ہے۔ ایسا ہی (الاشباہ والنظائر لابن نجیم: ص ۴۷) میں ہے۔

(۷) ترجمہ: جیسا کہ فتاوی عالمگیری (ج۱ ص ۱۶۲۔ الفصل الخامس في الصلاۃ علی المیت) میں ہے۔

(۸) ترجمہ:۔ یعنی نماز جنازہ فرض کفایہ ہے اگر کسی نے تنہا یا جماعت نے یا کسی مرد یا کسی عورت نے پڑھ لی تو باقی تمام لوگوں کے ذمے سے ساقط ہو جائے گی۔ اور اگر سب نے چھوڑ دی تو سب گنہگار ہوں گے۔ ایسا ہی تاتارخانیہ میں ہے۔ اور تنہا امام کے ادا کرنے سے بھی نماز جنازہ ادا ہو جائے گی کیوں کہ اس کے لیے جماعت شرط نہیں ہے۔ [مرجع سابق]

جواب المجیب غلط فاحش ومواخذۃ المواخذ علی موضعہا ولم یفہم المجیب معنی عبارۃ عالمگیریہ فأنہ مثل العذر بالمطر ومن المعلوم ان المطر مانع عن الخارج المسجد واذا کان العذر کذلک یجوز صلاۃ الجنازۃ فی المسجد، ولما توہم الحدث الذی ہو عذر المستفتی لیس من موانع الصلوۃ خارج المسجد۔ کما قال المعترض فالاعتراض حق، والجواب باطل۔ واللہ اعلم۔ (۹)

حررہ محمد عبد العزیز

فی الواقع جواب مجیب مطابق سوال نہیں ہے۔ نماز جنازہ کی مسجد میں پڑھنا بتوہم حدث، حدیث فی الدین ہے۔ اس کا قیام عذر مطر پر کہ جو منصوص علیہ کتب فقہ ہے۔ وہ قیاس مع الفارق ہے اگر حدث حادث ہو اور وجدان ماے خارج از امکان ہو تو تیمم کہ جو خلیفہ مطلق ہے ممکن ہے۔

الغرض یہ عذر مسئول عنہ ہیچ محظور نہیں۔ اور نماز جنازہ ایسی حالت میں مسجد میں مکروہ ہے۔ ظاہراً مجیب کو لفظ نحوہ سے دھوکہ ہوا اور یہ خیال نہ رہا کہ یہاں مطر کی تصریح کی کیا ضرورت ہے واضح ہے کہ ذکر مطر سے ایما (اشارہ) ہے کہ ایسا عذر کہ جس میں نماز بیرون مسجد پڑھنا دشوار ہو اس قسم کا عذر ملحوظ ہے نہ کہ مطلقاً۔ اور عذر حدث ایسا نہیں ہے۔

کما افاد مولانا ومرشدنا مولوی محمد عبد العزیز صاحب دام اللہ فیوضہم۔

حررہ محمد اسمعیل بیگ غفرہ لہ ولوالدیہ

---

(۹) ترجمہ:۔ یعنی مجیب (یعنی مولوی احمد حسن وغیرہ) کا جواب بالکل غلط ہے، جس پر مواخذ (یعنی شیخ الکل علامہ محمد گل خان کابلی) نے پکڑ فرمائی ہے۔ در اصل مجیب (یعنی مولوی احمد حسن وغیرہ) نے فتاوی عالمگیری کی عبارت کو سمجھا ہی نہیں۔ تبھی تو انہوں نے بارش کو بطور عذر پیش کیا۔ حالاں کہ یہ بات معلوم وظاہر ہے کہ بارش مسجد کے باہر نماز کو مانع ہے اگر یہ عذر ہے تو واقعی مسجد میں نماز جنازہ جائز ہے۔ اور مستفتی نے چوں کہ حدث کو عذر بتایا ہے جو کہ نماز جنازہ خارج مسجد ادا کرنے سے مانع نہیں ہے۔ جیسا کہ معترض (یعنی شیخ الکل علامہ محمد گل خان کابلی) نے کہا تو ان کا اعتراض حق ہے۔ اور (مولوی احمد حسن وغیرہ) کا جواب باطل ہے۔ اور اللہ زیادہ علم والا ہے۔

شیخ الکل کے فتوے پر امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قدس سرہ کی تائیدی تحریر منیر!!!

اللہ الہادی!!!

مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کا مسئلہ طویل الذیل ہے، مگر اس قدر میں شک نہیں کہ تیمم وضو کے لیے خلف مطلق ہے۔ اور مثل اس کے طہارت کاملہ جس میں کسی طرح قصور و فتور نہیں والہذا متوضی کو متیمم کے پیچھے نماز پڑھنا بلا تامل روا۔ نہ تیمم باعث تکلیف واذیت ہے۔ بلکہ حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے صدقہ ونعمت۔

پس ایسے امر سے بچنے کے لیے جس میں ہرگز کوئی محذور نہ ہو صلاۃ جنازہ فی المسجد کا اختیار کرنا اصلاً مناسب نہیں۔ نہ وہ بات کہ سائل نے ذکر کی عذر ہونے کی صلاحیت رکھتی ہے نہ اس بنا پر مسئلہ کو زیر قاعدہ، من ابتلی ببلیتین اختار أھونھما[10] داخل کر سکیں۔

بخلاف مطر کے کہ اس میں ایذا و حرج ہے اور حرج شرعاً مدفوع۔

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ۔[11]

پس قیاس (مولوی احمد حسن وغیرہ نے اپنے فتوے میں جو کیا ہے وہ) قیاس مع الفارق۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالحقائق۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ

بمحمدن المصطفیٰ النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

---

(۱۰) ترجمہ:۔ یعنی جو دو بلاؤں میں گرفتار ہو جا اسے چاہیے کہ دونوں میں سے جو آسان ہو اسے اختیار کرے۔ (الاشباہ والنظائر لابن نجیم: ص ۷۶)

(۱۱) ترجمہ:۔ اور تم پر دین میں کچھ تنگی نہ رکھی۔

(ترجمہ قرآن کنز الایمان لامام احمد رضا البریلوی: سورہ حج۔ پارہ ۱۷۔ آیت ۷۸)

التماس ضروری

مجیبین اور مصوبین جواب ناصواب سے اول تو ظن غالب یہی ہے کہ بغور ملاحظہ اس تحریر موثق اور قول متفق کو بسر انصاف اور چشم اعتراف قبول اور بدست تحقیق تسلیم کریں گے اور اگر فرضاً ہٹ دھرمی کو کار فرمائیں اور بقول مشہور، ملاآں کہ چپ نباشد، کچھ نا کچھ کہیں تو ہمارے پاس جواب بھیجنے کی تین شرط ہیں۔

اول یہ ہے کہ: بدکلامی اور بے تہذیبی کو درکنار کہے اور بفحوائے، اذا ئیس الانسان طال لسانہ (۱۲) کے دیکھنے والے جو سمجھیں گے وہ سمجھ ہی لیں گے۔ لیکن ہم تو اس کے جواب سے سبک دوش ہو جائیں گے۔

اور دوسری شرط یہ ہے کہ مستفتی کے سوال میں صاف صاف عذر بیان کیا جائے اور موافق روایات فقہیہ حنفیہ معتمد علیہا کے اگر مجیب سے ہوسکے تو اس عذر کو مبیح صلاۃ جنازہ در مسجد ثابت فرمائیں۔ (یعنی حدث کو مسجد میں نماز جنازہ ادا کرنے کا عذر ثابت کریں۔)

اور تیسری شرط یہ ہے کہ مشاہیر علمائے ہندوستان کی مواہیر سے اپنے جواب کو مزین فرمائیں۔

جب تمام شرطیں متحقق ہوں تو جواب سے یاد فرمائیں اگر حق ہوگا بلا نکیر قبول کریں گے۔ والالا۔

چوں کہ احقر العباد کا زمانہ فرصت نہایت قلیل ہے لہٰذا مولوی صاحب کے ایک فتوے کے جواب کہ سب علمائے ہندوستان کے نزدیک غلط قرار پایا ہے، چھپوا کر کے ہدیہ ناظرین کیا اور مولوی صاحب کے اور فتوے بھی میرے پاس موجود ہیں بہ تدریج حسب فرصت، اظہار اللصواب تحرز عن الجدال، (یعنی حق کو واضح کرنے اور فتنہ سے اجتناب کی نیت سے) چھپوا کر کے واسطے شائقین علم دین کے پیش کروں گا تاکہ بخوبی معلوم ہو جائے کہ یہاں کسی قسم کے مجادلہ کو دخل نہیں ہے۔

الملتمس:۔

احقر العباد محمد گل خان الکابلی

---

(۱۲) ترجمہ:۔ جب انسان مایوس ہو جاتا ہے تو اس کی زبان لمبی ہو جاتی ہے۔ یعنی وہ زیادہ بولنے لگتا ہے۔ نعیمی۔

اشرف البراہین المنہودہ علی حرمت الغرابین الہندیہ

ابتدائیہ: از مصنف!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد اور صلاۃ کے بعد بندہ ہیچمداں عاصی امیدوار رحمت الٰہی محمد گل کابلی عرض پرداز ہے کہ اماکن مختلفہ جیسے سہارنپور، میرٹھ اور علاقہ مظفر نگر سے چند استفتا اس مسکین کے پاس دربارہ حلت و حرمت زاغان ہندی کے پہنچے اور میں نے ہر ایک استفتا (کا جواب) تحریر کرنا اپنی طاقت سے خارج سمجھا۔ لہذا برادر دینی عزیز جانی میاں محمد اشرف صاحب مراد آبادی حنفی المذہب اور شاذلی المشرب نے مجھ سے فرمایا:

کہ (آپ کو) ایک ایسی کتاب مختصر چند ورقہ، مفتیٰ بہا روایات پر مشتمل تالیف کرنا چاہیے کہ ان روایات کی بموجب (روشنی میں) ان دیسی کووں کی حلت و حرمت کا حال بخوبی معلوم ہو۔ اور (میں) اس کو چھپوا کر وقف کردوں گا اور جو مسلمان اس کو طلب کرے، محصول ڈاک اس کے ذمے اور کتاب مفت بھیجوں گا۔

لہذا بندہ مسکین نے اس مختصر (کتاب) میں اقوال مفتی بہا کو جمع کیا کہ ان سے دیسی کوے کی حرمت بخوبی ثابت ہے۔ اور چوں کہ برادر دینی میاں محمد اشرف صاحب اس مختصر تالیف کے لیے علت باعثہ تھے۔ لہذا ان کے نام کا آخری حصہ کتاب کے نام میں داخل کر کے اس کا نام

"اشرف البراہین المنہودہ علی حرمت الغرابین الہندیہ"

رکھا۔ امید ہے کہ جو مسلمان بھائی اس کتاب سے فائدہ اٹھائے تو مجھ مسکین اور میاں محمد اشرف صاحب کو دعائے خیر سے یاد اور شاد فرمائے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوال۔ ﴿۱﴾

علمائے دین سے (سوال) یہ ہے کہ یہ دیسی کوا کبھی خالص نجاسات اور کبھی پاک چیزیں کھاتا ہے۔آیا یہ شرعاً حلال ہے یا حرام؟

جواب۔ ﴿۱﴾

دیسی کوا مکروہ تحریمی ہے۔اس لیے کہ فقہا کے نزدیک سوائے شکاری کوے کے باقی کوے تین قسم کے ہیں۔اور یہ قید کہ سوائے شکاری کوے کے باقی تین قسم کے کوے اور ہیں، اس لیے لگائی ہے کہ میں نے شکاری کوے کو ملا کر کوؤں کی چار قسمیں کی ہیں۔اور چلپی کی عبارت یہ ہے:

”اعلم ان الغراب اربعة انواع: نوع یاکل الحبوب فقط یقال له غراب الزرع کما سیاتی فهو حلال اتفاقا لانه لیس من سباع الطیر ولا یاکل الجیف ونوع یاکل الجیف فحسب فهو حرام اتفاقاً ونوع معدود من سباع الطیر فهو حرام اتفاقا، ایضاً ونوع یجمع بین الحب والجیف وهو حلال عند الاعظم۔ وهو العقعق الذی یقال له بالفارسیة عکه۔[1]

ایک کوا وہ ہے کہ فقط پاک چیزیں کھاتا ہے۔اس کو غراب زرع کہتے ہیں۔یہ بالاتفاق حلال ہے۔

---

(۱) (یعنی کوّوں کی چار قسمیں ہیں۔ایک وہ جو صرف دانہ کھاتا ہے، اسے کھیتی کا کوا کہا جاتا ہے۔جیسا کہ عن قریب اس کی بحث آئے گی۔یہ کوا بالاتفاق حلال ہے۔کیوں کہ یہ وحشی پرندوں سے میں سے نہیں ہے۔اور نہ مردار کھاتا ہے۔اور ایک کوا وہ ہے جو خالص مردار کھاتا ہے وہ بالاتفاق حرام ہے۔اور ایک وہ جو وحشی پرندوں کی قسم میں شمار کیا جاتا ہے۔وہ بھی بالاتفاق حرام ہے۔اور ایک کوا وہ ہے جو دانہ اور مردار دونوں چیزیں کھاتا ہے۔وہ امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک حلال ہے۔اور وہ عقعق ہے جسے فارسی میں عکہ کہا جاتا ہے۔)

[حاشیہ وقایہ بنام، ذخیرۃ العقبیٰ فی شرح صدر الشریعۃ العظمیٰ:
المعروف حاشیہ چلپی، مطبع منشی نولکشور: ج۲ص۲۰۰]

دوم وہ ہے کہ فقط ناپاک چیزیں کھاتا ہے۔ اس کو ابقع کہتے ہیں۔ اور یہ بالاتفاق مکروہ ہے۔

تیسرا وہ ہے کہ کبھی مانند مرغی (مرغی کی طرح) نجاسات کو اشیاے دیگر (دوسری چیزوں) جیسے خاک، راکھ یا ریت، کے ساتھ خلط کرنے کے بعد کھاتا ہے۔ اور کبھی پاک چیزیں بھی کھاتا ہے۔ اس کوے میں اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہ صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک حلال اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک مکروہ ہے۔ اور اس کو عقعق کہتے ہیں۔

چناں چہ شامی میں مسطور ہے:

"(قوله والغراب الأبقع) أي الذي فيه بياض وسواد قهستاني۔

قال في العناية: وأما الغراب الأبقع والأسود فهو أنواع ثلاثة: نوع يلتقط الحب ولا يأكل الجيف وليس بمكروه. ونوع لا يأكل إلا الجيف وهو الذي سماه المصنف الأبقع وإنه مكروه. ونوع يخلط يأكل الحب مرة والجيف أخرى ولم يذكره في الكتاب، وهو غير مكروه عنده مكروه عند أبي يوسف اهـ والأخير هو العقعق كما في المنح۔ (۲)

اس عبارت شامی کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ کوا خواہ ابلق (سیاہ اور سفید) ہو یا سیاہ ہو، تین قسم ہیں: ایک غراب زرع کہ سوائے پاک چیزوں کے اور چیز نہیں کھاتا، یہ بالاتفاق حلال ہے۔ دوم ابقع مکروہ کہ سوائے مردار کے اور چیز نہیں کھاتا، یہ مکروہ ہے بالاتفاق۔ اور تیسرا وہ ہے کہ دانہ اور مردار

---

(۲) (یعنی ماتن کا قول غراب ابقع یعنی وہ کوا جس میں سفید اور سیاہ دونوں رنگ ہوں، قہستانی۔ عنایہ میں کہا کہ ابقع اور سیاہ کوے کی تین قسمیں ہیں۔

ایک وہ جو دانے کھاتا ہے مردار نہیں کھاتا۔ اور یہ مکروہ نہیں ہے۔

دوسرا وہ جو صرف مردار ہی کھاتا ہے۔ اسی کو مصنف نے ابقع کہا ہے اور یہ مکروہ ہے۔

تیسری قسم جو کبھی دانے کھاتا ہے اور کبھی مردار۔ کتاب میں اس کا ذکر نہیں کیا گیا ہے۔ یہ مصنف کے نزدیک مکروہ نہیں ہے۔ البتہ امام ابو یوسف کے نزدیک مکروہ ہے، اور اس آخری قسم والے کوے کو "منح" میں عقعق کہا گیا ہے۔")

[رد المحتار علی الدر المختار: ج۶ ص ۳۰۵۔ کتاب الذبائح]

دونوں چیزیں کھاتا ہے...... امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، کے نزدیک حلال اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے۔

سوال۔ ﴿۲﴾

آپ نے یہ بیان کیا کہ عقعق مانند مرغی (مرغی کی طرح) نجاست کو باشیاے دیگر (دوسری چیزیں) جیسے خاک، راکھ اور ریت کے ساتھ خلط (ملا) کر کے کھاتا ہے۔ اور شامی سے فقط یہ معلوم ہوتا ہے کہ عقعق کبھی نجاست، کبھی دانہ کھاتا ہے۔ اور شامی میں یہ قید مسطور نہیں ہے کہ عقعق نجاسات کو باشیاے دیگر (دوسری چیزیں) مانند مرغی (مرغی کی طرح) ملا کر کھاتا ہے۔ تو شامی کا حوالہ دینا غلط ہے؟

جواب۔ ﴿۲﴾

اگرچہ شامی میں قید خلط بالتصریح موجود نہیں ہے مگر جمیع حنفیوں کے نزدیک یہ قید مراد ہے۔ اس لیے کہ قاضی خاں میں مسطور ہے:

کہ امام یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: میں نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے عقعق کا حال پوچھا تو انہوں نے فرمایا: لا باس بہ۔ یعنی عقعق کا کھانا جائز ہے اور کچھ مضائقہ (حرج) نہیں۔ پھر میں نے کہا کہ عقعق نجس کھاتا ہے، کیوں کر جائز ہوگا؟ تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا: کہ عقعق خالص نجاست نہیں کھاتا ہے بلکہ نجاست کو دیگر اشیا (دوسری چیزوں) کے ساتھ ملا کر کھاتا ہے۔"

اور قاضی خاں کی عبارت یہ ہے:

"وعن أبی یوسف رحمہ اللہ تعالی انہ قال: سألت أباحنیفۃ رحمہ اللہ تعالی عن العقعق، فقال: لا بأس بہ، فقلت: إنہ یأکل النجاسات، فقال: إنہ یخلط النجاسۃ بشیء آخر، ثم یأکل فکان الأصل عندہ أن مایخلط النجاسۃ بشیء آخر کالدجاج لا بأس بہ، وقال: أبویوسف رحمہ اللہ تعالی: یکرہ العقعق کما تکرہ الدجاجۃ۔[۳]

---

(۳) (یعنی امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے مروی فرماتے ہیں کہ میں نے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے عقعق کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ میں

چوں کہ تجربہ اور مشاہدے سے معلوم ہے کہ یہ دیسی کوا مانند مرغی (مرغی کی طرح) نجاسات کو باشیاے دیگر (دوسری چیزوں کے ساتھ) جیسے خاک، راکھ یا ریتے کے ساتھ ملا کر نہیں کھاتا۔ لہذا عقعق سے خارج ہوا اور غراب زرع (کھیتی کے کوے) میں بالاتفاق داخل نہیں ہے۔ پس ثابت ہوا کہ دیسی کوا حکماً عقعق میں داخل نہیں۔ اس لیے کہ کووں کی یہ تین قسمیں ہیں:

(۱) غراب زرع (۲) ابقع (۳) عقعق۔

چوں کہ (یہ دیسی کوا) اول و سوئم میں داخل نہیں ہوا تو ضرور دوئم کے حکم میں، جو ابقع مکروہ ہے، داخل رہا۔

چناں چہ مولانا محمد احسن صاحب نے "غایۃ الاوطار" کی کتاب الذبائح، میں تحریر فرمایا ہے:

"جو مردار خور پرندہ ہو، چناں چہ غراب ابقع یعنی ابلق کوا، یہ سب حرام ہیں۔ انتھیٰ ما فی الخانیۃ۔"(۴)

اور انہیں مولانا نے احسن المسائل اردو ترجمہ کنزالدقائق، کتاب الذبائح میں صریح لکھا ہے کہ ابلق کوے سے یہ دیسی کوا مراد ہے اور یہ حرام ہے۔ اور عبارت اس کی یہ ہے:

"جو کوا ابلق کہ مردار کھاتا ہے، حرام ہے اور مراد ابلق سے یہی دیسی کوا ہے کہ اس کی گردن کا رنگ بہ نسبت پروں کے سفید ہوتا ہے، اس کو کھانا حرام ہے۔"(۵)

اب مولانا کی ان دونوں تحریروں سے دو امر ثابت ہوئے۔

(گزشتہ صفحہ کا حاشیہ) نے کہ وہ نجاسات کھاتا ہے تو فرمایا: کہ نجاست کو دوسری چیز سے ملاتا ہے، پھر کھاتا ہے۔ گویا کہ ان کے نزدیک اصل یہ ہے کہ وہ نجاست کو دوسری چیز سے ملا کر کھاتا ہے جیسے مرغی اس لیے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ عقعق مکروہ ہے جس طرح مرغی (جو نجاست کھاتی ہے) مکروہ ہے۔) [فتاوی قاضی خاں: ج۴۔ ص۳۰۹۔ کتاب الصید والذبائح]

(۴) [غایۃ الاوطار ترجمہ اردو، الدرالمختار: ج۴ ص ۱۷۳۔ کتاب الذبائح]

(۵) [احسن المسائل ترجمہ کنزالدقائق: ص۳۶۸۔ مطبع صدیقی بریلی۔ یہ عبارت قدیم نسخے میں ہے۔ اب جو جدید نسخے دیوبند سے چھپ رہے ہیں ان میں یہ عبارت بدل دی گئی اور اپنی من مرضی کر دی گئی ہے۔ نعیمی]

غایۃ الاوطار سے یہ ثابت ہوا کہ غراب ابقع، ابلق کوا ہے اور یہ حرام ہے۔ اور احسن المسائل سے یہ ثابت ہوا کہ ابلق کوے سے دیسی کوا مراد ہے اور (یہ) حرام ہے۔

اب ان دونوں عبارتوں سے یہ نتیجہ حاصل ہوا کہ غراب ابقع یہ دیسی کوا ہے اور (یہ) حرام ہے۔ لہذا یہ دیسی کوا، غراب ابقع کے حکم میں داخل ہو کر حرام ہوا۔ اور یہی ہمارا مطلب تھا جو بخوبی ثابت ہوا۔

نیز مولانا نے غایۃ الاوطار "میں حلال کوے کو پہچاننے کا یہ قاعدہ تحریر فرمایا ہے۔

"توامام (اعظم) کے نزدیک قاعدہ یہ ٹھہرا کہ جو نجاست کو دوسری چیز سے ملا کر کھائے چناں چہ مرغی تو (اس کے کھانے میں) کچھ مضائقہ (حرج) نہیں ہے۔"(٦)

اور چوں کہ یہ دیسی کوا مانند مرغی (مرغی کی طرح) نجاسات کو باشیاے دیگر (دوسری چیزوں سے) خلط کر کے نہیں کھاتا ہے تو حلال کوے سے، بموجب اس قاعدہ بالا کے، خارج ہو کر حرام کوے میں داخل ہوا۔ اور زاغ ہاے گزشتہ میں سوائے غراب ابقع کے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دیگر غراب یعنی کوا حرام نہیں ہے، لہذا بموجب اس قاعدے کے یہی ثابت ہوا کہ یہ دیسی کوا، غراب ابقع مکروہ میں داخل ہے۔ اور مولانا کا یہ ضابطہ بعینہٖ قاضی خاں کا ضابطہ ہے۔ اگر یاد نہ ہو پھر دوبارہ نقل کرتا ہوں۔ وہ یہ ہے:

"وعن أبي يوسف رحمه الله تعالى انه قال: سألت أبا حنيفة رحمه الله تعالى عن العقعق، فقال: لا بأس به، فقلت: إنه يأكل النجاسات، فقال: إنه يخلط النجاسة بشيء آخر، ثم يأكل فكان الأصل عنده أن ما يخلط النجاسة بشيء آخر كالدجاج لا بأس به۔"(٧)

---

(٦) [غایۃ الاوطار ترجمہ اردو، الدر المختار: ج۴ص ۱۷۲۔ کتاب الذبائح]

(٧) (یعنی امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مروی فرماتے ہیں کہ میں نے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے عقعق کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ میں نے کہ وہ نجاسات کھاتا ہے تو فرمایا کہ نجاست کو دوسری چیز سے ملاتا ہے پھر کھاتا ہے۔ گویا کہ ان کے نزدیک اصل یہ ہے کہ وہ نجاست کو دوسری چیز سے ملا کر کھاتا ہے جیسے مرغی اس لیے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔) [فتاوی قاضی خاں: ج۴۔ ص ۳۰۹۔ کتاب الصید والذبائح]

اب غور کرنا چاہیے کہ لفظ "ثم" جو قاضی خان کی عبارت میں ہے تعقیب و تراخی کے لیے ہے، چناں چہ نور الانوار میں مسطور ہے:

ثم للتراخی"

اور اس کے حاشیہ قمر الاقمار میں مسطور ہے:

"قوله للتراخی ای تراخی وجود المعطوف عن المعطوف علیه فاذا قلت جائی زید ثم عمرو کان المعنی انه وقع بینهما مهلة۔"(۸)

لہذا اس عبارت کا مطلب یہ ہوا جو نجاست کو لمانند مرغی (مرغی کی طرح) اولاً باشیاے دیگر (دوسری چیزوں) جیسے خاک، راکھ یا ریتے کے ساتھ خلط کرنے کے بعد کھائے وہ حلال ہے۔ اور غایۃ الاوطار کا مطلب بھی یہی ہے اس لیے کہ غایۃ الاوطار" میں لفظ ملا کر کھائے سے صاف ظاہر ہے کہ ملانے کے بعد کھاتا ہو۔ اور یہ دیسی کوا، گرچہ پاک چیزیں کبھی کھاتا ہے مگر خالص نجاسات کو اشیاے دیگر (دوسری چیزوں ملائے بغیر) کھاتا ہے لہذا یہ کوا، بالاتفاق حرام ہے۔

اب ثابت ہوا کہ یہ دیسی کوا، اگر عقعق کی قسم اور مرغی کی مانند (طرح) ہوتا تو مولانا کیوں اپنے قاعدہ محررہ کے خلاف اس کو حرام کہتے۔ اور باوجود یہ کہ مولانا اس دیس کے رہنے والے اور یہ دیسی کوا ہر شہر و بستی میں بکثرت موجود ہے۔ اور اس کے حالات سے بچے کچے، مرد اور عورت سب بخوبی خبردار ہیں۔ تو یہ ممکن نہیں ہے کہ کہا جائے کہ مولانا صاحب اس دیس کے رہنے والے نہیں ہیں۔ لہذا اس کوے کے حالات سے بے خبر ہیں۔ یا یہ کہا جائے کہ دیسی کوا، ہندوستان میں ایسا قلیل الوجود ہے کہ ہر شخص اس کے حالات سے بخوبی واقف نہیں ہے، تاکہ مولانا بھی انہیں لوگوں میں شمار ہوں۔

اور نیز مولانا صاحب ذی علم مسائل فقہ سے خبردار اور ان کی تالیف شدہ کتب فقہ جیسے غایۃ الاو

---

(۸) (یعنی ثم، تراخی کے لیے آتا ہے یعنی معطوف و معطوف علیہ (ثم کا ماقبل و مابعد) کے درمیان وقفہ و تاخیر کا کام کرتا ہے۔ مثلاً تم کہو! "جاءنی زید ثم عمر" یعنی میرے پاس پہلے زید آیا اس کے بعد عمر آیا۔)
[نور الانوار مع حاشیہ قمر الاقمار: ص ۱۲۴۔ مبحث حروف العطف]

تار اور احسن المسائل سب ہندوستان میں شائع اور مقبول خلائق ہیں اور کئی بار چھپ چکی ہیں، نیز اہل اسلام کی ریاستیں جیسے رامپور وغیرہ میں ان کتابوں کی بموجب عمل درآمد ہے، تو یہ ممکن نہیں ہے کہ کہا جائے کہ مولانا صاحب مسائل فقہ سے بے خبر ہیں، لہذا حلال اور حرام جانوروں کی علامات ان کو کیا معلوم؟

اور یہ بھی ممکن نہیں معلوم ہوتا کہ مولانا صاحب نے بددیانتی اور اپنی خواہش نفسانی (سے) اس دیسی کوے کو حرام لکھا ہو۔ اور بالفرض اگر مولانا کی نسبت یہ بدگمانی کی جائے تو ایسی بدگمانی تمام علمائے ہندوستان کی بہ نسبت خواہ دیسی کوے کو حلال کہیں یا حرام کہیں، ممکن ہے، تو بتقدیر ایسی بدگمانی کے (یعنی بدگمانی کی صورت میں) حلال اور حرام کیسے معلوم ہوگا۔ اور چوں کہ یہ یقینی ہے کہ مولانا اس دیس کے رہنے والے اور ان دیسی کووں کے حال سے خبردار اور ذی علم اور مسائل فقہ میں ان کی تالیفات موجود اور سارے ہندوستان میں شائع اور ذائع۔ اور بلا ردوقدح مقبول علما اور محبوب تمام خلائق ہیں۔ اور انہوں نے اس دیسی کوے کو باوجود یہ کہ نجاست اور دانہ دونوں کھاتا ہے بموجب اپنے قاعدہ محررہ جو قاضی خان وغیرہ سے منقول ہے اور مطابق بھی ہے نہ حلال کووں میں داخل کیا اور نہ مرغی کے مانند (طرح) اور نہ عقعق کی قسم سے ٹھہرایا۔

اب یقین ہوا کہ یہ دیسی کوا اگرچہ نجاست و دانہ دونوں کھاتا ہے مگر صرف اس وجہ سے کہ نجاست کو مانند مرغی خلط کر کے نہیں کھاتا ہے۔ لہذا نہ مرغی کا مانند (طرح) اور نہ عقعق کی قسم سے ہوا۔ چوں کہ حنفیوں کے نزدیک قائدہ یہ ٹھہرا کہ جو مانند مرغی (مرغی کی طرح) مردار چیزوں کو اپنے کھانے سے پہلے دیگر اشیا (دوسری چیزوں) سے ملا کر کھائے وہ حلال ہے۔

چناں چہ قاضی خاں میں مسطور ہے:

"فکان الأصل عندہ أن ما یخلط النجاسة بشیء آخر کالدجاج لا بأس به۔"(۹)

---

(۹) (یعنی گویا کہ ان کے نزدیک اصل یہ ہے کہ وہ نجاست کو دوسری چیز سے ملانے کے بعد کھاتا ہے جیسے مرغی اس لیے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔)

[فتاوی قاضی خاں: ج۳۔ ص۳۰۹۔ کتاب الصید والذبائح]

اور مرغی کا حال یہ ہے کہ کبھی خالص پاک چیزیں کھاتی ہے اور کبھی ناپاک چیزوں کو دیگر اشیا(دوسری چیزوں) مثل ریتہ یا خاک یا راکھ کے ساتھ خلط کرنے کے بعد کھاتی ہے۔ لہذا مرغی کی خوراک میں ناپاک چیزیں پاک پر غالب نہ ہوئیں۔ چناں چہ عالمگیری میں ہے:

ولا یکرہ أکل الدجاج المخلی، وإن کان یتناول النجاسة؛ لأنه لا یغلب علیه أکل النجاسة بل یخلطها بغیرها وهو الحب۔ (۱۰)

لہذا جو کوا کبھی پاک چیزوں کو کھاتا ہے اور کبھی ناپاک چیزوں کو دیگر اشیا(دوسری چیزوں) کے ساتھ خلط کرنے کے بعد کھائے تو اس ملانے کی وجہ سے غالب خوراک اس کی مانند مرغی (مرغی کی طرح) ناپاک چیزیں نہ ہوئیں تو بموجب ضابطہ حنفیوں کے مانند مرغی (مرغی کی طرح) ہو کر اس کا کھانا جائز ہوا اور ایسے کوے کو عقعق کہتے ہیں۔

اور دیسی کوے کی کیفیت عقعق کوے کے برخلاف ہے اس لیے کہ ناپاک چیزیں اپنے کھانے سے پہلے با اشیاے دیگر (دوسری چیزوں) جیسے خاک، راکھ یا ریتے کے ساتھ خلط کر کے نہیں کھاتا ہے۔ لہذا نہ مانند مرغی (مرغی کی طرح) نہ حلال عقعق کی قسم سے ہوا۔

اور یہ بھی ثابت ہوا کہ خلط سے وہ خلط مراد ہے کہ اولاً ناپاک چیزوں کو دیگر اشیا(دوسری چیزوں) کے ساتھ ملانے کے بعد کھائے اور یہ مراد نہیں ہے کہ نجاسات اور دانے دونوں کھائے۔

چوں کہ قاضی خان کی اس عبارت:

"فکان الأصل عندہ أن ما یخلط النجاسة بشیء آخر کالدجاج لا بأس به، (۱۱)

---

(۱۰) (یعنی آزاد مرغی کا کھانا مکروہ نہیں ہے۔ اگرچہ اس کی غذا میں نجاست بھی شامل ہے۔ ایسا اس لیے کہ اس کی غذا میں نجاست غالب نہیں ہے بلکہ اس کی غذا میں نجاست کے ساتھ دانہ وغیرہ بھی ملا ہوا ہوتا ہے۔)

[فتاوی عالمگیری: ج۵ ص۲۹۰۔ کتاب الذبائح، الباب الثاني في بیان ما یؤکل من الحیوان وما لا یؤکل]

(۱۱) (یعنی گویا کہ ان کے نزدیک اصل یہ ہے کہ وہ نجاست کو دوسری چیز سے ملانے کے بعد کھاتا ہے جیسے مرغی اس لیے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔)

سے اور اس سے قبل کی عبارت سے ثابت ہوا کہ عقعق کا اختلاط ایسا ہے جیسا کہ مرغی کا اختلاط۔ اور مرغی کے اختلاط کا حال سب کو معلوم ہے کہ اول نجاست کو باشیاے دیگر (دوسری چیزوں سے) ملاتی ہے، بعدہ کھاتی ہے۔

لہٰذا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے بھی امام ابو یوسف رحمہ اللہ کو بھی فرمایا کہ عقعق نجاسات کو بعد خلط باشیاے دیگر (دوسری چیزوں سے ملانے کے بعد) کھاتا ہے۔

چناں چہ لفظ "ثم یاکل" سے کہ "ثم" تعقیب اور تراخی کے لیے آتا ہے ثابت ہے۔ لہٰذا اگر کتب حنفیہ میں یہ پائے کہ عقعق خلط کرتا ہے کبھی دانہ، کبھی نجاسات کھاتا ہے۔

چناں چہ شامی میں مسطور ہے:

"ونوع یخلط یأکل الحب مرة والجیف أخریٰ .... هو العقعق۔"(۱۲)

یا یہ پائے کہ جو کوا نجاست اور دانوں کو جمع کرتا ہے وہ عقعق ہے۔

چناں چہ چلپی میں مسطور ہے:

"نوع یجمع بین الحب والجیف هو حلال عند الاعظم رحمه الله وهو العقعق۔"(۱۳)

یا یہ پائے کہ جو کوا خلط کر کے بعدہ نجاست کبھی دانہ کھاتا ہے۔

چناں چہ عالم گیریہ میں مسطور ہے:

"وإن کان الغراب بحیث یخلط فیأکل الجیف تارة والحب أخریٰ۔"(۱۴)

یا یہ پائے کہ جو کوا نجاست کو ایسے خلط کرتا ہو جیسے مرغی۔

---

(۱۲) (یعنی کوے کی ایک قسم یہ ہے کہ وہ کبھی دانہ کھاتا ہے کبھی مردار۔ اور وہ عقعق ہے۔")
[رد المحتار علی الدر المختار: ج۶ ص۳۰۵۔ کتاب الذبائح]

(۱۳) (یعنی ایک کوا وہ ہے جو دانہ اور مردار دونوں چیزیں کھاتا ہے۔ وہ امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک حلال ہے۔ اور وہ عقعق ہے۔) [حاشیہ وقایہ بنام، ذخیرة العقبیٰ فی شرح صدر الشریعة العظمیٰ:
المعروف حاشیہ چلپی، مطبع منشی نولکشور: ج۲ ص۲۰۰]

(۱۴) (یعنی اگر کوا ایسا ہو مخلوط غذا کھاتا ہو، کہ کبھی مردار کھاتا ہو اور کبھی دانہ)
[فتاوی عالمگیری: ج۵ ص۲۹۰۔ الباب الثانی فی بیان ما یؤکل من الحیوان وما لا یؤکل]

چناں چہ قاضی خاں میں مسطور ہے:

"فکان الأصل عندہ أن مایخلط النجاسة بشیء آخر کالدجاج لا بأس بہ۔[۱۵]

توان جمیع عبارتوں میں نجاست سے، بموجب قاعدہ بالا قاضی خان، وہ نجاستیں مراد ہیں کہ اپنے کھانے سے پہلے باشیاے دیگر (دوسری چیزوں) مثل خاک یا راکھ یا ریتے کے ساتھ خلط کرنے کے بعد کھائے۔ نہ خالص نجاسات کہ اشیاے دیگر (دوسری چیزوں سے) خلط (کیے بغیر) کھائے۔

چناں چہ عالمگیریہ میں مسطور ہے:

"وإن کان الغراب بحیث یخلط فیأکل الجیف تارة والحب أخریٰ فقد روی عن أبی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ أنہ یکرہ، وعن أبی حنیفة رحمہ اللہ تعالیٰ أنہ لا بأس بأکلہ وھو الصحیح علیٰ قیاس الدجاجة۔[۱۶]

اب بقرینہ عبارت قاضی خاں کہ وہاں "ثم یاکل" کہ لفظ "یخلط النجاسة بشیء آخر" کے بعد وارد ہے تو بالضرور وہ اکل مراد ہے کہ بعد خلط ہو۔ اس لیے کہ "ثم" تعقیب، تراخی کے لیے ہے۔ تو عالمگیری کی عبارت میں بھی لفظ "فیاکل" کہ کلمہ "یخلط" کے بعد وارد ہے۔ فا سے تراخی اور تعقیب مراد ہوگی تاکہ عالم گیریہ کی عبارت قاضی خاں کے قاعدے کے موافق ہو۔ اور دیسی کوے اگر چہ دانہ کھاتے ہیں مگر یہ نہیں ہے کہ اول نجاسات کو باشیاے دیگر (دوسری چیزوں) جیسے خاک، راکھ یا ریتے سے خلط کر کے، بعدہ کھائے۔ نیز یہ دیسی کوا بوجہ (اس وجہ سے) کہ چڑیا وغیرہ کے بچے ہوا سے پکڑ کر کھاتا ہے، تو شکاری موذی پرندوں کے ساتھ بھی قدرے مشابہت رکھتا ہے۔

---

(۱۵) (یعنی گویا کہ ان کے نزدیک اصل یہ ہے کہ وہ نجاست کو دوسری چیز سے ملانے کے بعد کھاتا ہے جیسے مرغی اس لیے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔)

[فتاوی قاضی خاں: ج۴۔ ص۳۰۹۔ کتاب الصید والذبائح]

(۱۶) (یعنی اگر کوا ایسا ہے کہ مخلوط غذا کھاتا ہے کہ کبھی مردار کھاتا ہے اور کبھی دانہ تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک وہ مکروہ ہے اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور مرغی پر قیاس کرتے ہوئے یہی صحیح ہے۔")

[فتاوی عالمگیری: ج۵ ص۲۹۰۔ الباب الثانی فی بیان مایؤکل من الحیوان ومالا یؤکل]

سوال۔ ﴿۳﴾

شامی کی عبارت گزشتہ سے معلوم ہوا کہ کوا خواہ ابلق ہو یا سیاہ پاک اور ناپاک دونوں کھاتا ہے، وہ عقعق ہے۔ اور عبارت گزشتہ کے بعد عقعق کی تشریح میں لکھا ہے کہ عقعق سیاہ اور سفید یعنی ابلق دُم دراز جسامت میں کبوتر کی مانند (طرح) پرندہ ہے۔

تو شامی کی اول اور اخیر عبارت آپس میں مخالف ہوئیں۔ اس لیے کہ اول عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ عقعق کا اطلاق سیاہ اور ابلق دونوں پر ہوتا ہے اور اخیر عبارت سے مفہوم ہوتا ہے کہ عقعق صرف ابلق کوے کو کہتے ہیں۔ اور وہ عبارت اخیر کی یہ ہے:

"(قوله والعقعق) وزان جعفر: طائر نحو الحمامة طويل الذنب فيه بياض وسواد، وهو نوع من الغربان يتشاءم به ويعقعق بسوط يشبه العين والقاف۔" (۱۷)

جواب۔ ﴿۳﴾

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اصلی عقعق ابلق یعنی سیاہ اور سفید دم دراز اور جسامت میں مانند کبوتر (کبوتر کی طرح) ہے۔ اور سیاہ کوا جو پاک اور ناپاک دونوں کھاتا ہے بموجب ضابطہ امام ابو حنیفہ صاحب رحمہ اللہ کے فقہانے حکماً عقعق میں داخل کیا۔

چناں چہ غراب زرع سیاہ چھوٹے کوے کو کہتے ہیں، مگر فقہا نے اس سے مطلق کوا مراد لیا ہے، کہ دانہ اور پاک چیزیں کھائے۔ خواہ ابلق ہو یا سیاہ ہو یا زاغ ہو۔ چناں چہ شامی میں مسطور ہے:

"(قوله وحل غراب الزرع) وهو غراب أسود صغير يقال له الزاغ وقد يكون محمر المنقار والرجلين رملي قال القهستاني وأريد به غراب لم يأكل إلا الحب سواء كان أبقع أو أسود أو زاغا۔" (۱۸)

---

(۱۷) (یعنی عقعق جعفر کے وزن پر ہے۔ یہ پرندہ کبوتر کی طرح ہے۔ اس کی دم لمبی ہوتی ہے۔ اور یہ سواد اور کالا ہوتا ہے۔ اسے لوگ باعث نحوست و بدشگونی مانتے ہیں۔ اور یہ عین اور قاف والی آواز نکالتا ہے۔) [رد المحتار علی الدر المختار: ج۹ص۳۰۸۔ کتاب الذبائح]

(۱۸) (یعنی کھیتی کا کوا حلال ہے اور کوا کالا اور چھوٹا ہوتا ہے۔ اسے زاغ کہا جاتا ہے۔ اس کی چونچ اور پاؤں سرخ بھی ہوتے ہیں۔ رملی۔ قہستانی نے کہا کہ اس سے وہ کوا مراد ہے جو صرف دانہ کھاتا ہے اب خواہ وہ ابقع ہو، کالا ہو یا زاغ ہو۔) [مرجع سابق: ص۳۰۷،۳۰۸]

چوں کہ کووں کی قسم بخوبی معلوم ہوئی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ان اقسام میں سے غراب زرع کا کھانا بالاتفاق جائز ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ دیسی کوا عقعق سے خارج اور باقی اقسام کووں میں، جو حرام ہے، داخل ہے۔ اور اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ عقعق میں امام ابو حنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) اور امام یوسف (رحمۃ اللہ علیہ) کا اختلاف ہے۔ امام یوسف (رحمۃ اللہ علیہ) کے نزدیک حرام اور امام ابو حنیفہ صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کے نزدیک حلال ہے۔

اب عقعق کا حال بھی سنو! کہ امام یوسف (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابو حنیفہ صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) سے پوچھا کہ عقعق کا کھانا کیسا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: لا باس بہ۔ یعنی عقعق کے کھانے میں باس (کوئی حرج) نہیں ہے۔

اب تک میں نے کتاب میں "لا باس بہ" کا مطلب بیان نہیں کیا تھا۔ اب فقہا کی کتب معتبرہ سے جو اس لفظ سے فقہا کا مقصود ہوتا ہے نقل کرتا ہوں۔

وہ یہ ہے کہ فقہا کے کلام میں جس فعل کی نسبت "لا باس بہ" وارد ہو۔ تو وہاں اکثر اس لفظ سے یہ مقصود ہوتا ہے کہ اس فعل کے بر خلاف دوسرا فعل مستحب ہے اور افضل ہے اور فقہا اس فعل کے بر خلاف فتویٰ دیتے ہیں۔ چناں چہ عالمگیریہ میں مسطور ہے:

"لا بأس بنقش المسجد بالجص والساج وماء الذهب، والصرف إلى الفقراء أفضل، كذا في السراجية وعليه الفتوى، كذا في المضمرات. وهكذا في المحيط۔[19]

کہ استحکام مسجد کے لیے مسجد کو چونہ لگانا بہتر ہے مگر چونہ، ساج اور سونے کے پانی سے مسجد کو نقش کرنے سے فقرا کو دینا بہتر ہے۔ اور ایسا ہی سراجیہ میں ہے۔ اور اس پر فتویٰ ہے۔ ایسا ہی مضمرات اور محیط میں ہے۔

---

(۱۹) (یعنی مسجد کو قلعی، ساج کی لکڑی اور سونے کے پانی سے منقش کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ البتہ فقیروں پر خرچ کرنے میں زیادہ فضیلت ہے۔ ایسا ہی سراجیہ میں ہے۔ اور اسی پر فتویٰ ہے۔ ایسا ہی مضمرات اور محیط میں ہے۔)

[فتاوی عالمگیری: ج۵ ص۳۱۹۔ الباب الخامس في آداب المسجد والقبلة والمصحف.....]

نیز شامی نے نہایہ سے نقل کیا کہ لفظ "لا باس" اس پر دلیل ہے کہ اس فعل کا غیر مستحب ہے۔ اور شامی نے عالمگیریہ کی عبارت بالا کو بطور شاہد اور سند نقل کیا۔ وہ یہ ہے:

"قال في النهاية لأن لفظ لا بأس دليل على أن المستحب غيره؛ لأن البأس الشدة اهـ ولهذا قال في حظر الهندية عن المضمرات: والصرف إلى الفقراء أفضل وعليه الفتوى۔"[20]

لہذا حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے جو امام یوسف رحمہ اللہ کو فرمایا کہ عقعق کے کھانے میں باس (کوئی حرج) نہیں ہے۔ ان کا مقصود یہ ہے کہ عقعق کا کھانا افضل و مستحب نہیں ہے بلکہ اس کے کھانے سے بچنا افضل اور مستحب ہے۔ چناں چہ شامی میں مسطور ہے:

"والعقعق واللقلق واللحام فلا يستحب أكلها وإن كانت في الأصل حلالا لتعارف الناس بإصابة آفة لآكلها فينبغي أن يتحرز عنه۔"[21]

اب شامی کی اس عبارت، ينبغي ان يتحرز عنه، سے ثابت ہوا کہ عقعق کے کھانے سے بچنا بہتر ہے۔ اور ایسی روایتوں پر فقہا نے فتوی دیا ہے جیسا کہ عالمگیری سے ثابت ہوا۔

اور بالفرض اگر کوئی رائے یا روایت ضعیف کہ ضابطہ بالا کے موافق نہ ہو اور اس روایت شامی سے بر خلاف ہو۔ تاہم اُس ضعیف پر عمل کرنا اور راجح روایتوں کو، کہ ضوابط فقہا کے موافق ہیں، چھوڑنا اور ان کے حکم کرنا خلاف کرنا، خلاف شرع اور ناجائز ہے۔ چناں چہ در مختار میں مسطور ہے:

"وأن الحكم والفتيا بالقول المرجوح جهل وخرق للإجماع۔"[22]

---

(۲۰) (یعنی نہایہ میں کہا کہ لفظ "لا بأس" اس بات پر دلیل ہے کہ اس کے علاوہ پر عمل مستحب ہے۔ اس لیے کہ "بأس" سے مراد شدت ہے۔ اسی لیے فتاوی ہندیہ کے کتاب الحظر، میں مضمرات سے منقول ہے کہ البتہ فقیروں پر خرچ کرنے میں زیادہ فضیلت ہے۔ اور اسی پر فتوی ہے۔)

[رد المحتار على الدر المختار: ج۱ ص ۶۵۸۔ مطلب في أحكام المسجد]

(۲۱) (یعنی عقعق کوا، سارس اور لحام (ایک قسم کی مچھلی) کا کھانا مستحب نہیں ہے، اگر چہ اصل میں حلال ہے، کیوں کہ لوگوں میں اس کے کھانے والے پر آفت پہنچنا مشہور ہے۔ لہذا اس سے بچنا ہی مناسب ہے)

[مرجع سابق: ج۶ ص ۳۰۶۔ کتاب الذبائح]

(۲۲) (یعنی قول مرجوح پر حکم اور فتوی دینا، جہالت اور مخالف اجماع ہے)

[الدر المختار: ج۱ ص ۴۷۔ مقدمہ]

اور نیز شامی میں مسطور ہے کہ حنفیوں کا مذہب یہ ہے کہ مرجوح روایت پر نہ خود عمل کرے اور نہ دوسرے کو بموجب روایت ضعیف و مرجوح عمل بتائے۔ اور وہ عبارت یہ ہے:

"ومذهب الحنفية المنع عن المرجوح حتى لنفسه لكون المرجوح صار منسوخاً۔"[۴۳]

خلاصہ یہ ہے کہ یہ دیسی کوا نہ مانند مرغی (مرغی کی طرح) نہ عقعق کی قسم سے ہے۔ تو یہ دیسی کو احرام ہے۔ اور عقعق کے کھانے سے بچنا افضل اور مستحب ہے۔

اب ثابت ہوا کہ عقعق کے کھانے سے بچنا افضل اور مستحب ہے۔ اور یہ دیسی کوا، حرام ہے اگرچہ دانہ اور نجاسات کھاتا ہے۔ مگر مانند مرغی قبل کھانے اپنے کے نجاسات کو اشیاے دیگر کے ساتھ جیسے خاک یا راکھ یا ریت ملا کر نہیں کھاتا ہے۔

والله اعلم بالصواب. و اليه المرجع والمآب

بینظیر شگفتہ محمد گل (۱۳۰۰ھ)

تمت

سال تاریخ از مولف

بہر سالش دی شنیدم ایں صدا
حکم حرمت ہست بر زاغان ہند
ربط قبلش از سر زاغاں بکن
تا کہ گیری سال تا پایان ھند

(۴۳) (یعنی مذہب حنفی میں مرجوح کے منسوخ ہونے کی وجہ سے قول مرجوح اختیار کرنا اور اس پر خود عمل کرنا منع ہے۔) [مرجع سابق]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوال۔ ﴿۱﴾

کیا فرماتے ہیں علماے دین اس صورت میں کہ ایک کافر ذبیحہ کا گوشت بیچتا ہے اور بیان کرتا ہے کہ اس ذبیحہ کو مسلمان نے ذبح کیا ہے۔ اور مسلمان کے ذبح کرنے پر دلیل کافر کا قول ہے۔ اس صورت میں باعتبار قول کافر، وہ ذبیحہ حلال ہے یا حرام؟ اور مثلاً گاؤں میں عادت ہوتی ہے کہ مسلمانوں سے ذبح کرا کے کفار بیچتے ہیں۔ مگر خریدار کو سوائے قول کافر یا عادت کے دوسری وجہ سے معلوم نہیں ہوتا۔ پس اس کا حکم کیا ہے؟

جواب۔ ﴿۱﴾

اول قرینہ وغیرہ پر حکم نہیں کیا جاتا۔ تاوقتیکہ دلیل شرعی قائم نہ ہو۔ اسی وجہ سے حنفی قیافہ پر حکم نہیں کرتے۔ خاص کر حلت و حرمت میں احتیاط ضروری ہے۔ پس صورت مرقومہ میں حلت و حرمت کا حکم کہ دیانات میں سے ہے، نہ کیا جائے۔ یعنی وہ گوشت جو بقول کافر، مسلمان کا ذبح کیا ہوا ہے کھانا جائز نہیں ہے۔ در مختار میں ہے:

"وأصله أن خبر الكافر مقبول بالإجماع في المعاملات لا في الديانات۔ انتهى۔"[۲۴]

وقال محمد بن حسن الشيباني في الموطا:

"فإن أتى بذلك مجوس، وذكر أن مسلما ذبحه، ......لم يصدق، ولم يؤكل۔"[۲۵]

واللہ اعلم بالصواب

---

(۲۴) (یعنی اس کی اصل یہ ہے کہ کافر کی خبر اجماعاً معاملات میں مقبول ہے دیانات میں نہیں۔)

[الدر المختار: ج۶ ص ۳۴۵۔ کتاب الحظر والاباحۃ]

(۲۵) (یعنی امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، نے مؤطا میں فرمایا ہے: اگر مجوسی گوشت لائے اور بتائے کہ اس کو مسلمان نے ذبح کیا ہے تو اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی اور نہ وہ گوشت کھایا جائے گا۔)

[مؤطا امام مالک: ص ۲۴۴۔ الرقم، ۶۵۷]

تصدیقات

ماقال المجیب اللبیب فھواحق بالقبول، ولا یخالفہ الامن ھوزائغ عن الحق و مجھول۔ فقط۔

محمد قاسم علی عفی عنہ

جواب صحیح ہے اور قرینہ قاطعہ سے حلت اور حرمت کے بارے میں ثبوت نہیں ہو سکتا ہے۔ باب تعزیرات میں، البتہ معتبر ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

مہر۔ حفظ اللہ حسبنا اللہ بس ۱۲۶۰ھ۔

مہر۔ محمد صدر الدین۔ ۱۲۴۰۔

مہر۔ محمد قطب الدین۔ ۱۲۹۷۔

مہر۔ فقیر احمد سعید احمدی۔ ۱۲۵۵۔

مہر۔ محمد کریم اللہ۔ ۱۲۴۱۔

مہر۔ احمد علی کل حال۔ ۱۲۶۹۔

مہر۔ نوازش علی۔ ۱۲۶۲۔

رحمۃ اللہ علیہ۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ ۱۲۶۹۔

مہر۔ سید نذر محمد حسین۔ ۱۲۷۰۔

تمت

احسن المطابع پریس مراد آباد طبع شد

ثبت شیخ الکل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی فقه من شاء من عباده بالتبصرۃ والیقین، ومن علیهم بدقۃ النظر فی الدلائل فادرکوا بذلک رضاء رب العلمین، فلذلک شادوا منار أصولهم بحیعلۃ فهرست التأذین فظهرلهم کنز الهدایۃ جالیاً بالحق والتبیین، من هنالک عرفوا رمز الحقائق بخوض نهر رائق یروی بالاغتراف من الفوائد الواردین، فحفتهم العنایۃ فی البدایۃ والنهایۃ بفتح أرحم الراحمین، وأفاض علیهم بحر الجود فبلغوا غایۃ المقصود وکان به إرشاد المسترشدین، وأشهد أن لا اله الا اللہ وحده لا شریک له شهادۃً تکون لنا ذخیرۃً فی یوم الدین، وأشهد أن سیدنا ونبینا محمداً عبده ورسوله القائم بحقیقۃ الحق والیقین۔ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم وعلیٰ آله وأصحابه أولی الفصاحۃ والبلاغۃ والتبیین۔

أما بعد: فیقول فقیر ربه وأسیر ذنبه کثیر المساوی محمد المکی الکتبی الخلوتی الصاوی قد التمس منی الفاضل الکامل کریم المحیا کثیر الأدب والحیا الملازم علی التقویٰ المجانب للاهویٰ ملازم الدروس وجیب النفوس العالم الفاضل حاوی الفواضل مولوی محمد گل أن أجیزه بما احتوی علیه سندی من کتب الفقه والحدیث والتفسیر وذالک من حسن ظنه بأنی أهل لذلک، ولیس الأمر فی الواقع کذلک ولکن قضی بأنی أسئل عن تلک المسالک وقضاء اللہ لیس له دافع، فأجبته متمثلا کما أجازنی بذلک سیدی المرحوم مولانا مقتدانا کوکباً لهدایۃ فی الحرمین الشریفین خاتم المحققین السید محمد المکی الکتبی الخلوتی الخطیب والمدرس فی المسجد الحرام وهو مجاز عن والده المرحوم خاتم المحققین السید محمد الکتبی الخطیب والإمام والمدرس بالمسجد الحرام عن والده مفتی الأحناف بالبلدۃ الحرام السید محمد بن حسین الکتبی قدس المولیٰ روحه فی دار السلام، کما أجازه بذلک أستاذه خاتمۃ المحققین مولانا المرحوم السید أحمد الطحطاوی محشی الدر المختار رحمه مولاه رحمۃ الأبرار، وأوصیه بالتقوی فانها السبب الأقوی، وأن لا ینسانی من صالح دعواته فی خلواته وجلواته۔

کتبه السید محمد المکی الکتبی الخلوتی الخطیب والامام بالمسجد الحرام

(مهر)

بسم الله الرحمٰن الرحیم وبہ نستعین!!!

الحمد لله الذی أنزل القرآن والشریعة بالسند المتصل إلیه وجعل اتصال السند من الطرائق المقربة لدیه، والصلاة والسلام علی سیدنا محمد الذی انزل علیه: اتل ما اوحی الیك من الکتاب' وعلی آله وأصحابه الذین نقلوا إلینا ملة الهدی والصواب وعلی أتباعه وأتباعهم خصوصاً منهم حملة الشرع الأنجاب۔

وبعد: فلما کان علم الفقه به سعادة الدارین ویزیل عن القلب ظلمة الأوهام والرین، إذ به یعرف حلال الدین وحرامه، ویدرك قواعد الاسلام ویقوم به نظامه، وجب علی الطلاب الخوض فیه، وفهم المعانی علی التحقیق، لیظفروا منه بالمقصود من غیر توانٍ ولا تعویق، ووجب علیهم ملازمة درسه والمبادرة إلی انسه لیصیر کل واحدٍ قدوةً لأمة من جنسه بعد إزالة درن نفسه وکان ذٰلك لایتم لهم الا بملازمة الأستاذ وتوفیقه لهم علی غرائبه وتبیین عجائبه کما تلقّی هو عن سلفه وسلفه عن سلفه وکان ذٰلك داعیاً لطلب السند لیکون لهم عوناً۔

وسند فان الذی لاسند له کالدعی الذی لا أب له فأردت أن أذکر سندی عن أشیاخ الذین أخذت عنهم لیکون ذٰلك محفوظاً دائماً وینتفع به من کان من إخوانی لی ملازماً فأول ما أذکر منه سندی عن والدی عن شیخه الشیخ أحمد الحماقی وقد أخذت عنه کما أخذ عنه والدی وذکرت السند بواسطته تبرکاً بذکر الوالد وابقاء لذکره فی التألیف فأقول ولاحول ولاقوة الا بالله العلی العظیم۔

وأنا الفقیر الحقیر ملازم الذل والتقصیر کثیر المساوی أحمد الطحطاوی منشأً، المصری وطناً، الحنفی مذهباً، الخلوتی طریقةً، بن العلامة السید الشریف العلامة السید محمد بن المولی السید إسماعیل من ذریة الولی العارف بالله تعالی الشریف العلامة السید محمد مفتی السادة الحنفیة بمدینة توقات بالأقالیم الرومیة سلالة البضعة الهاشمیة بضعة خیر البریة قد أخذت الفقه عن عدة أشیاخ معتبرین بأسانیدهم۔

السند الأول:

عن جدي وشيخي والدي العلامة السيد محمد المذكور عن شيخه مفتي السادة الحنفية بالديار المصرية الشيخ العلامة أحمد الحماقي عن مشائخه الشيخ الإمام علامة الأنام شيخ الإسلام والمسلمين الشيخ علي العقدي وخاتم المحققين السيد علي الحنفي السيواسي البصير وهو صدر العلماء الأعلام الشيخ أحمد الشهير بالدقدوسي وعين المفتيين بالديار المصرية السيد علي الشهير بالسكندري وأخذ المذكورون عن الشيخين الجليلين هما الشيخ محمد شاهين الأرمناوي والشيخ عبد الحي الشرنبلالي وكلاهما أخذا عن الشيخ أحمد الشوبري والشيخ حسن الشرنبلالي صاحب التصانيف وهما أخذا عن الشيخ محمد المحبي عن الشيخ المقدسي عن الشيخ شهاب الدين أحمد بن يونس الشهير بالشلبي شارح الكنز عن الشيخ عبد البر بن الشحنه عن المحقق الكمال بن الهمام عن الشيخ سراج الدين عمر قاري الهداية عن الشيخ علاء الدين السيرامي عن السيد جلال الدين شارح الهداية عن علاء الدين عبد العزيز البخاري صاحب الكشف والتحقيق عن الأستاذ حافظ الدين الكبير صاحب الكنز عن العلامة الكردري [1] عن برهان الدين صاحب الهداية عن فخر الإسلام علي البزدوي عن شمس الأئمة السرخسي عن الإمام الحلواني عن القاضي أبي علي النسفي عن الإمام أبي بكر محمد بن الفضل البخاري عن الامام عبد الله سبذموني نسبة الى سبذمون قرية من قرى البخاري عن الإمام عبد الله [2] أبي حفص البخاري عن أبيه عن الإمام الأجل محمد بن الحسين [3] الشيباني عن إمام الأئمة أبي حنيفة رضي الله تعالى عنه۔

{۱} وهو "محمد بن عبد الستار بن محمد الكردري" الجواهر المضية في طبقات الحنفية (۳/۲۸)

{۲} الصواب "أبي عبد الله بن أبي حفص البخاري" وهي كنيته، واسمه الكامل "أبو عبد الله محمد بن أحمد بن حفص بن زبرقان البخاري الحنفي المعروف بأبي حفص الصغير" معجم المؤلفين (۳/۶۱) والجواهر المضية في طبقات الحنفية (۳/۵۹) واسم والده أحمد بن حفص المعروف بأبي حفص الكبير كما في الجواهر المضية في طبقات الحنفية (۱/۲۶)۔

{۳} "الحسن" بدون الياء "الجواهر المضية في طبقات الحنفية۔ (۳/۱۲۲)۔

السند الثاني:

ويلتقي مع الأول في بعض الأشياخ بل في غالبهم وهو سند شيخي وعمدتي وعدتي ومرجعي شيخ الإسلام وكهف الانام عمدة أهل التحقيق وذروة أهل التدقيق مولانا المخصوص بالعناية واللطف الخفي السيد الشريف محمد الحريري الأزهري الحنفي مفتي الديار المصرية۔

وهٰذا صورة سنده:

بسم الله الرحمٰن الرحيم۔ الحمد لله رب العٰلمين والصلوٰة والسلام على سيدنا محمدٍ وآلهٖ وأصحابهٖ أجمعين۔

أما بعد: فيقول الفقير إلى لطف ربه الجلي والخفي محمد الحريري الأزهري الحنفي قد تلقيت الفقه عن عدة مشائخ معتبرين منهم بل أجلهم شيخ الإسلام والمسلمين حسن المقدسي فإني قرأت عليه كتباً عديدةً معتبرةً في المذهب۔

منها كتاب "الهداية" للإمام المرغيناني في الفقه فإني أخذته عن شيخنا الإمام العلامة الهمام حسن المقدسي المذكور وهو تلقاه عن خاتم المحققين الشيخ عليم الدين سليمان المنصوري مفتي السادة الحنفية في عصرهٖ بمصر المحروسة وهو أخذه عن عدة أشياخ كما أخبر به رحمه الله۔

منهم شيخه الشيخ عبد الحي الشرنبلالي الحنفي وهو عن شيخه فقيه النفس الشيخ حسن بن عمار الشرنبلالي الحنفي صاحب التاليف العديدة والتصانيف المفيدة في الفقه وغيرهٖ۔

وهو أخذه عن الشيخ المحبي والعلامة الشيخ علي [4] المقدسي شارح نظم الكنز وأخذه عن [5] الشيخ علي المقدسي عن العلامة شهاب الدين أحمد بن يونس الشهير بالشلبي شارح الكنز وهو عن العلامة عبد البر بن الشحنه وهو عن المحقق المدقق كمال الدين بن الهمام صاحب فتح القدير ومؤلف كتاب التحرير في الأصول وغيرهما وهو عن الشيخ سراج الدين عمر بن علي الكناني

{4} "وفي مخطوطة لثبت الطحطاوي "حسن" بدل علي: وهٰذا السند عندي هٰهنا مختلف قليلاً وهو كذا "أخذه الشيخ حَسَن بن عمار الشرُنبُلَالِي عَن الشيخ المُحِبي وَالعَلامَةِ الشيخ علي بن غانِم المقدسي وأخذه علي بن غانم مقدسي عن العلامةِ شهاب الدين أحمد بن يونس الشهير بالشلبي شارح الكنز، الخ۔

{5} "اللفظة "عن" زائدة" ثبت الطحطاوي (ص ٦٨)۔

القاهری الحسینی الشہیر بقارئ الهدایة وهو عن شیخ الشیوخ علاء الدین أحمد بن محمد السیرمی[٦] وهو عن العلامة السید الشریف شارح الهدایة جلال الدین وهو عن العالم الربانی والعارف الصمدانی عبد العزیز أبی الفضل بن محمد بن نصر البخاری صاحب الکشف والتحقیق وهو عن شیخ الشیوخ حافظ الدین الکبیر أبو[٧] البرکات عبد الله بن أحمد بن محمود النسفی صاحب الکافی والکنز وغیرهما وهو عن الإمام شمس الأئمة محمد بن عبد الستار الکردری ویقال له الکردی الحنفی وهو عن الشیخ أبی بکرٍ عبد الجلیل الرشدانی المرغینانی المخصوص بالعنایة صاحب الهدایة تغمده الله برحمته ورضوانه۔

وأما سند صاحب الهدایة فی الفقه فانه أخذ عن حجة الإسلام علی البزدوی وهو عن شمس الأئمة السرخسی وهو عن شمس الأئمة الحلوانی وهو عن القاضی علی النسفی وهو عن الإمام أبی بکرٍ محمد بن الفضل البخاری وهو عن الإمام أبی عبد الله[٨] السبذمونی بضم السین وفتحها بعدها بائ مؤحدة مفتوحة ثم ذال معجمة ساکنة بعدها میم مضمومة ثم نون نسبة الیٰ قریة من قریٰ البخاریٰ وهو عن الإمام أبی عبد الله بن أبی حفص البخاری وهو عن أبیه وهو عن الإمام محمد بن الحسن الشیبانی وهو عن الإمام الأعظم والمجتهد المقدم أبی حنیفة النعمان بن ثابت الکوفی بوأه الله اعلیٰ غرف الجنان وهو رضی الله عنه أخذه عن الإمام حماد بن سلیمان وهو عن إبراهیم بن یزید النخعی وهو عن علقمة وهو عن بن مسعودٍ عبد الله رضی الله عنه وهو عن النبی صلی الله علیه وسلم وشرف وکرم عن جبریل علیه السلام عن الله تبارک وتعالیٰ والله الموفق وصلی الله علی سیدنا محمد النبی الأمی وعلیٰ آله وصحبه وسلم، والحمد لله رب العٰلمین۔

{٦} "السیرامی" بالالف بعد الراء۔ (الدرر الکامنة فی أعیان المائة الثانیة لابن حجر)(١/٣٠٧) وبغیة الوعاة فی طبقات اللغویین والنحاة للسیوطی(٢/١٣٨)۔

{٧} والصواب "أبی"۔

{٨} الصواب "عبد الله" بدون أبی کما تقدم۔ واسمه الکامل "أبو محمد عبد الله بن محمد بن یعقوب بن الحارث الحارثی الکلاباذی" الأعلام للزرکلی(٤/١٢٠) الأنساب للسمعانی(٣/٢١٣) وتبصیر المنتبه بتحریر المشتبه لابن حجر(٣/١٢٢٢)]۔

ذکر سندی ببعض کتب الحدیث

{أما البخاری}

فأخذتها إجازةً عن عدة أشیاخ منهم شیخی وقدوتی الشیخ محمد الأمیر والشیخ حسن الجداوی والشیخ عبد العلیم کلهم من طریق النور الألمعی المفید الشیخ علی العدوی من أهل الصعید عن شیخه الشیخ محمد عقیلة قال أرویه بأعلی سندٍ یوجد فی الدنیا عن شیخنا الشیخ الحسن العجیمی عن الشیخ أحمد العجلی الیمنی عن الإمام یحیٰی بن مکرم الطبری قال أخبرنا البرهان إبراهیم بن محمد بن صدقة الدمشقی وغیره بروایاتهم عن الشیخ عبد الرحمٰن بن عبد الأول الفرغانی وکان عمره مائةً وأربعین سنةً وهو ممن اجتمع بالخضر علیه السلام وقد قرأ البخاری علی أبی عبد الرحمٰن محمد بن شاذ بخت الفارسی الفرغانی بسماعه بجمیعه علی الشیخ أحد الابدال بسمرقندٍ أبی لقمان یحیٰی بن عمار بن مقبل شاهان الختلانی وکان عمره مائةً وثلاثةً وأربعین سنةً وقد سمعه جمیعه عن محمد بن یوسف الفربری عن جامعه الامام محمد بن إسماعیل البخاری۔

{وأما۔ صحیح المسلم}

فهو بالإجازة عن أشیاخی المتقدمین عن شیخهم النور العدوی عن شیخه محمد عقیلة عن العجیمی عن الیمنی عن الإمام یحیٰی بن مکرم الطبری عن جدهٖ محب الدین قال أخبرنا الرحلة زین الدین أبو بکر بن الحسین المراغی عن بن العباس [9] أحمد بن أبی طالب الحجار عن الأنجب بن أبی السعادات الحتملی [10] قال أخبرنا أبو الفرج مسعود بن الحسین [11] الثقفی عن الحافظ أبی القاسم عبد الرحمٰن بن منده عن الحافظ أبی بکرٍ محمد بن عبد الله الجوزقی عن أبی الحسن مکی بن عبدان عن جامعهٖ الإمام مسلم بن حجاج القشیری۔ انتهیٰ۔

{9} والصواب "أبی العباس" کما فی "المعین فی طبقات المحدثین للذهبی۔ (ص ۲۳۲) الدرر الکامنة فی أعیان المائة الثامنة لابن حجر (۱/۱۴۲)]۔

{10} والصواب "الحمامی" بالمیم قبل الالف وبعدها بدون التاء والنون" ثبت الطحطاوی (ص ۸۷) والمعین فی طبقات المحدثین للذهبی (ص ۱۹۷)]۔

{11} الصواب الحسن بدون الیاء قبل النون انظر إلی المصادر السابقة۔

{وأما: سنن الحافظ أبي داوود}

فبالسند السابق إجازةً إلى الطبري عن جده المحب عن الشريف أبي الطاهر محمد بن الكريك[١٢] عن المسندة زينب بنت الكمال المقدسية عن أبي القاسم عبد الرحمٰن بن مكي الحاسب عن الحافظ أبي الطاهر أحمد بن محمد السلفي قال كتب لي أبو جعفر العبادلي من البصرة قال أخبرنا أبو عمر القاسم بن جعفر الخطيب بن عبد الواحد الهاشمي قال الخطيب سماعاً قال[١٣] أخبرنا أبو علي محمد بن أحمد اللؤلؤي قال أخبرنا مؤلفه الحافظ الحجة أبو داود سليمان بن الأشعث السجستاني رحمه الله

{وأما: الجامع للحافظ أبي عيسى الترمذي}

فبالإجازة عن المشائخ المذكورين عن شيخهم النور العدوي عن شيخه محمد عقيلة عن الشيخ حسن العجيمي عن الشيخ أحمد بن محمد القشاشي الصوفي عن شيخه الشيخ أحمد بن علي الشناوي[١٤] الصوفي عن الشيخ علي بن عبد القدوس الشناوي الصوفي عن الشيخ عبد الوهاب الشعراني الصوفي عن الشيخ زكريا بن محمد الفقيه الصوفي عن العارف بالله تعالى زين الدين المراغي العثماني الصوفي عن استاذ الصوفية شرف الدين إسمٰعيل بن إبراهيم الجبرتي العقيلي الصوفي عن المند[١٥] أبي الحسن علي بن عمر الواني الصوفي عن أستاذه[١٦] أهل التحقيق الشيخ محيي الدين محمد بن علي العربي الطائي الحاتمي الصوفي عن شيخ الشيوخ عبد الوهاب بن علي بن سكينة البغدادي الصوفي عن أبي الفتح عبد الملك بن عبد الله الكروخي الصوفي عن شيخه المحقق الحافظ أبي إسمٰعيل عبد[١٧] بن محمد الأنصاري الهروي شيخ الإسلام الصوفي عن عبد الجبار الجراحي عن أبي العباس محمد بن أحمد بن محبوب المحبوبي عن مؤلفه الترمذي۔

{١٢} والصواب "الكويك بالواو" الأعلام للزركلي (٧/٣٣) والضوء اللامع للسخاوي (٩/١١١)]۔

{١٣} في ثبت الطحطاوي (ص٨٩) "قالا"۔

{١٤} الصواب "الشناوي" بالشين المعجمة، نسبة إلى "شنو" قرية بالغربية مصر "الأعلام للزركلي (١/١٨١) معجم المؤلفين لعمر رضا كحالة (١/٢٠٥) لب اللباب في تحرير الأنساب للسيوطي (١/٩٨)

{١٥} كذا وقع فيه، والصواب "المسند بالسين المهملة" وهٰكذا في مخطوطة الطحطاوي۔

{١٦} والصواب "أستاذ"۔

{١٧} كذا والصواب "عبد الله" تذكرة الحفاظ للذهبي (٣/١١٨٣) والأعلام للزركلي (٣/١٢٢)]۔

{وأما: المواهب اللدنية}

فإجازة بالسند المذكور عن الشيخ عبد الله البناني عن سيدي محمد الزرقاني عن العلامة الشبراملسي عن أحمد بن خليل السبكي عن الشريف يوسف الأرميوني عن مؤلفها أحمد بن محمد بن (أبي بكر) القسطلاني۔ والله سبحانه وتعالىٰ أعلم۔

تم بحمد الله وعونه وحسن توفيقه وصلى الله علىٰ سيدنا محمدٍ وآله وصحبه وسلم تسليماً۔

بسم الله الرحمٰن الرحيم

الحمد لله الذي جعل العلماء خير عباد الله الذين اصطفاهم وإلى معالم دينه هداهم واجتباهم وجعلهم ورثة الأنبياء وخلفائهم وإلى أعلىٰ الدرجات أصعدهم وأرقاهم، فهم قادة المسلمين وعرفاهم وأدلتهم على الله وشفعائهم والصلاة والسلام علىٰ سيدنا محمدٍ خيرٍ من دعىٰ إلى الله والهدىٰ وعلىٰ آله وأصحابه وكل من بهديه اهتدىٰ۔

وبعد: فلما كان العلم أشرف ما يتحلى به الانسان وأعظم وصفٍ يتكلل به الأعيان وكان ممن رغب في سلوك هٰذا الطريق المستقيم ونهج هٰذا المنهج الأبهج القويم وانتدب لها على قدرٍ وسبق لنيل المعالي وابتدر مع غاية الجد والاجتهاد وتردد الفكر بين كل معنًى قاصٍ وباد فأسعده الله ببلوغ الأرب وأناله فوق ما قصده وإليه انتدب واحتفه بجميل النوال مع كمال الأدب وحسن الخصال صفةً مولانا العالم الفاضل حاوي الفواضل المولوي محمد گل أصلح الله له ما ظهر وما خفى، سألني الإجازة بما اشتمل عليه هٰذا الثبت وغيره من المرويات التي أخذتها عن أشياخي أهل المعارف والكمالات فاستخرت الله الذي لا خاب من استخاره ولا ذل من استجاره وأجزته بما طلب مني وأراد راجياً من الله أن يزودني وإياه خير الزاد وأوصيه بتقوى الله واتباع النصوص والعمل بكل قولٍ مرضى منصوصٍ والتباعد عن كل ما فيه ضعفٌ وخللٌ أو اشتباهٌ أو خداعٌ أو حيلٌ وفقني الله وإياه بخير العمل وجنبنا ما فيه زيغٌ وذللٌ وأن لا ينساني من صالح الدعوات غفر الله لي وله السيئات۔

وأنا الفقير السيد محمد المكي الكتبي الخطيب والإمام والمدرس بالمسجد الحرام بن السيد محمد الكتبي بن السيد محمد بن حسين الكتبي مفتي بلد الله الحرام قدس المولىٰ

روحه فی دار السلام عن شیخه مربی المریدین کنز العارفین الجامع بین الشریعة والحقیقة شیخ أهل عصره وفرید دهره سیدی وولی نعمتی الشیخ أحمد بن محمد الصاوی المالکی الخلوتی عن شیخه العارف بالله شیخ الإسلام بالجامع الأزهر سیدی الشیخ عبد الله بن حجازی المشهور بالشرقاوی عفا الله عنه وعن والدیه والمسلمین آمین۔

وھٰذا ثبت[18]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی بعث رسلاً مبشرین ومنذرین وخص من بینهم سیدنا محمد صلی اللہ علیه وسلم ببقاء شریعته إلی یوم الدین و قیظ[19] لها فی کل عصرٍ من ینشرها ویحفظها من إفتراء الواضعین وجحد المعاندین فاتصل بذٰلک سندها إلی صاحبها علیه أفضل الصلوٰة وأتم التسلیم۔

أما بعد: فیقول کثیر المساوی عبد اللہ بن الحجازی المشهور بالشرقاوی لما کانت معرفة الأسانید من الدین ومن لم یکن له سندٌ فهو کاللقیط وقال بعض العلماء:

السند کالسیف للمقاتل۔ وقال بعضهم: إنه کالسلم یصعده علیه الإنسان إلی آبائه فی الدین وهو وصلةٌ بینه وبین رب العٰلمین۔ وقال عبد اللہ بن المبارک: الإسناد من الدین، ولولا الإسناد لقال من شاء ما شاء۔ وقال الامام الشافعی رضی اللہ عنه:

ألذی یطلب الحدیث بلا سندٍ کحاطب لیلٍ یحمل الحطب وفیه أفعٰی وهو لا یدری، طلب منی بعض الإخوان أن أذکر له أسانید مشائخنا فی علوم الشریعة[20] لتفسیر والحدیث والأحزاب والأوراد فأجبته إلی ذٰلک وإن لم أکن أهلاً لما هنالک وقلت مستعیناً بعون القادر المالک۔

{18} "لشرقاوی" واسمه "الجامع الحاوی فی مرویات الشرقاوی" المعروف بثبت الشرقاوی۔

{19} والصواب "قیض بالضاد المعجمة" ثبت الشرقاوی (ص ۱۱) معناه قدر کما فی "المغرب فی ترتیب المعرب للمطرزی (۲۰۲/۲) والمعجم الوسیط (۷۷۰)۔

{20} "الثلاثة" هٰکذا فی ثبت الشرقاوی (ص ۱۱)۔

أما علم التفسير فقد أخذته عن شيخنا العلامة الأوحد واللوذعي الأمجد الشيخ عطية الأجهوري صاحب كتاب "أسباب النزول" و"الناسخ والمنسوخ" و"حاشية الجلالين" وعن شيخنا العلامة المحقق والفهامة المدقق صاحب اليد الطولى في كل فن والتصانيف المشهورة النافعة الشيخ على بن أحمد الصعيدي العدوي وسند كل منهما مذكورٌ في ثبته ولنقتصر على ذكر سند شيخنا علامة الزمان وبركة الوقت والأوان العارف بالله تعالى الشيخ محمد بن سالم الحفني الذي ذكره في ثبته قال رحمه الله۔

{أما: علم التفسير}

فقد أخذته عن شيخنا محمد بْن محمد بن محمد البديري الدمُياطي الشهير بابن الميت وقال قد أخذتُ علم التفسير[21] عن أئمة أعلامٍ منهم[22] نور الدين أبو الضياء الشيخ على الشبُراملسي[23] والتفاسير كثيرةٌ والمشهور منها:

{معالم التنزيل للإمام البغوي}

أخذه الشيخ على الشبُراملسي المذكور عن البرهان إبراهيم اللقاني المالكي عن أبي النجا سالم السنُهوري عن النجْم الغيطي عن شيخ الإسْلام أبي يحيىٰ زكريا الأنصاري عن العز عبد الرحيم بن الفراة[24] الحنفي عن صلاح بْن عمر[25] عن الفخْر على بْن أحمد عن فضْل الله بن سعد النوقاني عن مؤلفه الحسن[26] بن مسعود البغوي۔

{21} "أخذ فهم وتحقيق وبحثٍ وتدقيق" ثبت الشرقاوي (ص ١٤)۔

{22} "سيبويه زمانه وكشاف أوانه" نفس المصدر۔

{23} "نسبةإلى" "شبراملّس" "قرية من مصر"۔

{24} "ورسمه الصحيح" "الفرات" "بتاء التانيث"۔

{25} وهو "صلاح الدين بن أبي عمر" واسمه محمد بن أحمد بن إبراهيم المقدسي وكنيته أبو عبد الله" الدرر الكامنه لابن حجر (٣٠٤،٣٠٥/٣) ذيل التقييد في رواة السنن والأسانيد لفاسي (٣٢/١) ثبت الشرقاوي (١٤)۔

{26} "الحسن بدون الياء ولعله تصحيف الناسخ والصواب" "الحسين" "بالياء بعد السين المهملة وهٰكذا في "الأعلام للزركلي (٢٥٩/٢) والعبر في خبر من غبر (٤٠٦/٢)

ومنها {تفسیر فخر الدین الرازی}

یرویه الشیخ المذکور بالسند إلی الشیخ[٢٧] الإسلام زکریا بن محمد عن التقی محمد بن محمد بن فهر[٢٨] عن مجد الدین اللغوی عن سراج الدین القزوینی عن القاضی أبی بکر محمد بن عبد الله التفتازانی عن شرف الدین أبی بکر بن محمد الهروی عن المؤلف الإمام فخر الدین محمد بن عمر الرازی۔

ومنها {تفسیر الإمام الواحدی}

قال أرویه وسائر تصنیفاته إجازۃً بالسند إلی الحافظ الجلال السیوطی قال أخبرنی سائر تصنیفات الواحدی محمد بن مقبل عن محمد بن علی بن یوسف الجراوی[٢٩] عن الحافظ عبد المؤمن بن خلف الدمیاطی عن أبی الحسن بن المقیر عن أبی الفضل أحمد بن طاهر البیہقی[٣٠] عن المفسر أبی الحسن علی بن أحمد الواحدی۔

ومنها {الکشاف للإمام الفهامة محمود الزمخشری}

یرویه الشیخ بن المیت عن شیخه الشبرا ملسی عن شیخه إبراهیم اللقانی عن محمد بن العقیلی البهنسی[٣١] عن أبی الحسن البکری عن القاضی زکریا بن محمد عن العز عبد الرحیم عن الحافظ أبی عمر عبد العزیز الشهیر بابن جماعة عن أبی الفضل أحمد بن هبة الله بن عساکر عن زینب بنت عبد الرحمٰن الشعری عن مؤلفه أبی القاسم محمود بن عمر الزمخشری۔

{٢٧} والصواب "شیخ" بدون الالف واللام۔

{٢٨} صوابه "فهد" بالدال المهملة کما فی "تهذیب الکمال للمزی (٧٠/١) ونظم العقیان فی أعیان الأعیان للسیوطی (٥٨/١) والأعلام للزرکلی (٤٨/٧) وغیرها الکتب۔

{٢٩} وصوابه "الحراوی بالحاء المهملة" ثبت الشرقاوی (ص ١٤) والدرر الکامنه لإبن حجر (٩٩/٤) وذیل التقیید فی رواۃ السنن والمسانید (١٩٣/١)

{٣٠} "البیهقی بالمیم" ثبت الشرقاوی (ص ١٤) سیر أعلام النبلاء للذهبی (١٩٦/٢٠)۔

{٣١} وهو "محمد بن محمد بن عبد الرحمٰن العقیلی البهنسی" الأعلام للزرکلی (٦١/٧)۔

ومنها{ تفسير القاضي ناصر الدين البيضاوى}

وكذا سائر تصنيفاته كالطوالع والمنهاج وشرح المصابيح يرويها[٣٢] عن الشيخ على الشبراملسى عن الشيخ إبراهيم اللقانى عن سالم بن محمد عن شيخ محمد بن أحمد عن الزين زكريا بن محمد عن الفضل [٣٣] المرجانى عن أبى هريرة عبد الرحمن الشهير بالذهبى عن عمر بن إلياس المراغى عن الإمام ناصر الدين عبد الله بن عمر البيضاوى۔

ومنها{ تفسير الجلالين}

وكذا مصنفات الجلال السيوطى من الجامع الصغير والكبير والتفسير المشهور بالدر المنثور يرويها عن شيخه الشبراملسى عن الشيخ الحلبى صاحب السيرة وعن البرهان العلقمى عن أخيه شمس الدين محمد مؤلف الحاشيه على الجلال السيوطى[٣٤]

وأما{ مؤلفات جلال المحلى}

فعنه عن الشبراملسى عن الحلبى عن الزيادى عن الشمس الرملى عن شيخ الإسلام زكريا عن الجلال المحلى المشهور بالمحقق عند الإطلاق۔

{٣٢} "الشيخ المذكور بعضها قراءة ولا سيما التفسير وباقيها إجازة" ثبت الشرقاوى (ص ١٥)۔

{٣٣} واسمه "محمد بن محمد بن أبى بكر وكنيته أبو الفضل" الضوء اللامع للسخاوى (٩/١١، ٢٠٧/١٢٨)

{٣٤} وهو كذالك "يرويها عن شيخه الشبراملسى عن الشيخ الحلبى صاحب السيرة والحاشية على "شرح المنهج" وعن الشيخ على الأجهورى، برواية الأول عن الشيخ نور الدين على الزيادى وعن البرهان العلقمى۔ أما الشيخ الزيادى فعن السيد العفيف يوسف الأرميونى عن الجلال عبد الرحمن السيوطى۔ وأما البرهان العلقمى فعن أخيه شمس الدين محمد مؤلف الحاشية عن الجلال السيوطى،
ثبت الشرقاوى (ص ١٥)

وأما علم الحديث وهو المقصود بالذات من ذكر الأسانيد وهو الذى اعتنى به المحصلون وفاز بشرفه المحدثون فقد أخذته عن أئمة أعلام وأجلة عظام۔

وأما {صحيح البخارى}

فأرويه عن شيخنا العلامة العارف بالله تعالیٰ الشيخ محمد بن سالم الحفنى وهو يرويه[٣٥] عن عبدالله بن سالم البصرى نزيل مكة المشرفة وهو يرويه عن الشيخ محمد بن الشيخ علاء الدين البابلى المصرى الشافعى وهو يرويه عن أبى النجا سالم بن محمد السنهورى وهو يرويه عن خاتمة الحفاظ النجم محمد بن أحمد بن على الغيطى وهو يرويه عن شيخ الاسلام أبى يحيیٰ زكريا بن محمد الأنصارى عن حافظ العصر شهاب الدين أحمد بن حجر العسقلانى عن الأستاذ إبراهيم بن أحمد التنوخى عن أبى العباس أحمد بن أبى طالب الحجار عن الحسين بن المبارك الزبيدى بفتح الزاى، الحنبلى عن أبى الوقت عبد الأول بن عيسیٰ بن شعيب السجزى بكسر السين المهملة والزاى الهروى عن أبى الحسن عبد الرحمٰن بن محمد بن مظفر بن داؤد الداوردى[٣٦] عن أبى محمد عبدالله بن أحمد السرخسى عن أبى عبدالله محمد بن يونس[٣٧] بن مطر بن صالح بن شبر

{٣٥} "عن الشيخ عيد النمرسى وهو يرويه" وهٰذا الإسم "عيد النمرسى" سقط فى ثبت الشرقاوى والنعيمى، ونبه أبو الفيض محمد ياسين بن محمد عيسیٰ فادانى مكى الذى حقق الكتاب المسمى بثبت الشرقاوى، وقال عبد الحى بن عبد الكبير الكتانى فى "فهرس الفهارس لعبد الحى الكتانى (١/٣٥٤)
ووهم إبن الطيب القادرى فى ترجمته فنسب له الأخذ عن عبدالله بن سالم البصرى والحال أن عندى بخط الحفنى على ثبت البصرى مانصه "إعلم أن فى هٰذا التاليف لم أروه عن الشيخ سالم وإنما يرويه عن شيخنا الشيخ عيد النمرسى عن والد الشيخ سالم الشيخ عبدالله البصرى كتبه محمد سالم الحفناوى" من خطه وبلفظه"۔

{٣٦} "الداوودى" بواوين بدون الرائين "العبر فى خبر من غبر لذهبى (٣٢٢/٢) سير أعلام النبلاء لذهبى (٢٢٢/١٨)۔

{٣٧} "يونس" خطأ والصواب "يوسف" "ثبت الشرقاوى (ص٢٦) والإكمال لإبن ماكولا (٨٣/٧) والتقييد لإبن نقطة (١/٣١) والأعلام للزركلى (١٤٨/٧) وسير أعلام النبلاء (ج١٥ص١٠) وتبصير المنتبة بتحرير المشتبة لإبن حجر العسقلانى (١١٠/٣)۔

العزیزی[38] عن أمیر المؤمنین فی الحدیث الجهبذ الناقد الإمام الحبر الکامل أبی عبد الله محمد بن إسماعیل بن إبراهیم بن المغیرة بن بروزبه[39] البخاری الجعفی تغمده الله برحمته ورضوانه۔

وأما {صحیح مسلم}

فیرویه الشیخ عبد الله البصری عن الشیخ محمد البابلی المذکور وعن أبی النجا سالم السنهوری عن النجم الغیطی عن شیخ الإسلام زکریا الأنصاری عن الحافظ أبی النعیم رضوان بن محمد العقبی[40] عن أبی الطاهر محمد بن محمد بن عبد اللطیف بن الکواکب[41] عن أبی الفرج عبد الرحمٰن بن عبد الحمید بن الهادی الحنبلی عن أبی العباس أحمد بن عبد الدائم النابلسی عن محمد بن علی صدقة[42] الحرانی عن فقیه الحرم أبی عبد الله محمد بن الفضل بن أحمد الفراوی عن أبی الحسن[43] عبد الغافر بن محمد الفارسی عن أبی أحمد محمد بن عیسیٰ الجلودی بضم الجیم النیسابوری عن إبراهیم بن محمد بن سفیان النیسابوری عن مؤلفه إمام السنه أبی الحسین مسلم بن الحجاج القشیری النیسابوری۔

{۳۸} والصواب "بشر" بتقدیم الباء علی الشین: والعزیزی" بدله "الفربری" انظر إلی المصادر السابقة۔

{۳۹} کذا والصواب "بَرِدْزْبه" بالدال المهملة والباء الموحدة، تهذیب الأسماء للنووی (۱/۶۷) وفی تهذیب الأسماء بکسر الدال وتبصیر المنتبه بتحریر المشتبه لابن حجر، ۱/۱۹، بفتح الدال بالصراحة۔

{۴۰} "العقبی بضم العین المهملة" لب اللباب فی تحریر الأنساب للسیوطی (۱/۵۸) "العُقْبی، بالضم والسکون إلی منیة عقبة" والراوی کان ساکن هٰذه القریة۔

{۴۱} والصواب "الکویك" کما تقدم۔

{۴۲} "بن صدقة" التقیید لمعرفة رواة السنن والأسانید لابن نقطة (۱/۹۰)۔

{۴۳} والصواب "أبی الحسین" بالیاء بعد السین "المعین فی طبقات المحدثین للذهبی (۱۳۳) سیر أعلام النبلاء للذهبی (۱۸/۱۹)

وأما{ السنن لأبي داؤد السجستاني}

فيرويها الشيخ المذكور عن الشيخ محمد البابلي عن سليمان بن عبد الدائم عن الجمالي[44] يوسف بن زكريا الأنصاري عن والده عن عبد الرحيم بن الفرابي[45] عن أبي العباس أحمد بن محمد الجوخي عن الفخر علي بن أحمد بن البخاري عن أبي حفص عمر بن محمد بن معمر[46] طبرزد البغدادي عن الشيخين إبراهيم بن محمد بن منصور الكرخي وأبي الفتح مفلح بن أحمد بن محمد الرومي[47] كلاهما عن أبي بكر أحمد بن علي بن ثابت الخطيب البغدادي عن أبي عمر القاسم بن جعفر بن عبد الواحد الهاشمي عن أبي علي محمد بن أحمد اللؤلؤي عن أبي داؤد[48] سليمان بن الأشعث السجستاني۔

وأما{ الجامع الكبير للترمذي}

فيرويه الشيخ المذكور عن الشيخ محمد البابلي عن النور علي بن أحمد[49] الزيادي عن الشهاب أحمد الرملي عن الزين زكريا بن محمد عن العز عبد الرحيم بن محمد بن الفرات عن أبي حفص عمر بن حسن المراغي عن الفخر بن البخاري عن عمر بن طبرزد البغدادي عن أبي الفتح

{44} والصواب "الجمال" بحذف الياء، ثبت الشرقاوي، و مقدمة معالم السنن(21/1) والإرشاد إلى مهمات علم الإسناد لشيخ ولي الله الدهلوي(2/1)

{45} كذا، وصوابه "بن الفرات" نظم العقيان للسيوطي(43/1) والضوء اللامع للسخاوي(186/4) وثبت الشرقاوي(17)

{46} "معمّر" بضم الميم الاولى وبتشديد الميم الثانية، تبصير المنتبه بتحرير المشتبه لابن حجر(1302/4) تحت معمر بالتثقيل، وفيه قبل طبرزد "ابن" وهو الصحيح۔

{47} لعله خطأ وصوابه "الدومي بالدال المهملة المضمومة" تبصير المنتبه بتحرير المشتبه(573/2)

{48} والصواب "أبي داؤد"۔

{49} والصواب "يحيى" واسمه الكامل "علي بن يحيى الملقب نور الدين الزيادي المصري الشافعي" ثبت الشرقاوي(ص17) والأعلام للزركلي(32/5) ومعجم المؤلفين لعمر رضا كحالة(543/2)

عبد الملك بُن أبي سهيل[50] الكرُوخي بفتح الكاف وضم الراء عن القاضي أبي عامرٍ محمود بن القاسم الأزدي عن أبي محمد عبد الجبار بن محمد بن عبد الله بن الجراحي[51] المرُوزي عن أبي العباس محمد بُن أحمد بن محبوب المحبوبي المرُوزي عن الحافظ أبي عيسىٰ محمد بن عيسىٰ الترمذي۔

وأما {ألسنن الصغرىٰ للنسائي}

فيرويها الشيخ المذكور عن الشيخ محمد البابلي عن الشيخ أحمد بن خليل السبكي وأبي النجا سالم بن محمدٍ عن النجم الغيطي محمد بن أحمد عن الشيخ زكريا عن الزين رضوان بن محمدٍ عن البرهان إبراهيم بن أحمد التنوخي عن أبي العباس أحمد بن أبي طالب الحجار عن أبي غالبٍ[52] عبد اللطيف بن محمد بن علي القبيُطي[53] عن أبي زرعة طاهر بن محمد بُن طاهر المقُدسي عن أبي محمدٍ عبد الرحمٰن بن أحمد[54] الدوني عن أحمد بن الحسين الكسار[55] عن أبي بكرٍ أحمد بن محمد بن إسحاق بن السني الديُنوري عن الحافظ أبي عبد الرحمٰن شعيب النسائي[56]۔

{50} صوابه "سهُل" بدون الياء قبل اللام "المعين في طبقات المحدثين للذهبي (١٦٥) التقييد لإبن نقطة (١١٥/٢)۔

{51} بالجيم خطأ والصواب بالحاء "أبي محمد بن عبد الجبار بُن محمد بُن عبد الله بن أبي الُجراح الُجراحي" تذكرة الحفاظ للذهبي (١٠٥٢/٣) وشذرات الذهب لعبد الحي العكري الحنبلي (١٩٥/٣)۔

{52} والصواب "أبي طالب" ثبت الشرقاوي (ص ١٧) والتقييد لإبن نقطة (١٥٦/٢) والمعين للذهبي (٢٠٠)

{53} وهو مشهور بإبن القبيطي، الوافي بالوفيات للصفدي (١٩/ص ٤٢)۔

{54} والصواب "حمدٌ بدون الهمزة" كما في "سير أعلام النبلاء للذهبي (٢٣٩/١٩) وتبصير المنتبة لإبن حجر، وإسمه الكامل "أبو محمد عبد الرحمٰن بن حمد بن الحسن الدوني (٥٤٣/٢)

{55} [الديُنوري، وكنيته أبو نصر "المعين للذهبي (ص ١٣٠)۔

{56} وهو "أبو عبد الرحمٰن أحمد بن شعيب النسائي"۔

وأما {السنن لابن ماجة}

فيرويها الشيخ المذكور عن الشيخ محمد البابلي عن البرهان إبراهيم اللقاني وعلي بن إبراهيم الحلبي عن الشمس محمد بن أحمد رملي عن شيخ الإسلام زكريا الأنصاري عن أبي الفضل أحمد بن حجر العسقلاني عن أبي العباس أحمد بن عمر بن علي البغدادي اللؤلؤي عن الحافظ أبي الحجاج يوسف بن عبد الرحمٰن المزي[٥٧] وعن شيخ الإسلام عبد الرحمٰن بن أبي عمر بن قدامة المقدسي[٥٨] عن الفقيه أبي منصور محمد بن الحسين بن أحمد المقدسي[٥٩] القزويني عن أبي طلحة القاسم بن أبي المنذر الخطيب عن أبي الحسن علي بن إبراهيم بن سلمة القطان عن الحافظ أبي عبد الله محمد بن يزيد بن ماجة القزويني وماجه لقب يزيد والد محمد وهو بإسكان الهاء وصلا ووقفا۔

{٥٧} "المزي بدون النون" ثبت الشرقاوي (ص ١٨) والمعجم المختص بالمحدثين للذهبي (٢٩٩) والدرر الكامنة لابن حجر (٣٥٧/٣)۔

{٥٨} وبعده اضاف محقق ثبت الشرقاوي أبو الفيض محمد ياسين الفاداني باسين "عن الإمام موفق الدين عبد الله بن أحمد قدامة، عن أبي زرعة طاهر بن محمد بن طاهر المقدسي "ثبت الشرقاوي (ص ١٨) وقطف الثمر للفلاني (١٩/١) وتهذيب الكمال للمزي (٣٣/ص ٤٩)

{٥٩} صوابه "المقومي" تبصير المنتبه بتحرير المشتبه لابن حجر "وبواو مكسورة بدل الدال۔ أبو منصور محمد بن الحسين بن أحمد بن الهيثم المقومي راوی سنن بن ماجه وشذرات الذهب لابن العماد (٣٦٠/٥) "أبو منصور المقومي بالضم والفتح وكسر الواو المشددة۔ الخ وقطف الثمر للفلاني (١٩/١) سير أعلام النبلاء للذهبي (١٨/ص ٥٣٠) وثبت الشرقاوي (ص ١٨)

وأما {الموطا لامام دار الهجرة مالك بن أنس رواية يحيىٰ بن يحيىٰ الأندلسى}

فيرويه الشيخ المذكور عن الشيخ البابلى عن الشيخ سالم السنهورى عن النجم محمد بن أحمد الغيطى عن الشرف عبد الحق بن محمد الشباطى [٦٠] عن البدر الحسن [٦١] بن محمد بن أيوب الحسنى النسابة [٦٢] عن [٦٣] أبى محمد الحسن النسابه عن أبى عبد الله [٦٤] بن محمد بن هارون القرطبى عن القاضى أبى القاسم أحمد بن يزيد القرطبى عن محمد بن عبد الرحمٰن بن عبد الحق الخزرجى القرطبى عن أبى عبد الله محمد بن فرج مولى ابن الطلاع عن أبى الوليد يونس بن عبد الله بن مغيث الصغار [٦٥] ـ عن أبى عيسىٰ يحيىٰ بن عبد الله بن يحيىٰ بن يحيىٰ بن يحيىٰ عن عم أبيه أبى مروان عبيد الله بن يحيىٰ بن يحيىٰ عن أبيه يحيىٰ بن يحيىٰ المصمودى الليثى عن إمام دار الهجرة مالك بن أنس ـ وكذٰلك يرويه عن الشيخ البابلى من رواية أبى مصعب الزهرى عن الزين عبد الرؤوف المناوى عن النجم الغيطى عن شيخ الإسلام زكريا الأنصارى عن الأستاذ أبى

{٦٠} والصواب "السنباطى بالسين المهملة والنون" ثبت الشرقاوى (ص١٨) والضوء اللامع للسخاوى (٣٧/٤)ـ وفهرس الفهارس لعبد الحى الكتانى (١٠٠٠/٢)ـ

{٦١} الصواب "بدر الدين حسن بن محمد" كمافى "معجم المؤلفين لعمر رضا كحالة (٥٨١/١) ونظم العقيان فى أعيان الأعيان للسيوطى (١٠٤/١) وطبقات النسابين (٢٧/١)ـ

{٦٢} واسمه الكامل "حسن بن محمد بن أيوب بن محمد بن حسين بن إدريس الحسنى الحسينى القاهرى الشافعى بدر الدين المعروف بالشريف النسابه" الضوء اللامع للسخاوى (١٢١/٣) ومعجم المؤلفين لعمر رضا كحالة (٥٨١/١) ونظم العقيان فى أعيان الأعيان للسيوطى (١٠٤/١) وطبقات النسابين (٢٧/١)ـ

{٦٣} "عمه" قد زاد المحقق الفادانى مكى فى ثبت الشرقاوى ـ (ص١٨)ـ

{٦٤} وفى ثبت الشرقاوى كذالك "عن أبى عبد الله محمد بن جابر الوادياشى عن أبى محمد عبد الله بن محمد بن هارون القرطبى" وهٰكذا فى "ذيل التقييد لفاسى (٢٢٨/٢)ـ

{٦٥} صوابه "الصفار بالفاء" معجم المؤلفين لكحالة (١٩٢/٤) والأعلام للزركلى (٢٦٢/٨) وثبت الشرقاوى (ص١٨)ـ

الفضل بن حجر العسقلانی عن مریم بنت أحمد بن محمد الأذرعی[66] عن یونس بن إبراهیم الدبوسی[67] عن أبی الحسن بن المقیر[68] عن الحافظ أبی الفضل بن ناصر[69] عن أبی القاسم مندہ[70] عن أبی علی زاهر بن أحمد السرخسی عن أبی اسحاق إبراهیم بن عبد الصمد الهاشمی عن أبی مصعب الزهری عن الامام مالك رضی الله عنه۔

وأما {سنن الدارمی}

فیرویه الشیخ المذکور عن الشیخ البابلی عن الشیخ محمد بن الحجازی الواعظ وسالم بن محمد کلاهما عن الغیطی عن الکمال محمد بن حمزة الحسینی عن أبی الفضل أحمد بن حجر عن أبی اسحاق التنوخی عن أبی العباس الحجار عن أبی النجا[71] عبد الله بن عمر اللیثی[72] عن أبی الوقت

{٦٦} "الأذرعی بالذال المعجمة نسبة الی أذرعات" الأعلام للزرکلی (٢١٠/٧) والضوء اللامع للسخاوی (١٢٣/١٢)۔

{٦٧} الدبوسی بالباء المضمومة المشددة "تبصیر المنتبه بتحریر المشتبه لابن حجر العسقلانی (٥٦٨/٢) وتوضیح المشتبه لابن ناصر الدین القیسی (٢١/٤) ویقال ایضاً "الدبابیسی کما فی "الأعلام للزرکلی (٢٦٠/٨) ومعجم المؤلفین لکحالة (١٩٠/٤) الدرر الکامنة فی أعیان المئة الثامنة لابن حجر (٤٨٢/٤)۔

{٦٨} "المقیر" بالقاف المفتوحه بدل الغین المعجمة وبعده الیاء المشددة المفتوحة وفی الاخیر بحذف التاء المدورة، واسمه، أبو الحسن علی بن أبی عبید الله الحسین بن علی بن منصور أبن المقیر البغدادی" سیر أعلام النبلاء للذهبی (ج ٢٣ ص ١١٩) والأعلام للزرکلی (٢٧٩/٤) ثبت الشرقاوی (ص ١٨)۔

{٦٩} واسمه "محمد بن ناصر بن محمد السلامی" سیر أعلام النبلاء للذهبی (٢٦٥/٢٠)۔

{٧٠} "وهو" أبو القاسم عبد الرحمن بن منده" معجم المؤلفین لعمر رضا کحالة (١٠٩/٢)۔

{٧١} "أبی المنجا بالمیم" المعین فی طبقات المحدثین للذهبی (ص ١٩٧) شذرات الذهب فی أخبار من ذهب لابن العماد (٢٩٩/٧)۔

{٧٢} [والصواب "اللتی" کما فی "توضیح المشتبه لابن ناصر الدین القیسی (٣٥٨/٧)" اللتی بفتح اللام ثم مثناة فوق مشددة مکسورة وهو مسند زمانه أبو المنجا عبد الله بن عمر بن علی بن زید بن

عبد الأول بن عیسیٰ السجزی عن أبی الحسین [73] عبد الرحمٰن بن محمد الداودی عن أبی عبد الله [74] بن أحمد السرخسی عن أبی عمرَن عیسیٰ بن عمر السمرقندی [75] عن مؤلفه الحافظ أبی عبد الله محمد [76] بن عبد الرحمٰن الدارمی۔

وأما {سنن الدارقطنی}

فیرویه الشیخ المذکور عن الشیخ البابلی عن أبی بکر بن إسمٰعیل الشنوانی عن الجمال بن زکریا عن والده عن الاستاذ أبی الفضل بن حجرٍ عن بدر الدین محمد بن محمد بن قوامٍ عن أحمد بن أبی طالب الحجار عن أبی الحسن محمد بن أحمد بن عمر القطیعی عن أبی الکرم المبارک بن الحسن الشهرزوری [77] عن أبی الحسین محمد بن علی بن المهتدی عن مؤلفه الحافظ بن عمر الدارقطنی۔

اللتی" والأعلام للزرکلی (۱۱۰/۴) وثبت الشرقاوی (ص ۱۹)۔

{۷۳} والصواب "أبی الحسن بدون الیاء" سیر اعلام النبلاء للذهبی (۲۲۳/۱۸) والتقیید لمعرفة رواة السنن والمسانید لابن نقطة (۸۵/۲)۔

{۷۴} "کنیة الراوی" "أبو محمد" "لا أبو عبد الله" بل إسمه "عبد الله" کما فی "سیر أعلام النبلاء للذهبی (۴۹۲/۱۷) وشذرات الذهب فی أخبار من ذهب لابن العماد (۴۲۷/۴) والتقیید لابن نقطة (۴۳/۲) ثبت الشرقاوی (ص ۱۹) و الأعلام للزرکلی (۱۱۰/۴) "بن حمویة عبد الله بن عمر .... ویسمیٰ بعبد السلام أبو محمد، تاج الدین"۔

{۷۵} والصواب "أبی عمران عیسیٰ بن عمر السمرقندی" سیر أعلام النبلاء للذهبی (۲۸۷/۱۴) ومعجم الشیوخ للسبکی فی ترجمة مبارک بن عبد الله اللبنانی (۳۳۲/۱) وثبت الشرقاوی (ص ۱۹) کتاب التقیید لابن نقطة (۱۷۲/۲) ذکر کنیته "أبو أحمد"۔

{۷۶} کنیة المؤلف "أبو محمد" واسمه "عبد الله" کما فی "الثقات لابن حبان (۳۶۴/۸) عبد الله بن عبد الرحمٰن بن الفضل بن بهرام الدارمی السمرقندی کنیته أبو محمد" ورجال صحیح مسلم لأبی بکر أحمد بن منجویه الأصبهانی (۳۵۱/۱)" وتهذیب التهذیب لابن حجر (۲۷۳/۲)۔

{۷۷} "الشهرزُوری" بالراء بعد الواو۔ الأعلام للزرکلی (۲۶۹/۵) وسیر أعلام النبلاء للذهبی (۲۸۹/۲۰) ومعجم المؤلفین لعمر رضا کحالة (۱/۳) والأنساب للسمعانی (۴۱۷/۷)

وأما {السنن البیهقی[۷۸]}

فیرویه الشیخ المذکور عن الشیخ البابلی عن الشیخ سالم بن حسن الشبشتری[۷۹] عن الشمس الرملی عن الزین زکریا عن محمد بن مقبل الحلبی عن الصلاح بن أبی عمر عن الفخر بن البخاری عن منصور بن عبد المنعم عن محمد بن إسمٰعیل الفارسی عن مؤلفه الحافظ أبی بکر أحمد بن الحسن البیہقی۔

وأما {دلائل النبوۃ له}

فیرویه الشیخ المذکور عن الشیخ البابلی عن الشیخ أحمد السنہوری المالکی عن أحمد بن حجر المکی عن الشیخ زکریا بن محمد عن الحافظ بن حجر عن شیخ الاسلام سراج الدین عمر البلقینی عن الحافظ أبی الحجاج یوسف بن عبد الرحمٰن المزنی[۸۰] عن الرشید محمد بن أبی بکر العامری عن أبی القاسم بن الجرستانی[۸۱] عن أبی عبد الله محمد بن الفضل الفراوی عن الحافظ المذکور۔

{۷۸} کذا، والصواب "السنن للبیهقی"۔

{۷۹} "الشبشیری بحذف التاء وإضافة الیاء قبل الراء" کما فی ثبت الشرقاوی (ص ۱۹) وهدیة العارفین (۱/۱۹۹) واسماء المؤلفین وآثار المصنفین لإسماعیل باشا (۱/۳۸۱) وخلاصة الأثر فی أعیان القرن الحادی عشر للمحبی (۱/۲۳۶)۔

{۸۰} [" المزی " بدون النون۔ تذکرة الحفاظ للذهبی (۴/۲۹۸) وتبصیر المنتبة لابن حجر (۴/۱۳۵۹) و ثبت الشرقاوی (ص ۱۹) وهو مؤلف "تهذیب الکمال"۔

{۸۱} والصواب "الحرستانی" بالحاء المهملة، نسبة إلی حرستا قریة علی باب دمشق کما فی "الأنساب للسمعانی (۲/۲۰۰) لب اللباب فی تهذیب الأنساب لجزری (۱/۳۵۶) واسم الراوی "عبد الصمد بن محمد بن أبی الفضل الأنصاری بن الحرستانی" التقیید لابن نقطة (۲/۱۵۴) والمعین فی طبقات المحدثین للذهبی (۱۸۸)۔

وأما {مسند الامام أبي حنيفة للحازمي[٨٢]}

فيرويه الشيخ المذكور عن الشيخ البابلي عن الشهاب أحمد بن محمد الشبلي[٨٣] الحنفي عن الجمال يوسف بن زكريا عن والده زكريا الأنصاري عن عبد السلام بن أحمد البغدادي عن الشرف أبي الطاهر بن الكريك[٨٤] عن أم عبد الله زينبُ بنت الكمال المقُدسية عن عجيبة إبنة الحافظ أبي البكر الباقداري عن أبي الحسين[٨٥] محمد بن أحمد عن أبي عمرٍو عبد الوهاب بن أبي عبد الله محمد بن إسحاق بن محمد بن يحيىٰ ابن مندهٌ عن أبيه عن مخرجه الامام أبي محمدٍ عبد الله محمد بن يعقوب الحازمي[٨٦]

وأما {نوادر الأصول للحكيم الترمذي}

فيرويه الشيخ المذكور عن الشيخ البابلي عن الزيْن عبد الله بن محمد النمري[٨٧] عن الجمال يوسف بن زكريا عن أبيه عن أبي الفضل أحمد بن حجرٍ عن أبي الحسن على بن المجدي[٨٨] عن سليمان بن حمزة عن عيسىٰ بن عبد العزيز عن أبي سعدٍ عبد الكريم بن محمد السمعاني عن أبي

{٨٢} والصواب "الحارثي" واسمه أبو محمد عبد الله بن محمد بن يعقوب بن الحارث الحارثي جامع مسند أبي حنيفة۔ تذكرة الحفاظ للذهبي في الطبقة الحادية العشرة (٨٥٤/٣) والأعلام للزركلي (١٢٠/٤) والجواهر المضية في طبقات الحنفية لمحي الدين القرشي (٣٤٤/٢)۔

{٨٣} صوابه "الشلْبي" بتقْديم اللام على الباء۔ معجم المؤلفين لكحالة (٢٥٠/١) والأعلام للزركلي (٢٣٦/١)

{٨٤} وصوابه "الكويْك" بالواو۔ واسمه محمد بن محمد بن عبد اللطيف المعروف بابن الكويك۔ هٰكذا في الأعلام للزركلي (٤٢/٧) والضوْء اللامع للسخاوي (١١١/٩)۔

{٨٥} كنيته "أبو الخير" واسمه الكامل "محمد بن أحمد بن محمد بن عمر الباغبان" سير أعلام النبلاء للذهبي (٢٧٨/٢٠) وشذرات الذهب لإبن العماد في طبقة تسع وخمسين خمسمائة (٣١٢/٦)۔

{٨٦} صوابه "الحارثي" كما تقدم۔

{٨٧} والصواب "النحريري" ثبت الشرقاوي (ص ٢١) و الضوْء اللامع للسخاوي (٤٢/٥) وشذرات الذهب لإبن العماد (١٠٢/٩)۔

{٨٨} صوابه "بن أبي المجد" ثبت الشرقاوي (ص ٢١) وفهرس الفهارس لعبد الحي الكتاني (٦٤٧/٢) الدرر الكامنة لإبن حجر في ترجمة قاسم بن أبي غالب (٢٤٠/٣) وذيل التقييد لفاسي (٢١٨/٢)۔

الفضل محمد بن علی بن سعید المطهر [٨٩] عن أبی إسحاق بن إبراهیم بن محمد البوق الخطیب [٩٠] عن أبی بکر محمد بن عبد الرحمٰن المقری عن أبی نصر أحمد بن أحید بن حمدان البیکندی عن محمد بن علی الترمذی المؤلف۔

وأما {شرح معانی الآثار للطحاوی}

فیرویه الشیخ المذکور عن الشیخ البابلی عن الزین عبد الله بن محمد النحریری الحنفی عن الجمال یوسف بن زکریا عن أبیه عن أبی الفضل بن حجر عن الشرف أبی الطاهر بن الکریک [٩١] عن زینب بنت الکمال المقدسیه عن محمد بن عبد الهادی عن الحافظ أبی موسیٰ محمد بن أبی بکر المدینی [٩٢] عن أبی الفتح منصور بن الحسین التانی [٩٣] بالمثناة الفوقیة عن الحافظ أبی بکر محمد بن ابراهیم ابن المقری عن الامام الحافظ بن جعفر [٩٤] أحمد بن محمد بن سالم [٩٥]

{٨٩} والصواب "إبن المطهر" الجواهر المضیة فی طبقات الحنفیة (٣/٢٥٩) والتحبیر فی المعجم الکبیر للسمعانی (٢/٧٧)۔

{٩٠} "إسحاق بن محمد بن إبراهیم بن محمد النوحی الخطیب یکنیٰ أبا إبراهیم" سیر أعلام النبلاء للذهبی (١٩/٤٧٠) وتکملة الإکمال لإبن الصابونی (١/٥٢٣) والجواهر المضیة (١/٣٧٠) توضیح المشتبه لإبن ناصر الدین القیسی (٣/١١٢) وتعلیق التعلیق علی البخاری لإبن حجر (٥/٦٣) و فیه "التنوخی" لا النوحی وهو خطأ۔

{٩١} صوابه "الکویک" بالواو۔ واسمه محمد بن محمد بن عبد اللطیف المعروف بإبن الکویک" هٰکذا فی، الأعلام للزرکلی (٧/٤٣) والضوء اللامع للسخاوی (٩/١١١)۔

{٩٢} "عن أبی الفتح إسماعیل بن الفضل بن أحمد السراج" هٰکذا فی ثبت الشرقاوی (٢١) وسیر أعلام النبلاء فی ترجمة أبو موسی المدینی (٢١/١٥٣) والتقیید فی ترجمة ناصر بن محمد بن أبی الفتح (ص ٢٨٤) کتاب شرح معانی الآثار لأبی جعفر الطحاوی سمعه من إسماعیل...عن منصور بن الحسین۔ وسیر أعلام النبلاء للذهبی فی ترجمة التانی أبی الفتح (١٨/١٥٣)۔ روی عنه کتاب تهذیب الآثار لأبی جعفر الطحاوی إسماعیل بن الاخشید السراج بسماعه من بن المقری۔

{٩٣} وهٰذه النسبة إلی التانیة۔

{٩٤} [والصواب "أبی جعفر" وهو کنیته، الأعلام للزرکلی (١/٢٠٦) والجواهر المضیة (١/٢٧١)

{٩٥} وصوابه "سلامة" نفس المصادر، الطحاوی۔

وأما {الأربعون النووية}

فيرويه الشيخ المذكور عن الشيخ محمد البابلي عن الشيخ سلامه[96] بن محمد عن النجم محمد الغيطي عن الشيخ زكريا الأنصاري عن أبي إسحاق التنوخي عن أبي عبد الله محمد بن أحمد بن علي الروا[97] عن أبي الربيع سليمان بن سالم الغزي عن أبي الحسن علي بن إبراهيم بن داود العصار[98] عن مؤلفها الامام محيي الدين بن شرف النووي۔

وأما {المصابيح للبغوي}

فيرويها الشيخ المذكور عن الشيخ البابلي عن علي بن يحيىٰ الزيادي عن الشهاب أحمد الرملي عن أبي الخير محمد بن عبد الرحمٰن السخاوي عن العز عبد الرحيم بن الفرات عن الصلاح بن أبي عمر عن الفخر علي بن أحمد بن البخاري عن فضل الله عن[99] أبي سعد التوقاني[100] عن مؤلفه الحافظ محيي السنة البغوي۔

وأما {جامع الكبير و الصغير للامام الجلال السيوطي}

فيرويها[101] الشيخ المذكور عن الشيخ البابلي عن علي بن يحيىٰ الزيادي و سالم بن محمد السنهوري يروي الأول عن يوسف بن عبد الله الأرميوني والثاني عن الشمس محمد بن عبد الرحمٰن العلقمي كلاهما عن مؤلفهما أبي الفضل عبد الرحمٰن السيوطي۔

{96} والصواب "سالم" الأعلام للزركلي (٣/٧٢) ومعجم المؤلفين لكحالة (١/٧٥٠)۔

{97} وصوابه "الرفا" بالفاء بدل الواؤ: نسبة إلى من يرفو الثياب، ثبت الشرقاوي (ص ١٢) وذيل التقييد لفاسي (١/٥٦)۔

{98} والصواب "العطار" بالطاء المشددة، كما في ثبت الشرقاوي (ص ٢١)۔ والدرر الكامنة لابن حجر، (٣/ص٥) ومعجم المؤلفين لكحالة (٢/٣٨٧) والأعلام للزركلي (٤/٢٥١)۔

{99} والصواب "بن" سير أعلام النبلاء للذهبي (٢١/٤١٣، ٤١٤) ثبت الشرقاوي (ص ٢٢)۔

{100} وكنيته "أبو سعيد" و "النوقاني" بالنون، وهو منسوب إلى نوقان۔ مدينة بطوس، واسمه محمد بن أحمد۔ سير أعلام النبلاء للذهبي (٢١/٤١٣، ٤١٤)]۔

{101} "هما" ثبت الشرقاوي (ص ٢٢)۔

وأما { الشفاء للقاضی عیاض }

فیرویه الشیخ المذکور عن الشیخ البابلی عن سالم بن محمد عن النجم الغیطی عن الشیخ زکریا عن الشمس محمد بن علی القایاتی عن السراج عمر بن علی بن الملقن الأنصاری عن النجم أبی الفتوح یوسف بن محمد بن محمد الدلاحی [۱۰۲] عن التقی أبی الحسن یحییٰ بن أحمد بن محمد اللواق عن أبی الحسن عن [۱۰۳] بن محمد بن علی الأنصاری عرف بابن الصائغ عن مؤلفه القاضی عیاض۔

وأما { مشکوٰۃ المصابیح }

فیرویها الشیخ المذکور [۱۰۴] عن الشیخ أحمد القشاشی عن الشیخ أبی المواهب أحمد الشناوی عن السید غضنفر بن السید جعفر النهروانی [۱۰۵] عن شیخ الحرم المکی فی قرن العاشر محمد بن سعید الشهیر بمیرکلان بن مولانا خواجه عن نسیم الدین میرک شاہ عن والدہ المحدث السید جمال الدین عطاء الله بن غیاث الدین فضل الله بن عبد الرحمٰن [۱۰۶] عن السید شرف الدین

{۱۰۲} "الدلاصی" بالصاد۔ ذیل التقیید لفاسی (۳۲۹/۲) وحاشیة الدرر الکامنة لإبن حجر (۴۷۳/۴) وثبت الشرقاوی (ص ۲۲) نسبة إلی دلاص قریة من مصر، الأنساب للسمعانی (۵۱۹/۲) واللباب فی تهذیب الأنساب لجزری (۵۲۱/۱)۔

{۱۰۳}["عن" خطأ، وصوابه "یحییٰ" ثبت الشرقاوی (ص ۲۲) و ذیل التقیید لفاسی فی ترجمة یحیی اللواق (۳۰۱/۲) و "فهرس الفهارس لعبد الحی الکتانی (۱۲۸/۱)۔

{۱۰۴} "عن الملا إبراهیم بن حسن الکردی المدنی" زاد هٰذا الاسم المحقق الفادانی المکی فی ثبت الشرقاوی (ص ۲۲)۔

{۱۰۵}["النهرولی باللام" ثبت الشرقاوی (ص ۲۲) و، فهرس الفهارس لعبد الحی الکتانی فی ترجمة بن أبی الفتوح (۹۱۴/۲) وقطف الشمر فی رفع الأسانید الأثر لصالح بن محمد الفلانی (۲۴/۱) الأعلام للزرکلی (۶/ص ۶) وهی نسبة الی نهروالة من اعمال الهند، "النور السافر لعبد القادر الهندی (۴۹۹) وفهرس الفهارس لعبد الحی الکتانی فی ترجمة بن أبی الفتوح (۹۴۴/۲) وسمط النجوم العوالی للعصامی (۲۴۹/۲، ۳۶۲)

{۱۰۶} "عن عمه السید اصیل الدین بن عبد الرحمٰن بن عبد اللطیف بن جلال الدین یحییٰ الحسینی الشیرازی" زاد محقق فادانی مکی فی ثبت الشرقاوی (ص ۲۲)۔

عبد الرحیم بن عبد الکریم الجراعی[۱۰۷] الصدیقی[۱۰۸] عن مؤلفہ الامام ولی الدین محمد بن عبد اللہ الخطیب التبریزی۔

وأما {مشارق للامام الصغانی}

فیرویہ الشیخ المذکور[۱۰۹] عن الشیخ أحمد القشاشی عن الشیخ أحمد الشناوی عن قطب الدین محمد بن أحمد النہروانی[۱۱۰] عن محدث الیمن وجیہ الدین عبد الرحمٰن بن علی[۱۱۱] الزبیدی عن جدہ شرف الدین إسمٰعیل بن أحمد بن مبارز الشافعی عن نفیس الدین سلیمان بن إبراهیم بن عمر القلوی[۱۱۲] عن مجد الدین الشیرازی صاحب القاموس عن شمس الدین محمد بن یوسف بن الحسن الزرندی المدنی عن الامام محیی الدین صالح بن عبد اللہ المعروف بابن الصباغ عن مؤلفہ الامام الصنعانی[۱۱۳]

{۱۰۷} "الجرهی" بالالف والهاء بعد الراء لا بالعین، ثبت الشرقاوی (ص ۲۲) ودیوان الإسلام لإبن الغزی (۱/۳۲) وفتح الغفار لحسن بن أحمد الرباعی (۴/۲۲۳۸)۔

{۱۰۸} "عن العلامة إمام الدین علی بن مبارك شاه الصدیقی الساوجی" زاد محقق فادانیفی ثبت الشرقاوی (ص ۲۲) و "قطف الثمر فی رفع الأسانید الأثر لصالح بن محمد الفلانی فی سند مشکوۃ المصابیح (۱/۲۴) وفتح الغفار لحسن بن أحمد الرباعی (۴/۲۲۳۸)۔

{۱۰۹} "عن الملا إبراهیم بن حسن الکردی المدنی" قد زاد هٰذا الإسم المحقق الفادانی المکی فی ثبت الشرقاوی (ص ۲۲)۔

{۱۱۰} والصواب "النهروالی" باللام، انظر حاشیة ۱۰۵۔

{۱۱۱} "الدیبع" قد زاد هٰذا الإسم المحقق الفادانی المکی منه فی ثبت الشرقاوی (ص ۲۲) و الأعلام للزرکلی (۳/۳۱۷) وفهرس الفهارس لعبد الحی الکتانی فی ترجمة بن أبی الفتوح (۱/۴۱۲)۔

{۱۱۲} "العلوی" بالعین۔ معجم المؤلفین لکحالة (۱/۷۸۲) وفهرس الفهارس لعبد الحی الکتانی فی ترجمة بن أبی الفتوح (۲/۹۸۰)۔ وتبصیر المنتبة لإبن حجر (۱/۲۲۸)۔

{۱۱۳} والصواب "الصغانی"۔

وأما { ذكر طائفة من المسلسلات }

والمسلسل هو ما اتى على وصف واحد سواء كان الوصف اى القيد فعلاً كان يقول كل من الرواة حدثنا به فلانٌ وهو قائم أو واضعٌ يده على راسه اوبعد أن حدثنا به تبسم أو نحو ذلك[114] وقد قرأ حتى علينا شيخنا العلامة المحقق المدقق نادر الوقت والزمانه الشيخ على بن[115] العدوى المشهور بالصعيدى جملةً من المسلسلات رواها عن شيخه الشيخ محمد بن أحمد المعروف بعقيلة[116]

فمنها { الحديث المسلسل بأنا أحبك }

أخبرنا به شيخنا المذكور قال أخبرنا شيخنا عقيلة قال أخبرنا به مولانا وشيخنا المحدث الرحلة الشيخ عبدالله بن سالم البصرى عن الشيخ الشمس محمد بن على الدين[117] البابلى عن على بن محمد بن[118] إبراهيم بن عبد الرحمٰن العلقمى عن أبى الفضل الجلال السيوطى قال أخبرنى أبو الطيب أحمد بن محمد الحجازى الأديب سماعاً قال أخبرنا قاضى القضاة مجد الدين اسمٰعيل بن إبراهيم الحنفى قال أخبرنا الحافظ أبوسعيد العدوى[119] قال أخبرنا أحمد بن

{114} "اوقولاً، كالحديث المسلسل بالأولية وغيرها" ثبت الشرقاوى (ص ٢٥)۔

{115} بعده "أحمد" ثبت الشرقاوى (ص ٢٥) والأعلام للزركلى (٢٦٠/٤)۔

{116} وفى "سلك الدرر للمرادى" محمد عقيلة بن أحمد بن سعيد المشتهر والده بعقيلة الحنفى" (٣٠/٤)

{117} والصواب "علاء الدين" كما سبق فى سند البخارى۔

{118} "عن" ليس "بن" كما فى "فهرس الفهارس لعبدالحى الكتانى فى ترجمة على بن محمد الاجهورى (٧٨٢/٢)" على بن محمد الملقب زين العابدين.......يروى عن......البرهان العلقمى" وخلاصة الأثر للمحبى فى ترجمة محمد علاء الدين البابلى "لزم.....على الأجهورى"

{119} وصوابه "العلائى" ثبت الشرقاوى (ص ٢٥) والأعلام للزركلى (٣٢١/٢) والبدر الطالع للشوكانى (٢٧/١)۔ ومعجم المؤلفين لكحالة (٦٨٨/١) والمعجم المختص بالمحدثين للذهبى (٩٢) الوجازة فى الأثبات والإجازة لرياب الغامدى فى الحديث المسلسل فى حديث المسلسل بالمحبة (١٣٢/١) وفى مباحث فى الحديث المسلسل فى حديث المسلسل بالمحبة" قال العلائي اخبرنا أبو العباس أحمد بن

محمد الارموى[120] قال أخبرنا عبد الرحمٰن ابن مكى قال أخبرنا أبو الطاهر ابن السلفى قال أخبرنا محمد بن عبد الكريم قال أخبرنا أبو على بن شاذان قال أخبرنا أحمد بن سليمان النجاد قال حدثنا أبو بكر بن أبى الدنيا قال حدثنا الحسن بن عبد العزيز الحروى[121] قال حدثنا عمرو بن سلم التناس[122] قال حدثنا الحكم بن عبدة قال أخبرنى حيوة بن شريح قال أخبرنى عقبة بن مسلم عن أبى عبد الرحمٰن الجبلى[123] عن الصنابحى عن معاذ بن جبل رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يا معاذ أنا أحبك فقلُ اللهم أعنى على ذكرك وشكرك وحسن عبادتك قال الصنابحى قال لى معاذ وأنا أحبك فقلُ قال أبو عبد الرحمٰن قال الصنابحى وأنا أحبك فقلُ قال عقبة بن مسلم قال لى عبد الرحمٰن[124] لى أحبك فقل قال حيوة بن شريح قال[125] عقبة لى أحبك فقل

محمد بن حامد الارموى..... الخ" (۱۵/۴) واسمه "خليل بن كيكلدى".

{۱۲۰} "الأرموى" بدون النون، نسبة إلى أرمية بلدة من بلاد أذربيجان: ثبت الشرقاوى و"مباحث فى الحديث المسلسل فى حديث المسلسل بالمحبة" و"الوجازة فى الأثبات والإجازة لرياب الغامدى" فى حديث المسلسل بالمحبة (۳۰۴/۱) والدرر الكامنة لابن حجر (۲۶۱/۱) وذيل التقييد لفاسى (۳۷۹/۱).

{۱۲۱} والصواب "الجروى" بالجيم وبدون النون۔ الكاشف للذهبى (۳۲۶/۱) وتقريب التهذيب لابن حجر (۱۶۱/۱) وهو المنسوب إلى جرى بن عوف بطن من جذام، كما فى، الأعلام للزركلى (۲۹/۴) وفى ثبت الشرقاوى، بكسر الجيم والصواب بفتح الجيم والراء كما فى الأنساب للسمعانى (۵۰/۲) ولب اللباب فى تهذيب الأنساب لجزرى (۲۷۴/۱).

{۱۲۲} الصواب "عمرو بن أبى سلمة التنيسى" وكنيته أبو حفص، تقريب التهذيب لابن حجر (۴۲۲/۱) والتاريخ الكبير لبخارى (۳۴۲/۶) نسبة إلى "التنيس" بكسر التاء المثناة من فوقها وكسر النون المشددة والياء المنقوطة باثنتين من تحتها والسين المهملة بلدة من بلاد مصر، الأنساب للسمعانى (۴۸۷/۱) واللباب فى تهذيب الأنساب لجزرى (۲۳۶/۱).

{۱۲۳} "الحبلى" بالحاء المهملة والباء المعجمة المضمومة واسمه عبد الله بن يزيد، التاريخ الكبير لبخارى (۲۲۶/۵) وتقريب التهذيب لابن حجر (۳۲۹/۱) والأنساب للسمعانى (۱۹۹/۲) واللباب فى تهذيب الأنساب لجزرى (۳۳۷/۱).

{۱۲۴} "أبو عبد الرحمٰن" كما سبق۔

{۱۲۵} ["لى"]۔

قال قال[۱۲۶] الحاكم[۱۲۷] بن عبدة قال لی حیوۃ وانت تعلم مابینی وبینك فقلْ قال التناس[۱۲۸]
قال لی الحاكم[۱۲۹] وأنا أحبك فقلْ قال الحسن قال قال[۱۳۰]
لی التناس[۱۳۱] وأنا أحبك فقلْ قال قال[۱۳۲] بن أبی الدنیا قال لی الحسن وأنا أحبك فقلْ قال أحمد بن سلیمان قال لی بْن أبی الدنیا وأنا أحبك فقل قال ابن شاذان قال حدثنا[۱۳۳] سلیمان[۱۳۴] وأنا أحبكمْ فقولوا[۱۳۵] قال السلفی قال لی محمد بن عبد الكریم وأنا أحبك فقلْ قال بن مكی قال لنا السلفی وأنا أحبكم فقولوا قال الأرموی[۱۳۶] قال لی بْن المكی وأنا أحبك فقلْ قال العلائی قال لی الأرموی[۱۳۷] وأنا أحبك فقلْ قال المجْد الحنفی قال لنا العلائی وأنا أحبكمْ فقولوا قال الحجازی قال لنا المجْد وأنا أحبكمْ فقولوا قال لی[۱۳۸] الجلال السیوطی وأنا أحبك فقل[۱۳۹] قال الشیخ[۱۴۰]

{۱۲۶} "قال، زائد"۔

{۱۲۷} "الحکم" بدون الالف، کما سبق۔

{۱۲۸} والصواب "التنیسی" بالیاء بدل الالف۔ کما سبق۔

{۱۲۹} "الحکم" بدون الالف"۔

{۱۳۰} "قال، زائد"۔

{۱۳۱} "التنیسی" بالیاء بدل الالف"۔

{۱۳۲} "قال، زائد"۔

{۱۳۳} الصواب "لنا" ثبت الشرقاوی (ص ۲۶)۔

{۱۳۴} والصواب "بن سلیمان" کما سبق۔

{۱۳۵} وسقط العبارۃ کما یلی "قال محمد بن عبد الکریم قال لنا بن شاذان وأنا أحبکم فقولوا" ثبت الشرقاوی (ص ۲۶)۔

{۱۳۶} "الأرموی" بدون النون کما سبق۔

{۱۳۷} "الأرموی" بدون النون۔

{۱۳۸} "قال لنا الحجازی وأنا أحبکم فقولوا قال العلقمی قال لی الجلال السیوطی" هٰکذا فی ابتداء هٰذا السند وثبت الشرقاوی۔

{۱۳۹} سقط العبارۃ "قال لی علی بن محمدٍ قال لی العلقمی وأنا احبك فقل" ثبت الشرقاوی (ص ۲۶)

{۱۴۰} "محمد البابلی"۔

قال لی علی بن محمد بن البابلی وأنا أحبك فقل قال الشیخ عبد الله بن سالم قال لی الشیخ محمد البابلی وأنا أحبك فقل قال الشیخ محمد بن أحمد عقیله قال لی الشیخ عبد الله بن سالم وأنا أحبك فقل قال شیخنا الشیخ العدوی الصعیدی[141] وأنا أحبکم فقولوا الحدیث أخرجه الدیلمی فی الفردوس سلسله ولفظه یا معاذ والله انی أحبك وأوصیك أنْ لا تدْع فی کل صلوٰة اللهم أعنی علی ذکرك وشکرك وحسن عبادتك"[142]

ومنه {المسلسل بالتشْبیْك}

قال شیخنا العدوی قال (بن) عقیله شبك بیدی الشیخ صالح[143] حسین بن عبد الرحیم[144] وقال وشبك بیدی العلامة أحمد بن محمد بن ناصر المقْری[145] قال أخبرنی وشبك بیدی الشهاب أحمد بن محمد الخفاجی قال أخبرنی وشبك بیدی الشیخ إبراهیم العلْقمی قال أخبرنی وشبك بیدی أخی الشمْس[146] قال أخبرنی وشبك بیدی الامام کمال

{۱۴۱} بعده سقط هٰذه العبارة "قال لی الشیخ بن عقیله وأنا احبك فقل قال شیخنا الشیخ العدوی الصعیدی" ثبت الشرقاوی (ص ۲۶)۔

{۱۴۲} وفی الفردوس للدیلمی (۱/۴۷۰) الفاظ الحدیث فقط هی "اللهم أعنی علیٰ ذکرك وشکرك وحسن عبادتك" ورواه أبو داود بهٰذه الالفاظ "یا معاذ والله انی لأحبك فقال أوصیك یا معاذ لا تدعن فی دبر کل صلوٰة تقول اللهم أعنی علی ذکرك وشکرك وحسن عبادتك" (۱/۲۱۳ کتاب الصلاة) ورواه النسائی والحاکم والبیهقی ایضاً بالفاظ الاخری"۔

{۱۴۳} والصواب "الصالح"۔

{۱۴۴} "المکی"۔

{۱۴۵} والصواب "المغربی" بالغین المعجمة والباء الموحدة "معجم المؤلفین لکحالة (۱/۳۰۱) نسبة إلی لفضلاء وعلماء المغرب ـ الأعلام للزرکلی (۱/۲۴۱) وهو "الدرعی" منسوب إلی درعة مدینة صغیرة بالمغرب من جنوب البلاد کما فی "معجم البلدان (۲/۴۵۱) ولب اللباب فی تحریر الأنساب للسیوطی (۱/۳۳)، وثبت الشرقاوی (ص ۲۶)۔

{۱۴۶} وبعده "قال أخبرنی وشبك بیدی الإمام الجلال السیوطی "کما فی ثبت الشرقاوی (ص ۲۶) والعجالة فی الأحادیث المسلسلة لأبی الفیض الفادانی (۱/۱۳)۔

الدین امام المالکیة[۱۴۷] قال أخبرنی وشبك بیدی الحافظ بن الجزری قال أخبرنی أبوحفص المزی وشبك بیدی قال أخبرنا أبوالحسن المقدسی وشبك بیدی قال أخبرنا عمر بن سعید الحلبی وشبك بیدی قال أخبرنا الفرج[۱۴۸] الثقفی وشبك بیدی قال أخبرنا الحافظ إسمٰعیل التیمی[۱۴۹] وشبك بیدی قال أخبرنا أبومحمد الحسن السمرقندی وشبك بیدی قال أخبرنا جعفر المستغفری وشبك بیدی قال أخبرنا أبوبکرٍ أحمد بن عبد العزیز المکی وشبك بیدی قال أخبرنا أبوالحسن محمد بن طالبٍ وشبك بیدی قال أخبرنی أبوعمرٍو بن شرود الصنعانی[۱۵۰] وشبك بیدی قال شبك بیدی عبد العزیز بن الحسن قال شبك بیدی إبراهیم بن یحیی[۱۵۱] قال وشبك بیدی صفوان بن سلیمٍ قال شبك بیدی أیوب بن خالد الأنصاری وقال شبك بیدی عبد الله بن رافعٍ وقال شبك بیدی أبوهریرة رضی الله عنه وقال أبوهریرة رضی الله

{۱۴۷} والصواب "الکاملیة" واسمه الکامل "کمال الدین محمد بن محمد بن عبد الرحمٰن بن علی أبوعبد الله المعروف بابن إمام الکاملیه "نظم العقیان فی أعیان الأعیان للسیوطی (۱/۱۴۳) والأعلام للزرکلی (۷/۴۸)۔

{۱۴۸} والصواب "أبوالفرج" واسمه "یحیی بن محمود الثقفی" سیر أعلام النبلاء للذهبی (۲۱/۳۴۴) والتقیید لإبن نقطة (۲/۳۰۶)۔

{۱۴۹} الصواب "التیمی" بدون المیم الثانی وهومصنف کتاب "الترغیب والترهیب الملقب بقوام السنة" الأعلام للزرکلی (۱/۳۲۳) والمعین فی طبقات المحدثین للذهبی (۱۶۰) وسیر أعلام النبلاء للذهبی (۲۰/۸۰) ومعجم المؤلفین لکحالة (۱/۳۷۶)۔

{۱۵۰} والصواب "أبوعمر بن الشرود الصنعانی" ثبت الشرقاوی (ص۲۷) والعجالة فی الحدیث المسلسل لأبی الفیض الفادانی (۱/۱۳) مشیخة بن بخاری (۳/۱۷۹۶) ومعرفة علوم الحدیث للحاکم النیسابوری (۱/۷۷) ومباحث فی الحدیث المسلسل لأحمد أیوب الفیاض (۴/۱۸) والحاوی للفتاوی للسیوطی (۲/۱۲) والطیوریات لأبی الحسین الطیوری (۴/۶۳) وعندی هنا السند کذا "عن أبی طالب ......عن أبی عمر عبد العزیز بن الحسن بن الشرود الصنعانی......عن أبیه الحسن......عن إبراهیم الخ" انظر إلی کتب المذکورة۔

{۱۵۱} والإسم الصحیح "إبراهیم بن أبی یحیی" ثبت الشرقاوی (ص۲۷) والجرح والتعدیل للرازی (۱/۱۲۵)

عنه شبك بيدى أبوالقاسم صلى الله عليه وسلم وقال النبى صلى الله عليه وسلم خلق الله الأرض يوم السبت والجبال يوم الاحد والشجر يوم الاثنين المكروه يوم الثلاثاء والنور يوم الأربعاء والدواب يوم الخميس وآدم عليه السلام يوم الجمعة[152]۔

وأما {المسلسل بقبض اللحية}

قال (بن) عقيلة أخبرنا الشيخ حسن بن على العجيمى قال أخبرنا شيخنا العلامة عيسٰى بن محمد بقرائتى عليه عن الشيخ الأجهورى قراءة عن البدر محمد بن الرضى الغزى[153] اجازة حدثنا أبوالفتح محمد المزى قال حدثنا ابن الجزرى قال حدثنا الجمال محمد بن محمد بن النحاس وأبوهريرة عبد الرحمٰن ابن الحافظ الذهبى قال أنبأنا أبوالعباس أحمد بن عبد الرحمٰن البعلى قال أخبرنا أبوالفرج أحمد بن عبد الرحمٰن البعلى أنا أبومحمد عبد الله بن إسمٰعيل بن أحمد المرداوى أنبانا أبوالفرج يحيىٰ بن محمود بن سعد الثقفى قال أنا جدى الحافظ أبوالقاسم اسمٰعيل بن محمد التيمى[154] أنا أبوبكر أحمد بن على ثنا[155] خلف الشيرازى أخبرنا الامام أبوعبد الله[156] الشافعى ثنا سليمان بن شعيب الكيلانى[157] ثنا سعيد الآدم ثنا شهاب بن

{152} الحديث، رواه المسلم فى الصحيح باختلاف الالفاظ (٣٧١/٢) والسنن الكبرىٰ للبيهقى (٩/ص٥) والصحيح لابن حبان (٣٠/١٤)۔

{153} والصواب "الغزى" بالغين المعجمة۔ الأعلام للزركلى (٥٧/٧) وفهرس الفهارس لعبد الحيى الكتانى فى ترجمة بن عجيل (٨٥٣/٢) وثبت الشرقاوى (ص٢٧)]۔

{154} ["التيمى" بدون الميم الثانى انظر حاشية، ١٣٩۔

{155} والصواب "بن" بدل "ثنا" التقييد لابن نقطة (١٧٢/١) والمعين فى طبقات المحدثين للذهبى (١٤٥) وثبت الشرقاوى (ص٢٧)۔

{156} محمد بن عبد الله الحاكم النيسابورى ثنا الزبير عبد الواحد الأسد آبادى ثنا أبوالحسن يوسف بن عبد الأحد " زادهٰذه العبارة المحقق الفادانى فى ثبت الشرقاوى وهكذا فى، التقييد لابن نقطة۔ (١٧٢/١)۔

{157} والصواب "الكيسانى" النسبة إلى كيسان، وهو شيخ الطحاوى، وكنيته "أبومحمد" الأنساب للسمعانى (١٤٣/٥) واللباب فى تهذيب الأنساب لجزرى (١٢٥/٣) وتهذيب الكمال للمزى فى ترجمة سعيد بن زكريا الآدم۔ (٤٣٤/١٠)

خراش (۱۵۸) سمعت یزید الرقاشی یحدث عن أنس بن مالكٍ رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لایجد عبد حلاوة الایمان حتٰی یؤمن بالقدر خیرہٖ وشرہٖ، حلوہٖ ومرہٖ وقبض رسول الله صلی الله علیه وسلم علی لحیتہٖ وقال اٰمنت بالقدر خیرہٖ وشرہٖ، حلوہٖ ومرہٖ وقبض أنس رضی الله عنه علی لحیتہٖ وقال اٰمنت بالقدر خیرہٖ وشرہٖ، حلوہٖ ومرہ قال وأخذ یزید بلحیتہٖ وقال آمنت بالقدر الخ (۱۵۹) قال وأخذ سعید بلحیتہٖ وقال آمنت بالقدر الخ قال وأخذ سلیمان بلحیتہٖ وقال آمنت بالقدر الخ قال وأخذ یوسف بلحیتہٖ وقال آمنت بالقدر الخ قال وأخذ زیدٌ (۱۶۰) بلحیته وقال آمنت بالقدر الخ قال وأخذ الحاکم بلحیتہٖ وقال آمنت بالقدر الخ

قال وأخذ الشیرازی بلحیتہٖ وقال آمنت بالقدر الخ قال وأخذ التمیمی بلحیتہٖ وقال آمنت بالقدر الخ قال وأخذ الثقفی بلحیتہٖ وقال آمنت بالقدر الخ قال وأخذ المرداوی بلحیتہٖ وقال آمنت بالقدر الخ قال وأخذ البعلی بلحیتہٖ وقال آمنت بالقدر الخ قال وأخذ کل من أبی هریرة وبن النحاس بلحیته وقال آمنت بالقدر الخ (۱۶۱) وأخذ بن الجزیری (۱۶۲) بلحیته وقال آمنت بالقدر الخ (۱۶۳) وأخذ أبو الفتح بلحیته وقال آمنت بالقدر الخ (۱۶۴) وأخذ البدر الغزی بلحیته وقال آمنت بالقدر الخ (۱۶۵) وأخذ الأجهوری بلحیتہٖ وقال آمنت بالقدر وأخذ عیسیٰ بلحیتہٖ وقال آمنت بالقدر الخ (۱۶۶) وأخذ شیخنا حسن بلحیتہٖ وقال آمنت بالقدر الخ وأخذ عقیلة

{۱۵۸} "قال" ثبت الشرقاوی (ص۲۷)۔

{۱۵۹} بعدہ "وقال وأخذ شهاب بلحیتہٖ وقال آمنت بالقدر الخ" ثبت الشرقاوی (ص۲۸)۔

{۱۶۰} والصواب "الزبیر" کما سبق۔

{۱۶۱} [بعدہ "قال" ثبت الشرقاوی (ص۲۸)۔

{۱۶۲} والصواب "الجزری" بدون الیاء، کما سبق۔

{۱۶۳} بعدہ "قال" نفس المصدر۔

{۱۶۴} بعدہ "قال" نفس المصدر۔

{۱۶۵} بعدہ "قال" نفس المصدر۔

{۱۶۶} بعدہ "قال" نفس المصدر۔

بلحيته وقال آمنت بالقدر [١٦٧] خيره وشره وحلوه ومره۔

ومنه {المسلسل بقراءة سورة الفاتحة}

قال شيخنا العدوى قراها على الشيخ الغيومى [١٦٨] قال قراها [١٦٩] على القاضى سمهروشى [١٧٠] قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقرأ فاتحة الكتاب وسمعته يقول مالك بالمد۔

ومنه {المسلسل بالحفاظ}

قال (بن) عقيلة أخبرنا شيخنا الحافظ الشيخ المحدث حسن بن على العجيمى قال أخبرنا الشيخ الامام الحافظ شمس الدين محمد بن علاء الدين البابلى والشيخ الحافظ عبد السلام بن إبراهيم اللقانى قالا حدثنا الحافظ سالم بن محمد السنهورى قال حدثنا الحافظ النجم الغيطى قال حدثنا الشيخ الحافظ شيخ الاسلام زكريا الأنصارى قال حدثنا الحافظ تقى الدين أبو الفضل محمد بن محمد بن أبى الخير محمد بن فهد الهاشمى المكى قال أخبرنا الحفاظ الثلاثة قاضى القضاة جمال الدين أبو حامد محمد بن عبد الله بن ظهيرة القرشى سماعا والعلامة زين الدين أبو الفضل عبد الرحيم بن الحسين العراقى ونور الدين أبو الحسن على بن أبى بكر بن سليمان الهيتمى [١٧١]

{١٦٧} "الخ واخذ شيخنا على العدوى الصعيدى (بلحيته) وقال آمنت بالقدر" زاد هذه العبارة المحقق الفادانى فى ثبت الشرقاوى (ص ٢٨)۔

{١٦٨} "الفيومى" بالفاء واسمه إبراهيم بن موسى "سلك الدرر للمرادى، فى ترجمة على الصعيدى العدوى (٢٠٦/٣) والأعلام للزركلى (٧٦/١) ومعجم المؤلفين لكحالة (٧٦/١) نسبة إلى "فيوم" مدينة بمصر، الأنساب للسمعانى (٣٢٠/٤)۔

{١٦٩} بعده فى ثبت الشرقاوى "على محمد بن عيسىٰ البرلسى، قال قراها على السيد الجزيرى قال قراها" (ص ٢٩)۔

{١٧٠} فى ثبت الشرقاوى "شمهروش الجنى" بالشين المعجمة وبدون الياء، فهرس الفهارس لعبد الحيى الكتانى فى الحديث المسلسل بقراءة الفاتحة (٢٣٣/١)۔

{١٧١} وصوابه "الهيثمى، بالثاء المثلثة والمصريان، بالميم والصاد بدون العين" وهو مصنف مجمع الزوائد۔ الأعلام للزركلى (٢٦٦/٤) ومعجم المؤلفين لكحالة (٢١٠/٢، ٢١١) وشذرات الذهب فى أخبار من ذهب لابن العماد (١٠٥/٩)۔

العريان كتابةً منها [۱۷۲] قالوا أنبأنا الحافظ أبو سعيد خليل بن كيدكى العلاوى [۱۷۳] قال بن ظهيرة كتابةً إجازةً كتبها لنا بخطه فى شهور سنه ۷۵۵ خمس وخمسين وسبع مائةٍ قال أنبأنا الحافظ أبوعبدالله محمد بن أحمد بن عثمان الذهبى بقراءتى عليه أنا الحافظ أبوالحجاج يوسف بن عبدالرحمٰن المِزى [۱۷۴] أنا أبوعبدالله محمد بن عبدالخالق بن طرخان حينئذ وقال أبوحامد بن ظهيرة وأخبرنا القاضى عزالدين بن عبدالعزيز بن محمد بن جماعة عن الحافظ شرف الدين عبد المؤمن بن خلف الدمياطى أنبأنا الحافظ زكى الدين أبومحمدٍ عبدالعظيم بن عبدالقوى المنذرى قال [۱۷۵] أنا الحافظ أبوالحسن بن الفضل [۱۷۶] المقدسى المالكى أنا الحافظ أبو طاهرٍ أحمد بن محمد السلفى أنا الحافظ أبوالغنايم [۱۷۷] محمد بن على بن ميمون القرشى [۱۷۸] أنا الحافظ أبوسفر [۱۷۹] على بن هبة الله [۱۸۰] بن ماكولا حدثنى أبوبكرٍ أحمد بن مهدى يعنى الحافظ أبابكر

{۱۷۲} والصواب "منهما" ثبت الشرقاوى (ص ۲۹)۔

{۱۷۳} والصواب "كيكلدى العلائى" كما تقدم حاشية، ۵۸۔

{۱۷۴} والصواب "المزى" نسبة إلى المزة بكسر الميم وتشديد الزاء المكسورة قرية بدمشق، مصنف تهذيب الكمال فى أسماء الرجال "المعجم المختص بالمحدثين للذهبى (۲۹۹) وتبصير المنتبة بتحرير المشتبة لابن حجر (۱۳۵۹/۴) والأعلام للزركلى (۲۳۶/۸) واللباب فى تهذيب الانساب لجزرى (۲۰۶/۳)۔

{۱۷۵} وبعده قد زاد المحقق الفاضل الكى فى تعليق ثبت الشرقاوى (۳۰) "هو بن طرخان"۔

{۱۷۶} والصواب "المفضل" واسمه "على" المعين فى طبقات المحدثين للذهبى (۱۸۸) والأعلام للزركلى (۲۳/۵)۔

{۱۷۷} والصواب "أبوالغنائم" بالهمزة- المعين فى طبقات المحدثين للذهبى (ص ۱۵۳)۔

{۱۷۸} الصواب "النرسى" نسبة إلى النرس نهر من أنهار الكوفة "اللباب فى تهذيب الأنساب لجزرى (۳۰۵/۳) والمعين فى طبقات المحدثين للذهبى (۱۵۳) والأعلام للزركلى (۲۷۸/۶)]۔

{۱۷۹} والصواب "أبونصر" واسمه على بن هبة الله بن ماكولا وهو مصنف "إكمال الكمال" التقييد لابن نقطة (۲۱۱/۲) والمعين للذهبى (۱۴۳)۔

{۱۸۰} [الصواب "هبة الله" انظر المصادر المسبوقه۔

الخطیب حدثنی الحافظ أبوحازم العبدری هوعمربن أحمدبن إبراهیم بن عبدربه ثنا أبوعمروبن مطرِهومحمدبن جعفربن محمدبن النیسابوری[181] المذکور بمایدل علی الوصف بالحفظ حدثنا إبراهیم بن یوسف السنجانی[182] ثنا أبوالفضل[183] بن زیادالقطان صاحب أحمد بن حنبل[184] ثنا زهیربن حربٍ هوأبوخیثمة ثنا بن معینٍ[185] ثنا علی بن المدینی ثنا عبیدالله بن معاذ ثنا أبی ثنا شعبة عن أبی بکربن أبی حفصٍ[186] عن أبی سلمة عن عائشة رضی الله عنها قالت کن ازواج النبی صلی الله علیه وسلم یاخذن من روسهن[187] حتی تکون کالوفرة[188]

{181} "بن مطر النیسابوری"۔

{182} وصوابه "الهسنجانی" بکسر الهاء والسین وسکون النون الأولی، وکنیته "أبواسحاق" تبصیر المنتبه لإبن حجر(1459/4) والأعلام للزرکلی(81/1) ومعجم المؤلفین لکحالة(83/1)۔

{183} الصواب "الفضل" فقط لا أبوالفضل۔ وهوإسمه۔ وکنیته "أبوالعباس" تاریخ بغداد للخطیب البغدادی(330/14) و "القواعد الفوائد الاصولیة" لإبن اللحام البعلی الدمشقی(47/1) والعجالة فی الأحادیث المسلسلة لأبی الفیض الفادانی(36/1) وطبقات الحنابلة لأبی الحسین بن أبی یعلی، فی ترجمة أحمد بن محمد(14/2)۔

{184} رواه مسلم عن عبیدالله روی هذا الحدیث أحمد بن حنبل عن أبی خیثمة زهیرعن یحیی بن معین عن علی بن المدینی عن عبیدالله بن معاذ۔ العجالة فی الأحادیث المسلسلة لأبی الفیض الفادانی فی المسلسل الحفاظ(36/1) وفی المسند المستخرج علی صحیح الإمام المسلم لأبی نعیم الأصبهانی(370/1)

{185} إسمه "یحیی"۔

{186} "حفص" لا "أبی حفص" وإسمه وکنیته واحد کما قال أبوزرعة۔ الجرح والتعدیل للرازی(238/4) والتاریخ الکبیر لبخاری(9/ص10) والثقات لإبن حبان(657/7)۔

{187} والصواب "رؤوسهن"۔

{188} اخرجه المسلم(148/1)۔

ومنه{المسلسل بالمحمدين}

قال(بن)عقيلة أجازنا شيخنا الشيخ حسن وسماه شيخه محمداً عن الشيخ محمد بن محمد بن سليمان المغربي عن شيخه الشيخ محمد المرابط بن محمد الدولابي[189] عن والده محمد الدولابي[190] عن محمد القصار عن محمد بن عبد الرحمٰن التبيق[191] عن أبي محمد[192] بن غازي عن الشمس محمد السخاوي عن محمد بن مقبل عن محمد بن أبي عمر عن محمد بن عبد الواحد عن أبي عبد الله محمد المكى[193] عن الحافظ عمر[194] بن أحمد المديني الأصبهاني عن محمد بن طاهر المقدسي عن محمد بن عبد الواحد البزار عن محمد بن على[195] بن[196] محمد بن المكى[197] الكشميهني وعن محمد بن يوسف الفربري عن الامام محمد بن إسمٰعيل البخاري

{۱۸۹} "الدلائي" بيائين بدل الهاء وبدون الواو۔ الأعلام للزركلي(۷/۶۴) نسبة إلى دلاية بفتح الدال بلد بالاندلس "لب اللباب في تحرير الأنساب للسيوطي(۱/۳۵) والأنساب للسمعاني(۲/۵۲۱)۔

{۱۹۰} والصواب "الدلائي"۔

{۱۹۱} والصواب "اليسيتني" نسبة إلى يسيتن قبيلة من البربر بالمغرب۔ الأعلام للزركلي(۶/ص۶) ومعجم المؤلفين لكحالة(۳/۴۷) و،العجالة في الأحاديث المسلسلة لأبي الفيض الفاداني في المسلسل بالمحمدين(۱/۴۷) وثبت الشرقاوي(ص۳۱)۔

{۱۹۲} [كنيته "أبو عبد الله" واسمه "محمد" العجالة في الأحاديث المسلسلة لأبي الفيض الفاداني في السند المسلسل بالمحمدين(۱/۴۷) وتاج العروس للزبيدي، في أسانيد الزبيدي(۱/۴۸) وقطف الثمر لفلاني(۱/۵۴)۔

{۱۹۳} "محمد بن مكى" سير أعلام النبلاء للذهبي(۲۲/۱۱۰) في ترجمة "بن حمدان أبو طاهر" والزبيدي محمد بن الوليد" ايضاً۔

{۱۹۴} والصواب "أبي موسى محمد بن أبي بكر عمر" ذيل التقييد لفاسي، في ترجمة أيوب بن أبي بكر(۱/۴۸۳) وسير أعلام النبلاء للذهبي(۲۱/۱۵۲)۔

{۱۹۵} إسمه الكامل "أبو طاهر محمد بن أحمد بن على بن حمدان" كما في، سير أعلام النبلاء للذهبي(۱۷/۲۴۳)۔

{۱۹۶} والصواب "عن" "لا" "بن" سير أعلام النبلاء للذهبي، في ترجمة بن حمدان(۱۷/۲۴۳) وثبت الشرقاوي

{۱۹۷} والصواب "المكى" بدون اللام ويكنى أبا الهيثم" سير أعلام النبلاء للذهبي(۱۶/۴۹۱) ومرآة الجنان لأبي محمد اليافعي، في سنة تسع وثمانين وثلاثمائة(۲/۳۳۱)۔

عن محمد بن خالد عن محمد بن وهب عن محمد بن حرب عن محمد بن الولید الربیدی (۱۹۸) عن محمد بن مسلم الزهری عن عروۃ بن الزبیر عن زینب بنت أبی سلمة عن أم سلمة رضی الله عنها أن النبی صلی الله علیه وسلم رأی فی بیتها جاریة فی وجهها سفعة فقال إسترقوا لها فان بها النظرة (۱۹۹)۔

ومنه {المسلسل بروایة الإبن عن الأب فی عالیه}

قال (بن) عقیلة أخبر (۲۰۰) شیخنا الشیخ أحمد بن محمد النخلی عن زین العابدین بن الطبری عن والدہ عبد القادر عن جدہ یحیی عن جدہ المحب عن الشیخ أبی الفتح المراغی عن الخجندی عن العلائی (۲۰۱) أنا أبو القاسم بن المفضل الصیدلانی (۲۰۲) ومحمد بن علی بن عنان (۲۰۳) وغیرهما قالوا أنبأنا رزق الله بن عبد الوهاب التمیمی قال سمعت أبی أبا الفرج عبد الوهاب یقول سمعت أبی أبا الحسن عبد العزیز یقول سمعت أبی أبا بکر الحارث (۲۰۴) یقول سمعت أبی سلیمان

{۱۹۸} الصواب بالزاء المضمومة "الزبیدی بضم الزاء وفتح الباء فجماعة، منهم...... محمد بن الولید الزبیدی صاحب الزهری" کما فی إکمال الکمال لإبن ماکولا (۲۲۱/۴)۔

{۱۹۹} الحدیث رواہ البخاری فی صحیحه باب رقیة العین (ج ۲، ص ۸۵۴) والمسلم فی صحیحه، باب إستحباب الرقیة من العین (ج ۲ ص ۲۲۳)۔

{۲۰۰} [والصواب "اخبرنا"۔

{۲۰۱} بعدہ "أنا القاسم بن المظفر العسکری بقراءتی علیه قال أنبأتنا کریمة بنت عبد الواحد حضوراً، قالت" ثبت الشرقاوی (۳۱) و، تدریب الراوی فی تقریب النواوی لإبن حجر، النوع الخامس والاربعون (۲۲۹/۲) و، المسلسلات المختصرة للعلائی" مرتبه أحمد أیوب محمد الفیاض "(۷۲/۲)

{۲۰۲} والصواب "أبو المطهر القاسم بن الفضل الصیدلانی" تدریب الراوی فی تقریب النواوی لإبن حجر، النوع الخامس والاربعون (۲۲۹/۲) و، المسلسلات المختصرة للعلائی: مرتبه احمد أیوب محمد الفیاض (۷۲/۲) وسیر أعلام النبلاء للذهبی (۶۰۹/۱۸) والعجالة فی الأحادیث المسلسلة لأبی الفیض الفادانی (۶۷/۱)]

{۲۰۳} [والصواب "الباغبان" وکنیته "أبو الخیر" نفس المصادر۔

{۲۰۴} "یقول سمعت أبی أسد أیقول سمعت أبی اللیث" قد زاد بهذین الاسمین المحقق الفادانی المکی فی ثبت الشرقاوی: والمسلسلات المختصرة للعلائی" مرتبه أحمد أیوب محمد الفیاض" (۷۳/۲) وبن

يقول سمعت أبي الأسود[205] ابن صفيان[206] يقول سمعت أبي زيد[207] يقول سمعت أبي آكيبة[208] يقول سمعت أبي عبد الله يقول سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم فيقول ما اجتمع قومٌ على ذكر الله الاحفتهم الملئكة وغشيتهم الرحمة[209]۔

ومنه {حديث المصافحة}

قال شيخنا العلامة محمد بن سالم الحفنی قال صافحنی العارف بالله تعالٰی سیدی محمد بن محمد البدیری قال قد صافحنی العارف الربانی النقشبندی شهاب الدین أحمد بن محمد بن أحمد الدمیاطی الشهیر بابن عبد الغنی البنا قال وقد رحل الی الیمن صافحنی الشیخ الکبیر الفاضل الفقیه أحمد بن عجیل[210] الیمنی فی منزله کما صافحه الکامل المکمل الشیخ تاج

ماکولا فی کتابه "إکمال الکمال ذکر نسب "رزق الله" إلی سلیمان بهٰذا الترتیب" (باب آکینة، ۱۰۹/۱) و«لسان المیزان لابن حجر فی ترجمة عبد العزیز بن الحارث (۱۹۹/۵) و«میزان الإعتدال للذهبی فی ترجمة عبد العزیز بن الحارث (۶۲۶/۲) والعجالة فی الأحادیث المسلسلة لأبی الفیض الفادانی (۶۷/۱) وتدریب الراوی فی تقریب النواوی لابن حجر، النوع الخامس والأربعون (۲۲۹/۲)۔

{۲۰۵} "یقول سمعت"۔

{۲۰۶} صوابه "أبی سفیان" انظر إلی الکتب المذکورة۔

{۲۰۷} وفی ثبت الشرقاوی ایضاً "زید" والصواب "یزید"۔

{۲۰۸} والصواب "آکینة" بالنون، وبعده "یقول سمعت أبی الهیثم" انظر إلی الکتب المذکورة۔

{۲۰۹} [هٰذا السند من الراوی "رزق الله" إلی آخر الحدیث مذکور فی کنز العمال (۴۳۶/۱)، ومیزان الاعتدال للذهبی (۶۲۵/۲) ولسان المیزان لابن حجر (۱۹۹/۵)، وذیل طبقات الحنابله لابن رجب (۸۹/۱) ورواه المسلم فی صحیحه، باب فضل اجتماع علی تلاوة القران علی الذکر (۳۴۵/۲) والفاظه مختلفة قدرا۔

{۲۱۰} وفی ثبت الشرقاوی "العجل" وهما صوابان، لأنه هو الشهیر بالعجل بفتح العین وکسر الجیم، وکنیته "أبو الوفاء" وفی أجداده "موسٰی عجیل" ونسبه "أحمد بن محمد بن أحمد بن محمد بن أحمد العجل بن محمد بن یوسف بن إبراهیم بن قطب أحمد بن موسی بن عجیل الیمنی التهامی" کما فی "البدر الطالع بمحاسن من بعد القرن السابع" للشوکانی (۲۰۶/۲) و"خلاصة الأثر فی أعیان القرن الحادی عشر لمحبی (۲۱۷/۱) وفهرس الفهارس لعبد الحی الکتانی (۸۵۲/۲)۔

الدین النقشبندی الهندی کما صافحه الامام العارف بالله الشیخ عبد الرحمٰن الشهیر بحاجی زمزی[٢١١] کما صافحه مولانا الفاضل حافظ علی اوبهی کما صافحه مولانا الأستاذ الشیخ محمود الاستقرا ری کما صافحه أبوسعید الحبشی الصحابی رضی الله تعالیٰ عنه کما صافحه سید الأولین والآخرین وامام المرسلین سیدنا محمد بن عبد الله بن عبد المطلب علیه افضل الصلوٰة والسلام من رب العٰلمین ومن فوائد المصافحة حصول البرکة وروی عن النبی صلی الله علیه وسلم أنه قـــال من صافحنی أوصافح منْ صافحنی دخل الجنة[٢١٢]

ولنذکر أسانید بعض الکتب المشهورة[٢١٣] منها:

{الرسالة لأبی القاسم القشیری وشرحها لشیخ الإسلام}

قال شیخنا المذکور أرویها بالسند إلی شیخ الاسلام قال أخبرنی بها العز بن الفراة[٢١٤] الحنفی عن أبی عمر عبد العزیز بن جماعة عن أبی الفضل بن عساکر عن المؤید الطوسی قال أخبرنا أبو الفتوح عبد الوهاب بن شاه الشاذیای قال أخبرنا بها مؤلفها الأستاذ أبو القاسم عبد الوهاب[٢١٥]

{٢١١} والصواب " رمزی " کذا فی، خلاصة الأثر فی أعیان القرن الحادی عشر للمحبی (٢٢٨/٣) وسط النجوم العوالی فی أنباء الاوائل والتوالی للعصامی (٧٥/٣) وثبت الشرقاوی (ص ٣٤)۔

{٢١٢} وروی حدیث المصافحة عن انس بن مالك ایضاً حیث دخل علیه جماعة یعودونه، فقال لهم صافحت بکفی هٰذه کف رسول الله فما مسست خزاً ولا حریراً الین من کفه صلی الله علیه وسلم فقالوا له: صافحنا بالکف التی صافحت بها رسول الله فصافحهم ثم صافحوا من بعدهم قائلاً لمن صافحه صافحنا بالکف التی صافحت بها فلاناً وهٰکذا، والمسلسلات کثیرة " ثبت الشرقاوی (ص ٣٤)۔

{٢١٣} " تبرکا بمصنفیها فنقول " ثبت الشرقاوی (ص ٣٦)۔

{٢١٤} " فرات " بالتاء المطولة۔ نظم العقیان للسیوطی (٤٣/١) والضوء اللامع للسخاوی (١٨٦/٤)۔

{٢١٥} واسمه " عبد الکریم بن هوازن بن عبد الملك " لا عبد الوهاب " سیر أعلام النبلاء للذهبی (٢٢٧/١٨) وثبت الشرقاوی (ص ٣٦)۔ ابن هوازن القشیری۔

ومنها {عوارف المعارف للسهروردی}

یرویها شیخنا حفقی المذکور عن الشیخ البدیری عن العارف بالله تعالیٰ إبراهیم الکردی بسنده عن[216] الحافظ بن حجر العسقلانی عن أبی الحسن المجدد[217] الدمشقی عن التقی سلیمان بن الحمزة[218] المقدسی عن مؤلفها الامام العارف بالله تعالیٰ الشهاب أبی حفص عمر بن محمد السهروردی۔

وأما {الفتوحات المکیة للعارف بالله تعالیٰ محمد بن العربی[219]}

فیرویها شیخنا[220] الشیخ عبد الله بن سالم البصری مع سائر تصنیفاته عن الشیخ محمد البابلی عن أحمد بن خلیل السبکی عن النجم محمد بن أحمد عن البدر المشهدی عن محمد بن مقبل الحلبی عن عبد الوهاب بن یوسف عن أبی العباس أحمد بن أبی طالب الصالحی عن الحافظ محب الدین البخاری[221] عن مؤلفها الشیخ محیی الدین قدس سره۔

وأما {قوت القلوب لأبی طالب المکی}

فیرویه شیخنا محمد بن سالم الحفقی مع سائر تصنیفاته عن الشیخ محمد البدیری بالسند إلی الجلال السیوطی عن الشهاب بن أحمد بن محمد الحجازی عن أبی إسحاق التنوخی عن أبی

{۲۱۶} "إلی" بدل "عن" ثبت الشرقاوی (ص ۳۷)۔

{۲۱۷} الدال فی المجدد زائدة وصوابه "المجد" بدون الدال الثانیة واسمه الکامل "أبو الحسن علی بن محمد بن أبی المجد الدمشقی" کما فی "ذیل التقیید فی رواة السنن والأسانید للفاسی (۲/۲۱۸) ولسان المیزان لابن حجر فی ترجمة رجاء بن أبی عطاء المصری (۳/۴۶۷)۔

{۲۱۸} "حمزة" بدون الألف واللام۔ الدرر الکامنة لابن حجر (۲/۱۳۶) والأعلام للزرکلی (۳/۱۳۳)۔

{۲۱۹} واسمه الکامل "محمد بن علی المعروف محیی الدین بن عربی الطائی المالکی"۔

{۲۲۰} "الحفقی عن الشیخ عید النمرسی عن" فهرس الفهارس لکتانی (۱/۳۵۴)۔

{۲۲۱} والصواب "بن النجار" واسمه محمد بن محمود بن الحسن بن هبة الله بن المحاسن البغدادی ویکنی أبو عبد الله، وهو مصنف ذیل تاریخ بغداد "سیر أعلام النبلاء للذهبی (۲۳/۱۳۱)" و "المعین فی طبقات المحدثین للذهبی (۲۰۲) والأعلام للزرکلی (۷/۸۶)۔

العباس أحمد بن أبي طالب الحجازی[۲۲۲] عن عبد العزیز بن الف[۲۲۳] عن أبي الفتح محمد بن یحییٰ البزرلی[۲۲۴] عن أبي علی محمد بن محمد بن عبد العزیز المهدوی عن عمرو[۲۲۵] بن أبي طالب محمد بن علي عن والده وهو أبو طالب المکی المؤلف المذکور۔

وأما {تلخیص المفتاح والایضاح للجلال، محمد بن عبد الرحمٰن القزوینی}

فیرویه[۲۲۶] الشیخ[۲۲۷] شیخنا المتقدم[۲۲۸] عن الشیخ محمد البابلی عن أبي الإمداد إبراهیم اللقانی عن علی بن محمد المقدسی عن أبي الحسن البکری عن الشیخ الإسلام زکریا أبي القاسم عن أبي النعیم رضوان بن محمد العقبی عن أبي النداء[۲۲۹] إبراهیم التنوخی عن المؤلف قاضی القضاة جلال الدین محمد بن عبد الرحمٰن القزوینی۔

وأما {شرحاه المطول والمختصر، للسعد التفتازانی مع سائر تصنیفاته}

فیرویها شیخنا الحنفی عن الشیخ البدیری عن العلامة الملا عبد الرحیم اللاری نزیل المدینة المنورة عن السید عبد الکریم بن السید أبي بکر الکورانی باجازته عن الشمس الرملی عن الزین زکریا بسنده إلی الأبیوردی عن مؤلفها مسعود بن عمر المشهور بالسعد التفتازانی۔

{۲۲۲} والصواب "الحجار" الشهیر بابن الشحنة۔ المعین فی طبقات المحدثین للذهبی (۲۳۲)۔ وفهرس الفهارس لعبد الحی الکتانی (۳۴۰/۱) و"ثبت الشرقاوی" (ص ۳۷)۔

{۲۲۳} "دلف" بالدال، سیر أعلام النبلاء للذهبی (۲۳/ص ۴۴) والمعین فی طبقات المحدثین للذهبی (۱۹۸) التقیید لابن نقطة (۳۱/۲) وثبت الشرقاوی (ص ۳۷)۔

{۲۲۴} "البردانی" بدون الزاء وإضافة الدال بعد الراء کما فی، المختصر المحتاج الیه للذهبی (۴۰/۲) وذیل التقیید للفاسی (۲۷۶/۱) ومیزان الإعتدال للذهبی (۲۲/۴) وثبت الشرقاوی (ص ۳۷)۔

{۲۲۵} "عمر" لیس عمرو "ثبت الشرقاوی (ص ۳۷) وذیل التقیید للفاسی فی ترجمة البردانی (۲۷۶/۱)۔

{۲۲۶} "فیرویهما"

{۲۲۷} "الحنفی عن شیخه عید النمرسی عن" فهرس الفهارس لکتانی (۳۵۴/۱)۔

{۲۲۸} أحق "عبد الله بن سالم البصری"۔

{۲۲۹} والصواب "أبي الفداء" بالفاء بدل النون، ثبت الشرقاوی (ص ۳۷) ولسان المیزان لابن حجر فی ترجمة محمد بن صالح بن شعیب التمار (۱۹۹/۷)۔

وأما { المواقف للعضد }

فيرويه الشيخ (٢٣٠) شيخنا عبد الله بن سالم عن الشيخ محمد البابلي عن أبي الإرشاد علي بن محمد الأجهوري عن عمر بن الجائي عن أبي الفضل السيوطي عن الشمس محمد بن أحمد بن (٢٣١) المخزومي عن التقي يحيى بن الشمس محمد بن يوسف الكرماني عن أبيه عن مؤلفها القاضي عضد الدين عبد الرحمن بن أحمد الايجي۔

وأما { شرحه للسيد الشريف مع بقية تصانيفه }

فيرويها الشيخ شيخنا (٢٣٢) المذكور عن الشيخ البابلي عن أحمد بن خليل السبكي عن الشيخ محمد بن أحمد عن الشرف عبد الحق التنباطي (٢٣٣) عن المحقق شمس الدين محمد بن مزهم الدين الشرواني عن السيد محمد بن علي الجرجاني الحنفي (٢٣٤)

وأما { تصانيف عصام الدين إبراهيم بن عرب (٢٣٥) الشهير بالخطيب الإسفرايينى }

فيرويها شيخنا الحفني عن الشيخ محمد البديري وهو يرويها إجازة عن الملا إبراهيم عن امام المقام زين العابدين بن عبد القادر الطبي (٢٣٦) عن والده عبد القادر عن

{٢٣٠} "الحفني عن شيخه عيد النمرسي عن" انظر حاشية (٢٨٢)۔

{٢٣١} "بن" زائد وصوابه أحمد المخزومي۔ ثبت الشرقاوي (ص ٣٨)۔

{٢٣٢} انظر السند السابق۔

{٢٣٣} "السنباطي" بالسين، لا بالتاء، كما تقدم في سند الموطا۔

{٢٣٤} "عن والده المؤلف العلامة السيد زين الدين أبي الحسن علي بن محمد بن علي الجرجاني" زاد المحقق الفاداني هذا الإسم في ثبت الشرقاوي، لأن مصنف الكتاب "علي بن محمد بن علي الجرجاني" ليس محمد بن علي الجرجاني كما في، الأعلام للزركلي و كشف الظنون لكاتب الجلبي (١٨٩١/٢) (٥/ص٧)۔

{٢٣٥} "عرب شاه" الأعلام للزركلي (٦٦/١) و معجم المؤلفين لكحالة (٦٧/١) و طبقات المفسرين لأحمد بن محمد الأدنروي (٣٧٦)۔

{٢٣٦} والصواب "الطبري" خلاصة الأثر لمحبي تحت حرف الزاي (٤٣٢/١) وسلافة الأثر في محاسن الشعراء بكل مصر لإبن معصوم (٢٧/١) وثبت الشرقاوي (ص ٣٨)۔

جلال [۲۳۷] الدین محمد بن صدر الدین إسمٰعیل بن عصام الدین إبراهیم الإسفرایینی عن السید محمد أمین بادشاہ عن مؤلفها إبراهیم عصام الدین۔

وأما {تصانیف القسطلانی منها المواهب اللدنیة وشرح البخاری وشرح البردة}

فیرویها شیخنا عن شیخه المذکور عن الشیخ علی الشبراملسی عن البرهان اللقانی والعلامة سیدی علی الأجهوری بروایة الثانی عن العارف بالله محمد بن سلامة البنوفری [۲۳۸] عن البدر القرافی کلیهما [۲۳۹] عن جده العلامة عبد الرحمٰن الأجهوری عن مؤلفها الشهاب أحمد بن أبی بکر القسطلانی [۲۴۰]۔

وأما {تصانیف الإمام أبی عبد الله محمد بن مُلك [۲۴۱] منها الألفیة والکافیة والتسهیل}

فیرویها بالسند الی شیخ الإسلام زکریا الأنصاری عن صالح بن السراج عمر البلقینی عن أبی إسحاق إبراهیم بن أحمد التنوخی عن الشهاب محمد [۲۴۲] بن سلیمان [۲۴۳] عن مؤلفها۔

وأما {تصانیف ابن هشام منها القطر والمغنی}

فیرویها عن شیخه المذکور عن الشیخ أحمد [۲۴۴] البشیشی [۲۴۵] والشیخ منصور الطوخی

{۲۳۷} والصواب "جمال بالمیم" ثبت الشرقاوی (ص۳۸)۔

{۲۳۸} والصواب بالواو بدل "عن" ثبت الشرقاوی (ص۳۹)]

{۲۳۹} والصواب "کلاهما" نفس المصدر۔

{۲۴۰} "وبروایة الأول عالیاً عن الشمس محمد بن أحمد الرملی وهو عن الشهاب القسطلانی" زاد المحقق الفادانی المکی فی ثبت الشرقاوی (ص۳۹)]۔

{۲۴۱} ورسمه الصحیح "مالك"۔

{۲۴۲} والصواب "محمود" الدرر الکامنة لإبن حجر (۳۲۴/۴) والأعلام للزرکلی (۱۷۸/۳) والعبر فی خبر من غبر للذهبی (۷۳/۴)۔

{۲۴۳} ۔سلمان بدون الیاء وکنیته أبو الثناء کما تقدم۔

{۲۴۴} "أحمد بن عبد اللطیف"

{۲۴۵} والصواب "البشبیشی" بالباء بعد الشین المعجمة الأولی نسبة إلی بشبیش قریة بمصر الغربیة" لب اللباب فی تحریر الأنساب للسیوطی (۹۱/۱) والأعلام للزرکلی (۱۵۵/۱) وخلاصة الاثر للمحبی (۱۳۹/۱)]۔

وهما عن الشيخ سلطان المزاحي عن أبي بكر بن إسمعيل الشنواني عن الجمال سيدي يوسف عن والده شيخ الإسلام زكريا عن الحافظ بن حجر عن المحب محمد بن عبد الله عن أبيه عبد الله بن يوسف بن هشام عن مؤلفها۔

وأما {تصانيف الشيخ إبراهيم اللقاني كالجوهرة، وشرحها وبهجة المحافل بتعريف رجال الشمايل[٢٤٦]}

فيرويها عن شيخه المذكور عن الشيخ على الشبراملسي عن مؤلفها۔

وأمّا {الحكم للأستاذ أحمد بن عطاء الله الإسكندري}

فيرويها بالسند إلى القاضي زكريا الأنصاري عن العز عبد الرحيم ابن الفراة[٢٤٧] عن التّاج عبد الوهّاب بن[٢٤٨] السّبكي عن أبيه تقيّ الدّين على بن عبد الكافي السّبكي عن مؤلّفها تاج الدّين أحمد بن محمّد بن عبد الكريم بن عطاء الله الإسكندري۔

وأمّا {حزب النّووي}

قال شيخنا الحفني فأجازني به الشّيخ محمّد بن اليمين[٢٤٩] العلوي عن سيّدي محمّد بن سعد الدّين عن سيّدي حمد[٢٥٠] بن الترخان[٢٥١] عن سيّدي عبد الوهّاب الشّعراني عن البرهان بن أبي شريف المقدسي عن البدر التّفتازاني[٢٥٢] عن سيّدي محمّد بن الخبّاز عن مؤلّفه الإمام النّووي رضي الله عنه۔

{٢٤٦} والصواب "الشمائل" بالهمزة۔

{٢٤٧} والصواب "بالتاء المطولة" كما سبق۔

{٢٤٨} "على"۔

{٢٤٩} "على" بدلاً "اليمين" فهرس الفهارس لعبد الحي الكتاني (٢/١٠٨١) وثبت الشرقاوي (ص ٤١)۔

{٢٥٠} والصواب "محمّد"۔

{٢٥١} الصواب "الترجمان، بالجيم والميم بعد الراء بدون الخاء" فهرس الفهارس لعبد الحي الكتاني (٢/١٠٨٢) وخلاصة الأثر للمحبي (٣/١٠٣) ثبت الشرقاوي (ص ٤١)۔

{٢٥٢} والصواب "البدر القبابي" واسمه "عبد الرحمٰن بن عمر، يكنى أبا هريرة وأبا زيد" الضوء اللامع للسخاوي (٤/١٤٣)۔ والمنهل الصافي لتغري بردي (٧/١٩٧)۔

إسناد البخاري لمحمد مكي بن محمد بن محمد بن حسين الكتبي المكي الحنفي

وكذلك أجيز المذكور بسندٍ عالٍ في البخاري الشريف عن والدي السيد محمد الكتبي عن السيد عبد الله الكنا البخاري المشهور بكوچك تلقاه ١٢٥٦ھ، ألفاً ومائتين وستةً وخمسين على خاتمة المحققين الشيخ محمد عابد بن الشيخ أحمد علي بن شيخ الإسلام محمد مراد الأنصاري الخزرجي ايوي[٢٥٣] السندي ويرويه من طرقٍ عديدةٍ أولها عن الشيخ النحرير العلامة الشهير خاتمة الحفاظ وعمدة المجتهدين وقدوة المحدثين الشيخ صالح بن محمد العمري السوفي بتشديد السين المهملة الشهير بالفلاني[٢٥٤] بضم الفاء وتشديد اللام وبعد الألف نونٌ وهو قراءة[٢٥٥] على شيخه الامام علامة الأنام وقدوة الحفاظ الأعلام الشيخ محمد بن سنه بكسر السين وتشديد النون العمري الفلاني وهو قراءة[٢٥٦] كذلك على الشريف المعمر أبي عبد الله محمد الولاتي بإمال اللام والواو الأولى وهو يرويه عن الشيخ محمد بن محمد بن محمد بن خليل المعروف بابن أركماشي بالشين المعجمة الحنفي وهو يروي عن الحافظ بن حجر العسقلاني مؤلف فتح الباري شرح البخاري عن أبي محمد عبد الله بن محمد بن محمد بن سليمان المكي قال أنا إمام المقام أبو أحمد ابراهيم بن محمد بن بكر الطبري أنا أبو القاسم عبد الرحمٰن بن أبي حرمي المكي أنا أبو الحسن علي بن أحمد بن عمار الطرابلسي أنا أبو مكتومٍ عيسىٰ بن الحافظ أبي ذرٍ عبد بن أحمد الهروي أنا أبي عن شيوخه الثلاثة أبي محمد عبد الله بن أحمد بن حموية السرخسي وأبي إسحاق إبراهيم بن أحمد المستملي وأبي الهيثم محمد بن المكي بن محمد الكشميهني كلهم عن أبي عبد الله محمد بن يوسف الفربري عن مؤلفه الحافظ الحجه محمد بن إسماعيل البخاري فعلىٰ هٰذا بيني وبين البخاري ثلاثة عشر نفساً۔

{٢٥٣} "أيوبي"

{٢٥٤} النسبة إلى قبيلة فلان أو فلانة من قبائل السودان "الأعلام للزركلي (١٩٥/٣)"۔

{٢٥٥} والصواب "قرأة"۔

{٢٥٦} والصواب "قرأة"۔

(ح) قلت وأرويه عالياً عن شيخنا الإمام مقتدى الأنام الشّيخ يوسف المزُجاجي عن أبيه الشّيخ محمّد بن علاء الدّين المزُجاجي وقد قراء[٢٥٧] على الشّيخ إبراهيم بن حسن الكرُدی الكورانی إجازةً قال أخبرنی العبد الصّالح المعمّر الصوفی عبد الله بن منلا سعد الله الاهوری[٢٥٨] نزيل المدينة المنورة زيدت شرفًا عن قطب الدّين النّهروانی عن والده علاء الدّين أحمد بن محمّد النّهروانی[٢٥٩] عن أبی الفتوح أحمد بن عبد الله الطّاووسی عن بابا يوسف الهروی عن محمّد بن شاذبخت الفرغانی عن أبی نعمان[٢٦٠] الختلانی عن الفربری عن مؤلّفه

(ح) وذكر الشّيخ يحيیٰ الشاوی والشيخ العمادی والشيخ الصوانی انّ قطب الدّين روی عن أبی الفتوح بلا واسطة أبيه أيضاً فعلی هٰذا يكون بينی وبين البخاری أحد عشر نفساً۔

وا روی عالياً عن الشيخ صالح الفلانی عن الشيخ محمّد بن سنه عن الشيخ أحمد العجل عن قطب الدّين النّهروانی[٢٦١] عن أبی الفتوح عن بابا يوسف الهروی عن محمّد بن شاذبخت عن أبی نعمان[٢٦٢] الختلانی عن البخاری وعلی هذا بينی وبين البخاری تسعة أنفس۔

وهٰذه الطّريقة لم تصل الی الحرمين الّا مع اشياخ مشايخنا كالشيخ المعمّر عبد الله بن سعد اللاهوری ولمّ تبلغ هٰذه الطّريقة[٢٦٣] الحافظ بن حجر ولا السيوطی، لأنهما كان بمصر والحافظ أبو الفتوح من رجال الثمان مائة كان بأبرقوه مدينه بخراسان العجم وكان موصوفًا بالصّلاح

{٢٥٧} والصواب "قرأه" ۔

{٢٥٨} والصواب "اللّاهوری" بلامين۔

{٢٥٩} "النهرولی" باللام نسبة إلی نهرواله قرية من قری الهند ليس النهروان بلد قرب ببغداد، واسمه محمد بن أحمد بن محمد بن قاضی بن خان محمود النهرولی" انظر حاشية، ١٣٢۔

{٢٦٠} والصواب "أبی لقمان" فهرس الفهارس لعبد الحی الكتانی (٩٣٨/٢) و تاج العروس للزبيدی فی بيان خربر (٣١١/١٣)]۔

{٢٦١} النهرولی باللام۔

{٢٦٢} والصواب "أبی لقمان" ۔

{٢٦٣} بعده "الی" ۔

ذکرہ شیخ والدنا الشیخ عبد الخالق بن علی المرجاحی [۲۶۴] فی تحفة المستطابه [۲۶۵]

{المعجم الکبیر للحافظ أبی القاسم سلیمان بن أحمد الطبرانی}

أرویه [۲۶۶] عن والدی المرحوم خاتمة المحققین السید محمد الکتّبی عن والدہ شیخ الإسلام بالبلد الحرام عن شیخه خاتمة العلماء المحقّقین مولانا الشّیخ محمد الأمیر الکبیر عن شیخه الشیخ محمّد بن سالم الحفنی عن [۲۶۷] الفخر بن البخاری عن أبی جعفر الصّیدلانی عن فاطمة بنت عبد الله الجوزدانیه [۲۶۸] أنبانا أبوبکر محمّد بن عبد [۲۶۹] بن زیرة [۲۷۰] الأصبهانی أخبرنا الطبرانی وبالسّند الیه قال حدّثنا الحسین بن إسحاق التّستری حدّثنا حرملة بن یحیی حدّثنا بن وهب حدّثنا عبد الرّحمٰن بن مسیرة [۲۷۱] الحضرمی عن أبی هانی الخولانی عن أبی عبد الرّحمٰن الحبکی [۲۷۲] وعن عبد الله بن عمر [۲۷۳] رضی الله عنهما قال

{۲۶۴} "المرجاحی" بالزاء لیس بالراء۔ فهرس الفهارس لعبد الحی الکتانی (۲/۷۳۱) والأعلام للزرکلی (۳/۲۹۲)۔

{۲۶۵} صنف المرجاحی، ثبتاً لطیفاً المسمیٰ به "نزهة ریاض الإجازة المستطابه" الأعلام للزرکلی (۳/۲۹۲)۔

{۲۶۶} [أعنی "السید محمد مکی الکتبی"۔

{۲۶۷} والصواب "إلی" ثبت الأمیر (ص ۱۶)۔

{۲۶۸} ورسمه الصحیح بالتاء المدورة۔

{۲۶۹} "عبد الله" لیس "عبد" المعین فی طبقات المحدثین للذهبی (۱۳۰)۔

{۲۷۰} الصواب "ریذة" بالذال، کما فی، الإکمال لإبن ماکولا (۴/۱۷۵)

"ریذة بکسر الراء وسکون الیاء وفتح الذال المعجمة فهو محمد بن عبد الله بن إبراهیم بن ریذة أبوبکر الأصبهانی آخر من بقی من أصحاب الطبرانی" والمعین فی طبقات المحدثین للذهبی (۱۳۰)۔

{۲۷۱} "میسرة" بالیاء قبل السین کما فی، الجرح والتعدیل لأبی حاتم الرازی (۲/۲۸۵) و، تقریب التهذیب لإبن حجر (ص ۳۵۱) و، ثبت الأمیر الکبیر (ص ۱۶)۔

{۲۷۲} الصواب "الحبلی" واسمه "عبد الله بن یزید" الجرح والتعدیل للرازی (۲/۱۹۷) و، تقریب التهذیب (۳۲۹) و، الکنی والأسماء لمسلم القشیری (۱/۵۱۳): وثبت الأمیر الکبیر (ص ۱۶)۔

{۲۷۳} "بن عمر" تصحیف والصواب "بن عمرو، کما فی لسان المیزان لإبن حجر فی ترجمة جمیل بن جریر (۲/۴۸۷) و، الجرح والتعدیل للرازی (۲/۱۹۷) و، الکنی والأسماء لمسلم القشیری (۱/۵۱۳)۔

قال رسول الله صلّی الله علیه وسلّم انّ الإیمان سیخلق فی جوف أحدکم کما یخلق الثّوب فسئلوا الله أن یجدّد ایمانکم فی قلوبکم[۲۷۴] ۔

{احیاء علوم الدّین وبقیة مؤلّفات الغزالی}

عن شیخنا الحفنی إجازةً عن البدیری عن الملّا إبراهیم عن ملّا محمّد شریف عن أبی اسحاق التّنوخی عن التقی سلیمان بن حمزة عن عمر بن کرہم[۲۷۵] الدینوری عن الحافظ أبی الفرج البغدادی عن مؤلّفها۔

وکذٰلك أجیزہ[۲۷۶] کما أجازنی والدی المرحوم السید محمد الکتّبی عن والدہ المرحوم السّیّد محمّد بن حسین الکتّبی الحنفی مفتی بلد الله الحرام قدّس المولیٰ روحه فی دار السّلام کما أجازہ شیخه العالم الفاضل الشیخ محمّد منصور بن السّیّد صالح الباقی الحنفی ۱۲۲۷ھ۔سنة سبع وعشرین بعد المائتین والألف من هجرة ،من خلق علیٰ أکمل وصف علیه الصّلٰوة والسّلام۔

عن شیخه الإمام البحر الفهام القطب العارف الغوث المکاشف إمام الطّریقة الجامع بین الشّریعة والحقیقة الشیخ عبد الکریم ابن العلّامة الشیخ عبد المعطی الجرجاوی بلدا الحنفی مذهباً عن شیخه المجتهد الإمام حامل لواء شریعة الإسلام العارف بالله الشیخ محمد بن العلامة الشیخ أحمد السحیمی بلداً الأزهری منشا الحسینی نسباً الحنفی مذهباً۔

عن شیخه العالم العلّامة العمدة الفهامة وحید دهرہ وفرید عصرہ بلانزاع مولانا الشیخ محمّد شاهین الأزمناوی الحنفی عن الشیخ أحمد الشوبری عن الشیخ محمد ابن السراج الحانوتی عن والدہ عن شیخه العلامة شهاب الدّین بدون واسطة الوالد عن قاضی القضاة بالدّیار المصریه شمس الدّین أبی محمد بن محمد الغزّی وهو یرویه عن من وصل إلیٰ مرتبة المجتهدین الأعلام شیخ الشیوخ محمّد کمال الدّین ابن الهمام عن الشّیخ سراج الدّین أبی

{۲۷۴} قال الهیثمی فی مجمع الزوائد باب تجدید الإیمان(۱/۲۱۲) ۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر واسنادہ حسن۔

{۲۷۵} صوابه "کرم" بدون الهاء، وکنیته أبو حفص ۔ سیر أعلام النبلاء للذهبی(۲۲/۳۲۵) والتقیید لابن نقطة(۲/۱۸۳) وذیل التقیید للفاسی(۲/۲۴۹)]

{۲۷۶} هٰذا السند فی فقه الحنفی۔

حفص عمر قارى الهداية الحنفى عن شيخ الشيوخ علاء الدّين أحمد بن محمّد السيرانى[٢٧٧] الحنفى عن الإمام السيد الشّريف شارح الهداية جلال الدّين الحنفى عن الإمام الربانى والعارف الصمدانى حافظ الدين أبى محمّد بن الفضل محمد بن محمد بن نصر البخارى الحنفى عن الإمام البخارى الحنفى عن الإمام شمس الائمة أبو الوجد[٢٧٨] محمّد بن عبد الستار بن محمّد الكردى[٢٧٩] الحنفى عن المخصوص بالعناية صاحب الهداية۔

وأمّا {تصانيف إمام الحرمين أبى المعالى عبد الملك}

فنرويها بالسند السّابق إلى شيخ الإسلام زكريّا عن الشرف أبى الفتح محمّد بن أبى بكر العشهانى[٢٨٠] المراغى بروايته عن ابى الفرج عبد الرّحمٰن بن أحمد بن المبارك الغزّى عن أبى العبّاس أحمد بن عبد الدّائم المقدسى عن أبى عبد الله محمّد بن[٢٨١] الحرّانى عن فقيه الحرم أبى عبد الله محمّد بن الفضل الفراوى عن مؤلّفها إمام الحرمين۔

وأمّا {تذكرة القرطبى}

فنرويها بالسّند إلى بن الفرات عن القاضى عبد العزيز بن محمّد بن جماعة عن أبى جعفر بن الزّبير عن مؤلّفها الحافظ أبى عبد الله محمّد بن أبى بكر بن فرح القرطبى بسكون الرّاء[٢٨٢]

{٢٧٧} "السّيرامى" بالميم۔ الدرر الكامنة فى أعيان المائة الثانية لابن حجر۔ (١/٣٠٧) و، بغية الوعاة فى طبقات اللغويين والنحاة للسيوطى (٢/١٣٨)۔

{٢٧٨} والصواب "أبى الوجد"۔

{٢٧٩} ويقال له "الكردرى" ايضا۔

{٢٨٠} والصواب "العشمانى" نظم العقيان فى أعيان الاعيان، للسيوطى (١/٤٧) وفهرس الفهارس لعبد الحى الكتانى (٢/٦١٣)۔

{٢٨١} "محمد بن على" سير أعلام النبلاء للذهبى (٢١/١٩٣)۔

{٢٨٢} فرح القرطبى هنا بسكون الراء۔

وأمّا{أحزاب الشّاذلية}

قال شيخنا المذكور أخبرني بها شيخنا البديري قال أجازني بجميع ما ينسب الى تاج العارفين القطب الشيخ أبي الحسن الشّاذلي من أحزابٍ وأورادٍ وادعيّةٍ وغيرذلك، وممّاينسبه للولي الصالح محمّد بن سليمان الجزولي من دلائل الخيرات والمسبعات العشر وحزب الفلاح وغيرذٰلك۔ شيخنا الرباني سيدي محمّد بن أحمد المكنساسي [٢٨٣] المسطاري [٢٨٤] عليه رحمة الباري وهوقد اخذ الطريق عن العارف الرباني أبي القاسم بن أحمد السّفياني صاحب الكرامات الظّاهرة وهوعن شيخه العارف بالله سيّدي الشيخ محمد الشرقي وهوعن شيخه سيّدي عبد الله بن ساسي وهوعن شيخه عبد الله القروانی [٢٨٥] وهوعن شيخه عبد العزيز التباغ [٢٨٦] وهوعن شيخه سيّدي محمد بن سليمان الجزولي صاحب دلائل الخيرات [٢٨٧] وهو عن شيخه السيد عبد الرّحمٰن الشريف عن شيخه سيّدي عثمان [٢٨٨] عن شيخه عبد الرّحمٰن

{٢٨٣} والصواب "المكناسي" بدون الشين المهملة الاولى۔ سلك الدرر في أعيان القرن الثاني عشر لمرادي(٣٣/٤) و، ديوان الإسلام لإبن الغزي في الأنساب(٨١/١)۔

{٢٨٤} الصواب "المزطاري" بالزاء، المرجع السابق۔

{٢٨٥} الصواب "الغزواني" فهرس الفهارس لعبد الحي الكتاني في سند دلائل الخيرات(٤٩٠/١) و، الإستقصاء لأخبار دول المغرب الأقصى "لأبي العباس الناصري (١٤٤/٤) وخلاصة الأثر لمحبي(١٠٠/٢) وهومصنف كتاب المسمى به "تحييرالأجراس في سر الأنفاس" الكتاب الأحدية المسمى به "دلائل الخيرات كي سند نعيمى لعبد الحق باكستاني"۔

{٢٨٦} "التّبّاع" بالعين المهملة۔ ثبت الأمير الكبير(ص٣٧) ونعمة النعمان في أسانيد شيخنا أبي عبد الرحمٰن وهوثبت الشيخ صبحي السامرائي، لمحمد بن غازي البغدادي (٣٧/١) و، فهرس الفهارس لعبد الحي الكتاني في سند دلائل الخيرات(٤٩٠/١)۔

{٢٨٧} وبعده في ثبت الأمير الكبير(ص٣٧) "عن شيخه القطب سيد محمد أمغار دفين بلاد أزمور" ولكنه ليس في ثبت الشرقاوي(٤١) والإسم التالي "عبد الرحمن" ليس في ثبت الأمير الكبير۔

{٢٨٨} والصواب "ابن عثمان" واسمه في ثبت الشرقاوي "سعيد الفزّاني" وفي ثبت الأمير الكبير، سعيد الهنتاتي۔

الرجدادی (۲۸۹) عن شیخه سیّدی عینوس (۲۹۰) البدوی عن شیخه الامام الغزالی (۲۹۱) عن شیخه عبداللہ (۲۹۲) المغربی (۲۹۳) عن شیخه تاج العارفین سیّدی علی أبی الحسن الشّاذلی الشّریف الحسنی وھوعن شیخه عبدالسّلام بن مشیش وھوعن سیّدی عبدالرّحمٰن المدنی (۲۹۴) عن أبی بکرالشّبلی عن ابی القاسم الجنیدشیخ الطّریقة عن خاله السری سقطی (۲۹۵) عن أستاذہ حبیب العجمی عن سید التابعین الحسن البصری عن السبط الحسن بن علی عن أبیه علی بن أبی طالبٍ وھوعن جدہ المعظم سیّدنا محمّدٍ صلی اللہ علیه وسلّم۔

{۲۸۹} وھوتصحیف والصواب "الرجراجی" کمافی ثبت الشرقاوی،او"الرجراج" بدون الیاء، کمافی ثبت الأمیرالکبیر: وبعدہ فی ثبت الأمیرالکبیرھٰذا ایضاً "عن شیخه القطب سیدی أبی الفضل الھندی" وکذازادمنه المحقق الفادانی المکی فی ثبت الشرقاوی(ص۴۷) ایضاولکن فیه أبی الفتح بدل أبی الفضل۔

{۲۹۰} کذاوقع فی ھٰذا السند وثبت مولاگل، وثبت الشرقاوی ولکن فی ثبت الأمیرالکبیر "عنوس" بدون الیاء۔

{۲۹۱} فی ثبت الشرقاوی، والأمیرالکبیر "القرافی" وکنیته أبوالعباس۔

{۲۹۲} والصواب "أبی عبداللہ" کمافی ثبت الشرقاوی(۴۱) والأمیرالکبیر(۳۷)۔

{۲۹۳} وبعدہ "أبی العباس المرسی، کمافی ثبت الشرقاوی واسمه "أحمدبن عبدالمومن"۔

{۲۹۴} فی ثبت الأمیرالکبیربعدہ "عن القطب سیدی عبداللہ التلیری" (ص۳۷)۔

{۲۹۵} [والصواب "السقطی" بالف واللام، وبعدہ زادالمحقق منه فی ثبت الشرقاوی "عن أبی محفوظ معروف الکرخی عن أبی سلیمان داود الطّائی" وکذافی ثبت الأمیرالکبیر(۳۷)۔

{الموطأ}

نرويه مسلسلاً بالحنفيئين[٢٩٦] عن والدی عن جدی عن شیخه الشیخ محمد الأمير عن الشيخ حسن بن علی العجيمی الحنفی عن الشيخ خير الدّين الرملی عن الشيخ أحمد بن أمين الدّين عن والده أمين الدّين بن عبد العالی[٢٩٧] الخبلاصی[٢٩٨] عن الشّيخ سويز الدّين بن عبد البر[٢٩٩] عن والده الشيخ محب الدّين محمد بن الشحنه إجازةً عن الإمام أكمل الدّين محمد بن محمد البابرتی عن العلامة محمّد بن محمّد بن السخاوی المعروف بقوام الدّين عن العلّامة حسام الدين السقتاق[٣٠٠] قال أخبرنا الإمام حافظ الدّين الكبير محمّد بن محمّد بن نصر البخاری النّسفی عن شمس الأئمّة محمّد بن عبد الستار الكردی عن برهان الدّين أبی المكارم المطرزی قال أخبرنا الإمام الخطيب موفّق الدّين المكی قال أخبرنا الإمام أبو القاسم محمود بن عمر الزمخشری بمكة عند باب بنی شيبة قال حدّثنا الذّكی الحافظ أبو عبد الله الحسينی[٣٠١] محمد بن خسرو البلخی عن أبی الحسن علیّ بن الحسين بن أيوب قال أخبرنا بن طاهر عبد الغفّار بن محمّد بن جعفر المؤدّب قال أخبرنا أبو علی محمّد بن أحمد بن الحسن بن الصّوّاف أخبرنا أبو علی بشر بن موسیٰ بن صالح الأسدی قال أخبرنا أحمد بن محمد بن مهرات[٣٠٢] قال أخبرنا محمّد بن

{٢٩٦} اعنی السيد محمد المكی الكتبی الحنفی۔ وفی ثبت الأمير "مسلسلاً بالفقهاء الحنفيين" (ص ٧)۔

{٢٩٧} صوابه "عبد العال" بالعين وبدون الياء واسمه "محمد" معجم المؤلفين لكحالة (٢١٣/٣) والكواكب السائرة بأعيان المائة العاشرة لمحمد الغزی (٥٩/٣)۔

{٢٩٨} "الجنبلاطی" ثبت الأمير الكبير (ص ٧٢)۔

{٢٩٩} والصواب "سری الدين عبد البر" الأعلام للزركلی (٢٧٣/٣)۔

{٣٠٠} الصواب "السّغناق" بالغين والقاف، نسبة إلى سغناق بلدة من تركستان، واسمه الحسين بن علی بن حجاج "الأعلام للزركلی (٢٤٧/٢) والجواهر المضية فی طبقات الحنفية (٥٠٧/٢) فيها "الصغناق" بالصاد۔

{٣٠١} والصواب "أبو عبد الله الحسين بن محمّد بن خسرو البلْخی" سير أعلام النبلاء للذهبی (٥٩٢/١٩) ومعجم المؤلفين لكحالة (٦٣٧/١)۔

{٣٠٢} الصواب "مهران" بالنون وكنيته "أبو جعفر" الجواهر المضية فی طبقات الحنفية لأبی محمد عبد القادر القرشی "(٣١٩/١) وثبت الأمير (ص ٧)۔

الحسين [٣٠٣] الشيباني قال أخبرنا الإمام مالك بن أنس رضي الله عنه وإلى هٰهنا تم المقصود۔
والله أعلم۔

أجزت مولانا محمد گل خان ابن السيد خان ساكن كابل النزيل المدرس بالمدرسة الامدادية في مرادآباد۔ وأن يجيز من شاء من أهل الإستحقاق۔

كتبه القصير السيد محمد المكي الكتبي الخطيب والامام والمدرس بالمسجد الحرام ابن المرحوم السيد محمد الكتبي بن مفتي البلد الحرام السيد محمد ابن حسين الكتبي۔

(مہر۔ السيد محمد المكي الكتبي)

{٣٠٣} "الحسن" بدون الياء۔ لسان الميزان لابن حجر۔ (٦٠/٧) وميزان الإعتدال للذهبي (٥١٣/٣)۔

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

وصلّی اللہ علی منِ ھو بالمؤمنین رؤف رحیم!

الحمد للہ الّذی اختار صفوۃ عبادہ وامدھم بعنایۃ وجعلھم من اھل ودادہ فاستخلصھم من العباد وسلک بھم سبیل الرشاد فجاھدوا أنفسھم فی مرضاتہ الجھاد الأکبر لیفوزوا بعد الانقطاع بالوصول الی الحظ الأوفر وأشھد أن لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ شھادۃً تکون بھا من أھل إسعادہ وأشھد أنّ سیدنا محمداً عبدہ ورسولہ المبعوث من أشرف بلادہ صلّی اللہ وسلّم علیہ وعلی اٰلہٖ وأصحابہٖ الذین جاھدوا فی اللہ حقّ جھادہٖ وأتباعہٖ وأحبابہٖ وأزواجہٖ وأولادہٖ

وبعد!

فانّ دلائل الخیرات جلیلۃ المقدار عالیۃ المنار بادیۃ الأنوار اشتملت علی ذکر اللہ وعلی الصّلاۃ والسّلام علی رسول اللہ وھما مامورٌ بھما فی الکتب العزیز والسنۃ السنیۃ ویتقرب بھما الصالحون فی کلّ بکرۃٍ وعشیّۃ۔ قال اللہ تعالیٰ: فاذکرونی أذکرکم۔

وقال تعالیٰ: ولذکر اللہ أکبر۔ وقال تعالیٰ: یٰأیھا الذین اٰمنوا اذکروا اللہ ذکراً کثیراً وسبّحوہ بکرۃً وأصیلًا، ھو الّذی یصلّی علیکم وملٰئکتہ لیخرجکم من الظّلمٰت الی النّور وکان بالمؤمنین رحیماً، تحیّتھم یوم یلقونہ سلٰمٌ، واعدّ لھم اجراً کریماً۔ وقال تعالیٰ:

انّ اللہ وملٰئکتہٗ یصلّون علی النّبیّ یآیّھا الّذین اٰمنوا صلّوا علیہ وسلّموا تسلیماً۔

وقال علیہ الصّلوٰۃ والسّلام: لأن أقعد مع قومٍ یذکرون اللہ منذ صلوٰۃ الغداۃ حتّٰی تطلع الشّمس أحب إلیّ من أن أعتق رقبۃً من ولد إسمٰعیل۔ وقال علیہ الصّلوٰۃ والسّلام: أکثروا من الصّلوٰۃ علیّ یوم الجمعۃ۔

وکان ممّن ظھرت علیہ لوائح أنوارھا وبدت فی وجودھا مصنونات أسرارھا محبنا العزیز مولانا مولوی محمد گل ابن السید خان مدرس مدرسۃ امدادیۃ فاجزتہ بقراتھا کما اجازنی بذلک سیدی ووالدی المرحوم السید محمد الکتبی ابن مولانا المرحوم السید محمد حسین الکتبی مفتی البلد الحرام قدس المولیٰ روحہ فی دار السلام عن شیخہ سیدی محمد الامیر

الکبیر عن شیخه الشهاب الجوهری عن مولانا عبد الله الشریف عن مولانا الطیب عن والده القطب مولانا محمد عن والده القطب عبد الله الشریف المتولی القطبانیة إثنین[304] وثلاثین سنةً عن سیّدی علیّ بن أحمد الانجر[305] عن القطب سیدی محمد الطالب عن القطب الکبیر سیّدی عبد الله القروالی[306] عن سیدی عبد العزیز التباغ[307] دفین مراکش عن شیخه القطب سیدی محمد بن سلیمان الجزولی الشریف الحسنی دفین مراکش نفعنا الله بهم أجمعین وأعاد علینا من برکاتهم آمین وأوصیه بالتّقوی والتمسك بسببها الأقوی وأن لا ینسانی من دعواته فی خلواته وجلواته وسیما عند ختم قراۃ الدلائل سواء قرأها أو اقرأها وسواء وحده أو مع الاخوان فتح الله علیه وواصل نعمه الیه بجاه سیّد الأنام الّذی هو للرسل الکرام ختام وصلّی الله علی سیّدنا محمّدٍ دائماً أبداً۔

کتبه القصیر السید محمد المکی الکتبی الخطیب والامام والمدرس بالمسجد الحرام ابن المرحوم الیسد محمد الکتبی بن مفتی البلد الحرام السید محمد ابن حسین الکتبی۔

{304} والصواب "اثنتین" ثبت الأمیر الکبیر (ص 37)۔

{305} فی ثبت الأمیر "الانجوری" وفی حاشیته "الانجری" وبعده فی ثبت الأمیر "عن القطب سیّدی عیسٰی بن سیّدنا الحسن المصباحی" ایضاً، ثبت الأمیر الکبیر (ص 37)۔

{306} والصواب "الغزوانی" کما تقدم فی حاشیة (348)۔

{307} "التّباع" بالعین المهملة، کما تقدم فی حاشیة (349)۔

سند الخلافة

بسم الله الرحمٰن الرّحیم

بسم الله خیر الأسماء ربّ الأرض و ربّ السّماء بسم الله الّذی لا یضرّ مع اسمہ شیئٌ فی الأرض ولا فی السّماء وهو السّمیع العلیم۔ هٰذہ الشّجرۃ أصلها أصیلٌ و فرعها نبیلٌ وحاملها رجلٌ جلیلٌ نسئل الله أن یرزقه الأستقامة بحرمة سیّدنا محمّد الشّفیع یوم القیامة صلی الله علیه وعلیٰ اٰلہ وصحبہ أجمعین۔

الحمد لله فاتح أقفال القلوب بذکرہ وکاشف أستار الغیوب بسرّہ و رافع الأعلام وزیادۃ المقام بشکرہ وصل وسلم علی سیدنا محمدٍ أفضل الأنبیاء والمرسلین وعلیٰ اٰلہ وأصحابہ المهاجرین۔

أما بعد: فیقول فقیر ربہ وأسیر ذنبہ کثیر المساوی محمد المکی الکتبی الخلوتی الصاوی قد أجزت وخلفت محبنا العزیز الفاضل الکامل مولانا مولوی محمد گل خان ابن السید خان ساکن کابل النزیل المدرس بالمدرسة الامدادیة فی مراد آباد۔

ألبسته خرقة الخلافة وأمرته بکلمة التوحید وأجزته أیضاً بأن یخلف من شاء من المومنین الصّالحین کما اجازنی وامرنی والبسنی المرشدی مولانا السید محمّد الکتبی الخلوتی عن الشیخ مصطفیٰ الآفندی بن علی المرعشی الحافظ رئیس الأئمة بالمقام الحنفی بمکة المکرمة زادها الله تشریفاً، عن شیخه السید مهمان خواجه بن السید ایشان خواجه التمنکانی عن شیخه السید عبد الله عن شیخه وبن عمه السید علی عن شیخه السید یحیی عن شیخه السید أبی بکرٍ عن شیخه السید إسمٰعیل عن شیخه السید عبد الوهاب عن شیخه السید نور الدین عن شیخه السید محمد درویش عن شیخه السید حسام الدین عن شیخه السید نور الدین عن شیخه السید ولی الدین عن شیخه السید زین الدین عن شیخه السید شرف الدین عن شیخه السید شمس الدین عن شیخه السید محمد الهتاك عن شیخه السید عبد العزیز عن شیخه

وأبيه سيد السادات مجمع الفضل والجودوالبركات نور الشمسين والقمرين سيد الثقلين حضرت جناب سيدى محيى الدين عبدالقادر الجيلانی قدس الله أسرارهم [(۳۰۸)] عن شيخه حسن العكاری [(۳۰۹)] عن شيخه أبی الفرح الطرطوسی عن شيخه عبدالواحد تميم [(۳۱۰)] عن شيخه أبی بكر الشبلی عن شيخه الجنيد البغدادی عن شيخه السری السقطی عن شيخه معروف الكرخی عن شيخه أبی الحسن الإمام علی بن موسیٰ الرضاعن شيخه الإمام موسیٰ الكاظم عن شيخه الإمام جعفر الصادق عن شيخه الإمام محمد الباقر عن شيخه الإمام زين العابدين عن شيخه ووالده سيد شباب أهل الجنة وقرة عين أهل السنة الإمام الحسين رضی الله عنهم عن شيخه وأبيه مظهر العجائب والغرائب أمير المومنين علی بن أبی طالب رضی الله عنه وكرم الله وجهه قال حدثنی رسول الله صلی الله عليه وسلم قال حدثنی جبرئيل عليه السلام قال سمعت رب العزة يقول لا اله الا الله حصنی فمن قالها دخل فی حصنی ومن دخل فی حصنی امن من عذابی، بالسند المتقدم الی الشيخ معروف الكرخی عن شيخه داؤد الطائی عن شيخه حبيب

{۳۰۸} وبعده "عن شيخه أبی سعيد المخزومی" بهجة الأسرار لأبی الحسن علی بن يوسف الشطنوفی، بلغة الأسرديه (ص ۲۸۳) قلائد الجواهر لشيخ محمد يحيی، تادفی بلغة الأسردية (ص ۲۳)۔

{۳۰۹} الصواب "الهكاری" نسبة إلی الهكارية قرية من أعمال الموصل، واسمه علی بن أحمد بن يوسف الهكاری "سير أعلام النبلاء للذهبی (۱۹/۶۷) ولسان الميزان لإبن حجر (۵/۲۸۲) والأنساب للسمعانی (۱۲/۳۳۶) اللباب فی تهذيب الأنساب لإبن الجزری (۳/۳۹۰) ومراة الجنان وعبرة اليقظان لأبی محمد اليافعی، فی سنة ست وثمانين واربع مائة (۳/۱۰۸) و،طبقات الأولياء لإبن الملقن عمر الشافعی (۱/۷۳) وفيه "علی بن محمد بن يوسف"۔

{۳۱۰} "التميمی" بالياء، الحنبلی وكانت وفاته سنة، ۴۱۰ھ ۔ودفن جانب القبر الإمام أحمد بن الحنبل "سير أعلام النبلاء للذهبی (۱۷/۲۷۳) والمنتظم فی تاريخ الملوك والأمم لإبن الجوزی (۱۵/۱۳۷) وطبقات الحنبلی لإبن أبی يعلی (۲/۱۷۷) قلت: هو المجاز عن أبيه عبد العزيز وأبوه عن أبی بكر الشبلی" طبقات الأولياء لإبن الملقن عمر الشافعی،فی ذكر سلاسل خرقة بن الملقن (۱/۸۱) ومسالك السالكين لشاه ولی الله الدهلوی (۱/۳۲۷)

العجمی عن شیخه الشیخ الحسن البصری عن شیخه أمیر المومنین علی بن أبی طالب کرم الله وجهه عن رسول الله صلی الله علیه وسلم عن جبرئیل علیه السلام عن رب العزة رب العالمین تعلموا کلمة التوحید وأمرنا بتلاوتها وتعلیمها عقب کل فریضة مأة وخمسة وسبعین مرةً۔ قال الله تبارك وتعالی:

إن الذین یبایعونك انما یبایعون الله، ید الله فوق أیدیهم، فمن نکث فانما ینکث علی نفسه ومن أوفی بما عاهد علیه الله فسیوتیه أجراً عظیماً۔

اللهم وفقه لصالح الأعمال ومداومة الأذکار بحرمة سیدنا ومولانا محمد المختار وآله الأبرار وأصحابه الأخیار فی اللیل والنهار۔ آمین۔

کتبه المفتقر راجی الفیض الوهبی السید محمد المکی الکتبی الخطیب والامام والمدرس بالمسجد الحرام عفی عنه بمنه۔

(مہر۔ السید محمد المکی الکتبی)

تمت

همت لطبع هذا الکتاب المستطاب المحتوی علی اسانید کتب الصحاح والتفاسیر والفقه وغیرها لیعم بالفوائد کل من حصل له الفراغ من تحصیل علوم الشرعیة فی مدرسة العالیة الامدادیة الواقعة فی احسن البلاد اعنی به مراد آباد، صانه الله اهالیه وسکانه عن الشرور و الفساد لکن دوران فلکة مغزل فیضان بادارة اعطیات ظل المنان الذی اسمه من حمد الرحمٰن و مسماه مخزن العدل والاحسان نثار اللولؤ والعقیان ولقبه هو المملوء من النور والایقان وبرق سیفه کاشف ظلمات الظلم والعدوان هو الاسد السبطر الغضنفر العبقر الجهضم الجهور مقدام الهزابر کاسر الاکاسر الذی جود الحاتم لی جوده کالنداء الی الغدیر وعدل کسری الی عدله کالسواء الی الزئیر هو الامیر الکبیر مالك الاکلیل والسریر الذی لا مثل له ولا نظیر اعنی بها النواب حامد علی خان بهادر اساس مملکة رامپور، صانه الله عن المصائب والشرور وابقیٰ دولته علی مر اللیالی والدهور علی رغم اعدائه إلی یوم النشور اللهم ارفع مدارجه کما اسس لاهل العلم معارجه واجعل بانیها فی العلیین ودم فیوضاتها الی یوم الدین أمین ثم امین۔

مخفی نہ رہے کہ جیسے علم حدیث کے لیے سند کی ضرورت ہے ایسے ہی فی زمانہ............ کہ کوئی شخص کسی عالم سے کوئی مسئلہ پوچھے تو اس عالم پر واجب ہے کہ............ جواب اس شرط پر دے کہ یا تو اس عالم کی سند اسی قول............ کا قول نقل کرتا ہے یا اس مجتہد کی ایسی کتاب سے اس کا قول نقل کرے کہ بلا اختلاف یہ ثابت ہو کہ یہ کتاب اس مجتہد کی ہے جس کا قول نقل کرتا ہے والا وہ عالم تارک واجب ہے اور اس کا قول قابل سند نہیں۔ چناں چہ فتح القدیر میں مسطور ہے:

وقد استقر رأی الأصولیین علی أن المفتی هو المجتهد، وأما غیر المجتهد ممن یحفظ أقوال المجتهد فلیس بمفت، والواجب علیه إذا سئل أن یذکر قول المجتهد کأبی حنیفة علی جهة الحکایة، فعرف أن مایکون فی زماننا من فتوی الموجودین لیس بفتوی، بل هو نقل کلام المفتی لیأخذ به المستفتی، وطریق نقله کذلك عن المجتهد أحد أمرین إما أن یکون له فیه سند إلیه أو یأخذه من کتاب معروف تداولته الأیدی، نحو کتب محمد بن الحسن ونحوها من التصانیف المشهورة للمجتهدین لأنه بمنزلة الخبر المتواتر عنهم أو المشهور۔

[فتح القدیر: ج۷ ص۲۵۶۔ کتاب أدب القاضي]

{المصادر والمراجع}

۱. الأعلام للزرکلی
۲. الأنساب للسمعانی
۳. إکمال الکمال لإبن ماکولا
۴. الإرشاد الی مهمات علم الإسناد لشیخ ولی الله الدهلوی
۵. اسماء المؤلفین وآثار المصنفین لإسماعیل باشا
۶. الاستقصاء لأخبار دول المغرب الأقصی لأبی العباس الناصری
۷. إنباء الغمر بأبناء العمر لإبن حجر
۸. بغیة الوعاۃ فی طبقات اللغویین والنحاۃ للسیوطی
۹. البدر الطالع بمحاسن من بعد القرن السابع'' للشوکانی
۱۰. بهجة الأسرار لأبی الحسن علی بن یوسف الشطنوفی، بلغة الاریة
۱۱. تبصیر المنتبه بتحریر المشتبة لابن حجر
۱۲. تذکرۃ الحفاظ للذهبی
۱۳. التحبیر فی المعجم الکبیر للسمعانی
۱۴. تاج العروس للزبیدی
۱۵. تهذیب الکمال لمزی
۱۶. تهذیب الاسماء للنووی
۱۷. توضیح المشتبة لإبن ناصر الدین القیسی
۱۸. تکملة الإکمال لإبن الصابونی
۱۹. تعلیق التعلیق علی البخاری لإبن حجر
۲۰. تقریب التهذیب لإبن حجر

۲۱. التاریخ الکبیر لبخاری

۲۲. تهذیب التهذیب لإبن حجر

۲۳. تدریب الراوی فی تقریب النووی لإبن حجر

۲۴. تاریخ بغداد لخطیب البغدادی

۲۵. تهذیب الکمال للمزی

۲۶. ثبت الطحطاوی

۲۷. ثبت لأمیر الکبیر

۲۸. الثقات لإبن حبان

۲۹. الجواهر المضیه فی طبقات الحنفیة لمحی الدین القرشی

۳۰. الجامع الحاوی فی مرویات الشرقاوی المعروف بثبت الشرقاوی

۳۱. الجرح والتعدیل للرازی

۳۲. الحاوی للفتاوی للسیوطی

۳۳. خلاصة الأثر فی أعیان القرن الحادی عشر للمحبی

۳۴. درر الحکام فی شرح غرر الأحکام لملا خسرو

۳۵. الدرر الکامنة فی أعیان المائة الثانیة لإبن حجر

۳۶. دیوان الإسلام لإبن الغزی

۳۷. دلائل الخیرات کی سند نعیمی بلغة الارادیة لعبد الحق پاکستانی

۳۸. ذیل التقیید لمعرفة رواة السنن والمسانید لفاسی

۳۹. ذیل طبقات الحنابله لإبن رجب

۴۰. رجال صحیح مسلم للأصبهانی

۴۱. سیر أعلام النبلاء للذهبی

۴۲. سلافة الأثر فی محاسن الشعراء بکل مصر لإبن معصوم

۴۳. سلک الدرر فی أعیان القرن الثانی عشر لمرادی
۴۴. سمط النجوم العوالی للعصامی
۴۵. السنن الکبریٰ للبیہقی
۴۶. شذرات الذہب فی أخبار من ذہب لإبن العماد
۴۷. الصحیح البخاری
۴۸. الصحیح المسلم
۴۹. الصحیح لإبن حبان
۵۰. الصحاح لجوہری
۵۱. الضوء اللامع للسخاوی
۵۲. الطیوریات لأبی الحسین الطیوری
۵۳. طبقات الحنابلۃ لأبی الحسین بن أبی یعلی
۵۴. طبقات الأولیاء لإبن الملقن عمر الشافعی
۵۵. طبقات النسابین
۵۶. العبر فی خبر من غبر للذہبی
۵۷. طبقات المفسرین لأحمد بن محمد الادنروی
۵۸. العجالۃ فی الأحادیث المسلسلۃ لأبی الفیض الفادانی
۵۹. فتح الغفار لحسن بن أحمد الرباعی
۶۰. الفردوس للدیلمی
۶۱. فہرس الفہارس لعبد الحی الکتانی
۶۲. قطف الثمر فی رفع اسانید المصنفات فی الفنون و الاثر لصالح بن محمد الفلانی
۶۳. القواعد الفوائد الأصولیۃ لإبن اللحام البعلی الدمشقی
۶۴. قلائد الجواہر لشیخ محمد یحیی تادنی ببلغۃ الارادیۃ

۶۵. کتاب التقیید لمعرفة رواة السنن والمسانید لابن نقطة

۶۶. الکواکب السائرة باعیان المائة العاشرة لمحمد الغزی

۶۷. الکاشف للذهبی

۶۸. کشف الظنون لکاتب الجلبی

۶۹. کنز العمال لمتقی الهندی

۷۰. الکنی والأسماء لمسلم القشیری

۷۱. لسان المیزان لابن حجر

۷۲. لب اللباب فی تحریر الأنساب للسیوطی

۷۳. اللباب فی تهذیب الأنساب لجزری

۷۴. مخطوطة لثبت الطحطاوی

۷۵. معرفة علوم الحدیث للحاکم النیسابوری

۷۶. مباحث فی الحدیث المسلسل لأحمد ایوب الفیاض

۷۷. معجم البلدان

۷۸. مشیخة بن بخاری

۷۹. المسلسلات المختصرة للعلائی'' مرتبه أحمد ایوب محمد الفیاض

۸۰. میزان الاعتدال للذهبی

۸۱. معجم المؤلفین لکحالة

۸۲. المعین فی طبقات المحدثین للذهبی

۸۳. المنهل الصافی والمستوفی بعد الوافی لابن تغریبردی

۸۴. المغرب فی ترتیب المعرب للمطرزی

۸۵. المعجم الوسیط

۸۶. مقدمة معالم السنن

۸۷. معجم الشیوخ للسبکی

۸۸. المعجم المختص بالمحدثین للذہبی

۸۹. المسند المستخرج علی صحیح الإمام المسلم لأبی نعیم الأصبهانی

۹۰. المختصر المحتاج الیه للذہبی

۹۱. مجمع الزوائد الهیثمی، باب تجدید الایمان

۹۲. المعجم الکبیر للطبرانی

۹۳. مرآة الجنان وعبرة الیقظان لأبی محمد الیافعی

۹۴. المنتظم فی تاریخ الملوك والأمم لإبن الجوزی

۹۵. مسالك السالکین لشاہ ولی اللہ الدہلوی

۹۶. نظم العقیان فی أعیان الأعیان للسیوطی

۹۷. النور السافر لعبد القادر الهندی

۹۸. نعمة النعمان فی أسانید شیخنا أبی عبد الرحمٰن لمحمد بن غازی البغدادی

۹۹. هدیة العارفین لإسماعیل باشا البغدادی

۱۰۰. الوافی للوفیات للصفدی

۱۰۱. الوجازة فی الأثبات والإجازة لریاب الغامدی۔

اسانید شیخ الکل

(ا)سند فقہ حنفی بواسطہ امام طحطاوی

☆ شیخ الکل علامہ محمد گل خاں کابلی علیہ الرحمۃ کو فقہ حنفی کی سند واجازت حاصل ہوئی
☆ شیخ سید محمد مکی کتبی سے
☆ انہیں امام حرم شیخ سید محمد صالح کتبی سے
☆ انہیں مفتی احناف مکہ مکرمہ شیخ سید محمد بن حسین کتبی سے
☆ انہیں مفتی اعظم مصر مراقی الفلاح اور در مختار کے محشی امام شیخ سید احمد بن محمد طحطاوی سے
☆ انہیں اپنے والد گرامی شیخ سید محمد بن مولیٰ سے
☆ انہیں مفتی احناف مصر شیخ احمد حماقی سے
☆ انہیں اپنے مشائخ شیخ علی عقدی، سید علی حنفی سیواسی بصیر، شیخ احمد شہیر وقدوسی اور عین المفتین دیار مصر سید علی المعروف بہ سکندر سے
☆ ان تمام کو شیخ محمد شاہین اریناوی اور شیخ عبدالحی شرنبلالی سے
☆ ان دونوں کو شیخ احمد شوبری اور شیخ حسن شرنبلالی سے
☆ ان دونوں کو شیخ محمد محبی سے
☆ انہیں شیخ مقدسی سے
☆ انہیں شرح زیلعی کے محشی شیخ ابو العباس شہاب الدین احمد بن یونس ابن شلبی سے
☆ انہیں قاضی حلب وقاہرہ شیخ ابو البرکات سری الدین عبدالبر بن محمد ابن شحنہ سے
☆ انہیں صاحب فتح القدیر شیخ کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن ہمام سے
☆ انہیں شیخ ابو حفص سراج الدین عمر بن علی کنانی سے
☆ انہیں شیخ علاء الدین علی احمد بن محمد سیرامی سے
☆ انہیں شارح ہدایہ شیخ ابو محمد جلال الدین عمر بن محمد خبازی خجندی سے
☆ انہیں شیخ ابو الفضل علاء الدین عبدالعزیز بن نصر بخاری سے

☆ انہیں صاحب کنزالدقائق شیخ ابوالبرکات حافظ الدین عبداللہ بن احمد نسفی سے
☆ انہیں شمس الائمہ شیخ ابوالواجد محمد بن محمد بن عبدالستار عمودی کردری سے
☆ انہیں مصنف ہدایہ شیخ برہان الدین ابوالحسن علی بن ابوبکر فرغانی مرغینانی سے
☆ انہیں شیخ فخرالاسلام ابوالحسن علی بن محمد بزدوی سے
☆ انہیں صاحب مبسوط شمس الائمہ شیخ ابوبکر محمد بن احمد بن سہل سرخسی سے
☆ انہیں شیخ ابومحمد عبدالعزیز بن احمد حلوانی سے
☆ انہیں شیخ قاضی ابوعلی حسین بن خضر نسفی سے
☆ انہیں شیخ ابوبکر محمد بن فضل بخاری سے
☆ انہیں صاحب مسند ابوحنیفہ شیخ ابومحمد عبداللہ بن محمد حارثی کلاباذی سبذمونی سے
☆ انہیں شیخ ابوعبداللہ ابوحفص صغیر محمد بن بن احمد ابوحفص کبیر بخاری سے
☆ انہیں اپنے والد شیخ ابوحفص کبیر احمد بن حفص بخاری سے
☆ انہیں امام ابوعبداللہ قاضی محمد بن حسن شیبانی سے
☆ انہیں امام اعظم ابوحنیفہ حضرت نعمان بن ثابت سے
☆ انہیں امام حماد بن سلیمان سے
☆ انہیں ابراہیم بن یزید نخعی سے
☆ انہیں شیخ علقمہ سے
☆ انہیں عبداللہ بن مسعود سے
☆ انہیں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے
☆ انہیں حضرت جبریل سے
☆ انہیں بارگاہ رب العزت سے

(۲)فقہ حنفی کی دوسری سند

شیخ الکل علامہ محمد گل خاں کابلی سے شیخ سید احمد بن محمد طحطاوی تک سند سابق کے مثل۔

☆ شیخ طحطاوی کو فقہ حنفی کی سند واجازت حاصل ہے اپنے استاذ شیخ محمد بن عبد المعطی حریری سے
☆ انہیں شیخ حسن بن نورالدین مقدسی سے
☆ انہیں شیخ علیم الدین سلیمان بن مصطفی منصوری سے
☆ انہیں شیخ عبدالحی بن عبدالحق شرنبلالی سے
☆ انہیں صاحب مراقی الفلاح شیخ حسن بن عمار شرنبلالی سے
☆ انہیں شیخ محمد محبی اور شیخ علی بن غانم مقدسی سے
☆ شیخ نورالدین علی بن محمد ابن غانم مقدسی نے روایت کیا
☆ شرح زیلعی کے محشی شیخ شہاب الدین احمد بن یونس بن شلبی سے
☆ انہیں قاضی حلب و قاہرہ ابوالبرکات سری الدین عبدالبر بن شحنہ سے
☆ انہیں صاحب فتح القدیر کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن ہمام سے
☆ انہیں شیخ ابو حفص سراج الدین عمر بن علی کنانی سے
☆ انہیں شیخ علاء الدین علی احمد بن محمد سیرامی سے
☆ انہیں شارح ہدایہ شیخ ابو محمد جلال الدین عمر بن محمد خبازی خجندی سے
☆ انہیں شیخ ابوالفضل علاء الدین عبدالعزیز بن نصر بخاری سے
☆ انہیں صاحب کنزالدقائق شیخ ابوالبرکات حافظ الدین عبداللہ بن احمد نسفی سے
☆ انہیں شمس الائمہ شیخ ابوالواجد محمد بن محمد بن عبدالستار عمودی کردری سے
☆ انہیں مصنف ہدایہ شیخ برہان الدین ابوالحسن علی بن ابوبکر فرغانی مرغینانی سے
☆ انہیں شیخ فخرالاسلام ابوالحسن علی بن محمد بزدوی سے
☆ انہیں صاحب مبسوط شمس الائمہ شیخ ابوبکر محمد بن احمد بن سہل سرخسی سے

☆ انہیں شیخ ابو محمد عبدالعزیز بن احمد حلوانی سے

☆ انہیں شیخ قاضی ابو علی حسین بن خضر نسفی سے

☆ انہیں شیخ ابو بکر محمد بن فضل بخاری سے

☆ انہیں صاحب مسند ابو حنیفہ شیخ ابو محمد عبداللہ بن محمد سبز مونی سے

☆ انہیں شیخ ابو حفص صغیر محمد بن بن احمد ابو حفص کبیر بخاری سے

☆ انہیں اپنے والد شیخ ابو حفص کبیر احمد بن حفص بخاری سے

☆ انہیں امام ابو عبداللہ قاضی محمد بن حسن شیبانی سے

☆ انہیں امام اعظم ابو حنیفہ حضرت نعمان بن ثابت سے

☆ انہیں امام حماد بن سلیمان سے

☆ انہیں ابراہیم بن یزید نخعی سے

☆ انہیں شیخ علقمہ سے

☆ انہیں عبداللہ بن مسعود سے

☆ انہیں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

☆ انہیں جبریل امین سے

☆ انہیں بارگاہ الٰہی سے

سند بخاری شریف

شیخ الکل علامہ محمد گل خاں کابلی سے علامہ طحطاوی تک سند سابق کے مثل،
علامہ طحطاوی کو بخاری شریف کی سند واجازت حاصل ہے۔

☆ شیخ محمد امیر کبیر، شیخ حسن جداوی اور شیخ عبد العلیم سے
☆ ان تمام کو شیخ علی عدوی سے
☆ انہیں شیخ محمد عقیلہ سے
☆ انہیں شیخ حسن عجیمی سے
☆ انہیں شیخ احمد بن عجلی یمنی سے
☆ انہیں امام یحییٰ بن مکرم طبری سے
☆ انہیں برہان ابراہیم بن محمد بن صدقہ دمشقی سے
☆ انہیں شیخ عبد الرحمن بن عبد الاول فرغانی سے
☆ انہیں شیخ محمد بن یوسف فربری سے
☆ انہیں جامع بخاری امام محمد بن اسمٰعیل بخاری سے

سند مسلم شریف

شیخ الکل علامہ محمد گل خاں کابلی سے شیخ یحییٰ بن مکرم تک سند سابق کے مثل،
یحییٰ بن مکرم روایت کرتے ہیں

☆ اپنے دادا شیخ محب الدین سے
☆ وہ شیخ زین الدین ابو بکر بن حسین مراغی سے
☆ وہ ابو عباس احمد بن ابو طالب حجار سے
☆ وہ انجب بن ابو سعادات حمامی سے
☆ وہ ابو الفرج مسعود بن حسن ثقفی سے

☆ وہ حافظ ابوالقاسم عبدالرحمن بن مندہ سے

☆ وہ حافظ ابوبکر محمد بن عبداللہ جوزقی سے

☆ وہ ابوالحسن مکی بن عبدان سے

☆ وہ جامع صحیح مسلم امام مسلم بن حجاج قشیری سے۔

سنن ابوداؤد کی سند

شیخ الکل علامہ محمد گل خاں کابلی سے شیخ محب الدین طبری تک سند سابق کے مثل،
وہ شریف ابوطاہر محمد بن کویک سے

☆ وہ مسندہ زینب بنت کمال مقدسیہ سے

☆ وہ ابوالقاسم بن عبدالرحمن بن مکی حاسب سے

☆ وہ حافظ ابوطاہر احمد بن محمد سلفی سے

☆ وہ ابو جعفر عبادانی سے

☆ وہ ابو عمر قاسم بن جعفر خطیب بن عبدالواحد ہاشمی سے

☆ وہ ابوعلی محمد بن احمد لولوی سے

☆ وہ مؤلف سنن امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی سے

سنن ترمذی کی سند

شیخ الکل علامہ محمد گل خاں کابلی سے حسن عجیمی تک سند بخاری کے مثل
شیخ حسن عجیمی کو سند واجازت حاصل ہے،

☆ شیخ احمد بن محمد قشاشی صوفی سے

☆ انہیں اپنے شیخ احمد بن علی شناوی صوفی سے

☆ انہیں شیخ علی بن عبدالقدوس شناوی صوفی سے

☆ انہیں شیخ عبدالوہاب شعرانی صوفی سے

☆ انہیں شیخ زکریا بن محمد فقیہ صوفی سے

☆ انہیں عارف باللہ زین الدین مراغی عثمانی صوفی سے
☆ انہیں شرف الدین اسمعیل بن ابراہیم جبرتی صوفی سے
☆ انہیں ابوالحسن علی بن عمروانی صوفی سے
☆ انہیں اپنے استاد شیخ محی الدین محمد بن علی حاتمی صوفی سے
☆ انہیں شیخ عبدالوہاب بن علی بن سکینہ بغدادی صوفی سے
☆ انہیں ابوالفتح عبدالملک بن عبداللہ کروخی صوفی سے
☆ انہیں اپنے شیخ محقق حافظ ابواسمعیل عبداللہ ہروی صوفی سے
☆ انہیں شیخ عبدالجبار جراحی سے
☆ انہیں ابوالعباس محمد بن احمد بن محبوب محبوبی سے
☆ انہیں مؤلف کتاب امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی سے

مواہب لدنیہ کی سند

شیخ الکل علامہ محمد گل خاں کابلی سے شیخ قشاشی تک سند سابق کے مثل،
وہ شیخ محمد رملی سے

☆ وہ شیخ زین زکریا انصاری سے
☆ وہ حافظ بن حجر سے
☆ وہ شیخ صلاح بن ابو عمر سے
☆ وہ شیخ فخر بن بخاری سے
☆ وہ شیخ عبداللہ بنانی سے
☆ وہ شیخ محمد زرقانی سے
☆ وہ علامہ شبرا ملسی سے
☆ وہ شیخ احمد بن خلیل سبکی سے
☆ وہ شیخ شریف یوسف ارمیونی سے
☆ وہ روایت کرتے ہیں صاحب کتاب شیخ احمد بن محمد قسطلانی سے۔

کتب عقائد وکلام کی اسانید بواسطہ شیخ شرقاوی

ابراہیم لقانی کی جوہرۃ التوحید اور اس کی شروحات کی اسناد

شیخ الکل علامہ محمد گل خاں کابلی کو قراءۃً وسماعًا اجازت حاصل ہے،

☆ شیخ سید محمد مکی کتبی سے
☆ وہ روایت کرتے ہیں شیخ سید محمد صالح کتبی سے
☆ وہ شیخ سید محمد بن سید حسین کتبی سے
☆ وہ شیخ صاوی خلوتی سے
☆ وہ شیخ شرقاوی سے
☆ شیخ شرقاوی نے روایت کیا شیخ محمد بن سالم حفنی سے
☆ انہوں نے شیخ محمد بن محمد بدیری المعروف بہ ابن میت سے
☆ انہوں نے شیخ ابو الضیاء شبر املسی سے
☆ انہوں نے برہان لقانی مولف کتاب مذکور سے۔

شیخ عضد الدین ابو الفضل ایجی کی کتاب مواقف کی سند

شیخ الکل علامہ محمد گل خاں کابلی سے شیخ محمد بن سالم حفنی تک سند سابق کے مثل وہ روایت کرتے ہیں اپنے شیخ عبداللہ بن سالم بصری سے

☆ وہ شیخ علاء الدین بابلی سے
☆ وہ شیخ ابو الارشاد اجہوری سے
☆ وہ شیخ عمر بن جائی سے
☆ وہ شیخ ابو الفضل سیوطی سے
☆ وہ شیخ شمس محمد مخزومی سے
☆ وہ شیخ یحییٰ بن شمس کرمانی سے

☆ وہ اپنے والد سے

☆ وہ موکف مواقف قاضی عضد الدین ابوالفضل ایجی سے۔

سید شریف جرجانی کی شرح مواقف اور دیگر تصانیف کی سند

شیخ الکل علامہ محمد گل خاں کابلی سے شیخ علاء الدین بابلی تک سند سابق کے مثل شیخ علاء الدین بابلی روایت کرتے ہیں

☆ احمد بن خلیل سبکی سے

☆ وہ شیخ محمد بن احمد سے

☆ وہ شیخ شرف عبدالحق بناطی سے

☆ وہ شیخ شمس الدین شروانی سے

☆ وہ موکف شرح مواقف سید محمد بن علی جرجانی سے۔

کتب تفاسیر

سند معالم التنزیل لامام بغوی

شیخ الکل علامہ محمد گل خاں کابلی کو اجازت حاصل ہے

☆ شیخ سید محمد مکی کتبی سے

☆ انہیں شیخ سید محمد صالح کتبی سے

☆ انہیں شیخ سید محمد بن سید حسین کتبی سے

☆ انہیں شیخ صاوی خلوتی سے

☆ انہیں شیخ شرقاوی سے

☆ شیخ شرقاوی کو شیخ محمد بن سالم حفنی سے

☆ انہیں شیخ محمد بن محمد بدیری المعروف بہ ابن میت سے

☆ انہیں شیخ ابوالضیاء شبراملسی سے

☆ انہیں شیخ برہان ابراہیم لقانی مالکی سے
☆ انہیں شیخ ابوالنجا سالم السنہوری
☆ انہیں شیخ نجم غیطی سے
☆ انہیں شیخ الاسلام ابو یحیی زکریا انصاری سے
☆ انہیں شیخ عز عبدالرحیم بن فرات سے
☆ انہیں شیخ صلاح الدین بن ابی عمر سے
☆ انہیں شیخ فخر علی بن احمد سے
☆ انہیں شیخ فضل اللہ بن سعد نوقانی سے
☆ انہیں مولف کتاب حسین بن مسعود بغوی سے

تفسیر فخرالدین رازی

شیخ الکل علامہ محمد گل خاں کابلی سے شیخ الاسلام ابو یحیی زکریا تک سند سابق کے مثل وہ روایت کرتے ہیں

☆ تقی محمد بن محمد تقی سے
☆ وہ شیخ مجد الدین لغوی سے
☆ وہ شیخ سراج الدین قزوینی سے
☆ وہ قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ تفتازانی سے
☆ وہ شرف الدین ابوبکر بن محمد ہروی سے
☆ وہ مولف شیخ فخر الدین رازی سے

تفسیر امام واحدی

تفسیر مذکور اور دیگر تصانیف مؤلف کی اجازت حاصل ہے شیخ الکل علامہ محمد گل خاں کابلی کو اپنے شیخ کے توسط سے، بقیہ سند جلال سیوطی تک۔

☆ جلال سیوطی نے روایت کیا محمد بن مقبل سے

☆ انہوں نے محمد بن علی یوسف حراوی سے

☆ انہوں نے حافظ عبدالمومن بن خلف دمیاطی سے

☆ انہوں نے ابوالحسن بن مقیر سے

☆ انہوں نے ابوالفضل احمد بن طاہر میہنی سے

☆ انہوں نے ابوالحسن علی بن احمد الواحدی موئلف کتاب سے

تفسیر کشاف لزمخشری

شیخ الکل علامہ محمد گل خاں کابلی سے برہان ابراہیم لقانی مالکی تک سند معالم التنزیل کے مثل لقانی روایت کرتے ہیں

☆ محمد بن عقیلی بھنسی سے

☆ وہ ابوالحسن بکری سے

☆ وہ قاضی زکریابن محمد سے

☆ وہ شیخ عز عبدالرحیم سے

☆ وہ ابن جماعہ حافظ ابو عمر عبدالعزیز سے

☆ وہ ابوالفضل احمد بن ہبۃ اللہ بن عساکر سے

☆ وہ زینب بنت عبدالرحمن شعری سے

☆ وہ موئلف کتاب ابوالقاسم محمود بن عمرز مخشری سے

تفسیر بیضاوی: کتاب مذکوراور دیگر تصانیف موئلف جیسے

"الطوالع والمنہاج وشرح المصابیح"

وغیرہاکی اجازت وروایت کاسلسلہ سند شیخ الکل علامہ محمد گل خاں کابلی سے شیخ ابراہیم لقانی تک سند سابق کے مثل

☆ وہ شیخ سالم بن محمد سے

☆ وہ شیخ محمد بن احمد سے

☆ وہ زین زکریا بن محمد سے

☆ وہ ابو الفضل محمد بن محمد مرجانی سے

☆ وہ ابو ہریرہ عبد الرحمن ذہبی سے

☆ وہ عمر بن الیاس مراغی سے

☆ وہ امام ناصر الدین عبد اللہ بن عمر بیضاوی مؤلف کتاب سے

تفسیر جلالین تفسیر مذکور اور تفسیر در منثور جامع کبیر و صغیر

اور دیگر تصانیف جلال الدین سیوطی،

کا سلسلہ سند شیخ الکل علامہ محمد گل خاں کابلی سے ابو الضیاء شبر املسی تک سند سابق کے مثل

وہ روایت کرتے ہیں

☆ شیخ حلبی صاحب سیرت سے

☆ وہ شیخ علی اجہوری سے

☆ شیخ علی اجہوری روایت کرتے ہیں نور الدین علی زیادی اور برہان علقمی سے

☆ اور نور الدین علی زیادی روایت کرتے ہیں سید عفیف یوسف ارمیونی سے

☆ وہ جلال الدین سیوطی سے

☆ اور برہان علقمی روایت کرتے ہیں اپنے بھائی شمس الدین محمد سے

☆ وہ جلال الدین سیوطی سے

مؤلفات جلال الدین محلی

شیخ الکل علامہ محمد گل خاں کابلی سے نور الدین علی زیادی تک سند سابق کے مثل

☆ زیادی روایت کرتے ہیں شمس رملی سے

☆ وہ شیخ الاسلام زکریا سے
☆ وہ جلال الدین محلی سے

کتب احادیث کی سند

صحیح بخاری

شیخ الکل علامہ محمد گل خاں کابلی کو بخاری شریف کی قراءۃً وسماعاً اجازت وسند حاصل ہے،

☆ شیخ سید محمد مکی کتبی سے
☆ وہ روایت کرتے ہیں شیخ سید محمد صالح کتبی سے
☆ وہ شیخ سید محمد بن حسین کتبی سے
☆ وہ امام صاوی خلوتی سے
☆ وہ شیخ شرقاوی سے
☆ وہ شیخ محمد بن سالم حفنی سے
☆ وہ شیخ عید نمرسی سے
☆ وہ شیخ عبداللہ بن سالم بصری سے
☆ وہ شیخ علاء الدین بابلی مصری سے
☆ وہ شیخ ابوالنجا سالم سنہوری سے
☆ وہ شیخ نجم محمد بن احمد غیطی سے
☆ وہ ابویحییٰ زکریا انصاری سے
☆ وہ شیخ ابن حجر عسقلانی سے
☆ وہ شیخ ابراہیم تنوخی سے
☆ وہ ابوالعباس احمد حجار سے
☆ وہ شیخ حسین بن مبارک زبیدی سے

☆ وہ ابوالوقت عبدالاول سجزی ہروی سے

☆ وہ ابوالحسن عبدالرحمن داوودی سے

☆ وہ ابومحمد عبداللہ سرخسی سے

☆ وہ ابوعبداللہ محمد بن یوسف بن مطر فربری سے

☆ وہ جامع بخاری شیخ محمد بن اسماعیل بخاری سے

صحیح مسلم

شیخ الکل علامہ محمد گل خاں کابلی سے شیخ الاسلام زکریا انصاری تک سند سابق کے مثل

شیخ زکریا انصاری نے روایت کیا

☆ شیخ ابونعیم رضوان عقبی سے

☆ انہوں نے ابوطاہر محمد بن محمد بن کویک سے

☆ انہوں نے ابوالفرج عبدالرحمن حنبلی سے

☆ انہوں نے ابوعباس احمد بن عبدالدائم نابلسی سے

☆ انہوں نے شیخ محمد بن علی بن صدقہ حرانی سے

☆ انہوں نے فقیہ حرم ابوعبداللہ محمد بن فضل فراوی سے

☆ انہوں نے ابوالحسین عبدالغافر فارسی سے

☆ انہوں نے ابواحمد محمد جلودی نیساپوری سے

☆ انہوں نے شیخ ابراہیم بن محمد نیساپوری سے

☆ انہوں نے جامع صحیح مسلم ابوالحسن مسلم بن حجاج قشیری سے۔

سنن ابی داؤد

شیخ الکل علامہ محمد گل خاں کابلی سے شیخ محمد بابلی مصری تک سند بخاری کے مثل

شیخ محمد بابلی مصری روایت کرتے ہیں

☆ شیخ سلیمان بن عبد الدائم سے
☆ وہ شیخ جمال یوسف بن زکریا انصاری سے
☆ وہ اپنے والد سے
☆ وہ شیخ عبد الرحیم بن فرات سے
☆ وہ ابو العباس احمد بن محمد جوخی سے
☆ وہ شیخ فخر علی بن احمد بخاری سے
☆ وہ ابو حفص عمر بن محمد بغدادی سے
☆ وہ شیخین ابراہیم بن محمد کرخی اور ابو الفتح مفلح بن احمد دومی سے
☆ وہ دونوں ابو بکر احمد بن علی خطیب بغدادی سے
☆ وہ ابو عمر قاسم بن جعفر ہاشمی سے
☆ وہ شیخ ابو علی لولوی سے
☆ وہ ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی جامع سنن ابی داود سے۔

سنن جامع کبیر للترمذی

شیخ الکل علامہ محمد گل خاں کابلی سے شیخ محمد بابلی مصری تک سند بخاری کے مثل شیخ محمد بابلی مصری روایت کرتے ہیں شیخ نور الدین علی بن یحییٰ زیادی سے

☆ وہ شیخ شہاب احمد رملی سے
☆ وہ شیخ زین زکریا بن محمد سے
☆ وہ شیخ عز الدین عبد الرحیم بن فرات سے
☆ وہ ابو حفص عمر بن حسن مراغی سے
☆ وہ شیخ فخر بن بخاری سے
☆ وہ شیخ عمر بن طبرزد بغدادی سے
☆ وہ ابو الفتح عبد الملک کروخی سے

☆ وہ قاضی ابو عامر محمود بن قاسم ازدی سے
☆ وہ ابو محمد عبد الجبار جراحی سے
☆ وہ ابو العباس محمد مروزی سے
☆ وہ جامع سنن ترمذی حافظ ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی سے۔

سنن صغریٰ للنسائی

شیخ الکل علامہ محمد گل خاں کابلی سے شیخ محمد بابلی مصری تک سند بخاری کے مثل
شیخ محمد بابلی مصری روایت کرتے ہیں شیخ احمد بن خلیل سبکی سے اور ابو النجا سالم بن محمد سے

☆ وہ نجم غیطی محمد بن احمد سے
☆ وہ شیخ زکریا سے
☆ وہ شیخ زین رضوان بن محمد سے
☆ وہ شیخ برہان ابراہیم بن احمد تنوخی سے
☆ وہ ابو العباس احمد بن ابی طالب حجار سے
☆ وہ ابو طالب عبد اللطیف بن قبیطی سے
☆ وہ شیخ ابو زرعہ طاہر مقدسی سے
☆ وہ ابو محمد عبد الرحمن بن حمد دونی سے
☆ وہ شیخ احمد بن حسین کسار سے
☆ وہ شیخ ابو بکر احمد دینوری سے
☆ وہ مؤلف سنن نسائی حافظ امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی سے۔

سنن ابن ماجہ

شیخ الکل علامہ محمد گل خاں کابلی سے شیخ محمد بابلی مصری تک سند بخاری کے مثل شیخ محمد بابلی مصری روایت کرتے ہیں شیخ برہان ابراہیم لقانی سے

☆ وہ شیخ علی بن ابراہیم حلبی سے

☆ وہ شمس محمد بن احمد رملی سے
☆ وہ شیخ زکریا انصاری سے
☆ وہ ابن حجر عسقلانی سے
☆ وہ ابوالعباس احمد بن عمر لوکوسی سے
☆ وہ ابوالحجاج یوسف مزی سے
☆ وہ شیخ عبدالرحمن مقدسی سے
☆ وہ ابو منصور محمد مقومی سے
☆ وہ ابو طلحہ قاسم سے
☆ وہ ابوالحسن علی بن ابراہیم قطان سے
☆ وہ ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ قزوینی مولف سنن ابن ماجہ سے۔

مؤطا امام مالک روایۃ یحییٰ بن یحییٰ اندلسی

شیخ الکل علامہ محمد گل خاں کابلی سے شیخ نجم محمد بن احمد غیطی تک سند بخاری کے مثل شیخ نجم محمد بن احمد غیطی روایت کرتے ہیں شیخ شرف عبدالحق سنباطی سے

☆ وہ شیخ بدرالدین حسن بن محمد نسابہ سے
☆ وہ شیخ ابو محمد حسن نسابہ سے
☆ وہ شیخ محمد بن جابر وادیاشی سے
☆ وہ ابو محمد عبداللہ قرطبی سے
☆ وہ قاضی احمد بن یزید قرطبی سے
☆ وہ شیخ محمد بن عبدالرحمن خزرجی سے
☆ وہ ابو عبداللہ محمد بن فرج سے
☆ وہ ابو ولید یونس صفار سے
☆ وہ شیخ ابو عیسیٰ یحییٰ سے
☆ وہ شیخ ابو مروان عبیداللہ سے

☆ وہ اپنے والد یحیی مصمودی سے

☆ وہ امام دار الہجرۃ مالک بن انس مؤلف مؤطا سے۔

مؤطا امام مالک روایۃ ابی مصعب زہری

شیخ الکل علامہ محمد گل خاں کابلی سے شیخ محمد بابلی مصری تک سند بخاری کے مثل شیخ محمد بابلی مصری روایت کرتے ہیں شیخ زین عبدالرؤف مناوی سے

☆ وہ شیخ نجم غیطی سے

☆ وہ شیخ زکریا انصاری سے

☆ وہ ابن حجر عسقلانی سے

☆ وہ مریم بنت احمد بن محمد اذرعی سے

☆ وہ شیخ یونس بن ابراہیم دبوسی سے

☆ وہ ابوالحسن علی بن مقیر سے

☆ وہ ابوالفضل محمد ابن ناصر سلامی سے

☆ وہ ابوالقاسم عبدالرحمن بن مندہ سے

☆ وہ ابوعلی زاہر سرخسی سے

☆ وہ ابواسحاق ابراہیم ہاشمی سے

☆ وہ ابومصعب زہری سے

☆ وہ امام دار الہجرۃ مالک بن انس مؤلف مؤطا سے۔

سنن دارمی

شیخ الکل علامہ محمد گل خاں کابلی سے شیخ محمد بابلی مصری تک سند بخاری کے مثل شیخ محمد بابلی مصری روایت کرتے ہیں شیخ محمد بن حجازی واعظ اور سالم بن محمد سے

☆ وہ دونوں شیخ نجم غیطی سے

☆ وہ شیخ کمال محمد حسینی سے

☆ وہ شیخ احمد بن حجر عسقلانی سے
☆ وہ شیخ ابو اسحاق تنوخی سے
☆ وہ شیخ ابو عباس حجار سے
☆ وہ شیخ ابو المنجا عبد اللہ لتی سے
☆ وہ ابو الوقت عبد الاول سجزی سے
☆ وہ ابو الحسن عبد الرحمن داودی سے
☆ وہ ابو محمد عبد اللہ سرخسی سے
☆ وہ ابو عمران عیسیٰ سمرقندی سے
☆ وہ سنن دارمی کے مؤلف امام ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمن دارمی سے۔

سنن دار قطنی

شیخ الکل علامہ محمد گل خاں کابلی سے شیخ محمد بابلی مصری تک سند بخاری کے مثل شیخ محمد بابلی مصری روایت کرتے ہیں شیخ ابو بکر بن اسمٰعیل شنوانی سے

☆ وہ شیخ جمال بن زکریا سے
☆ وہ اپنے والد سے
☆ وہ شیخ ابن حجر سے
☆ وہ شیخ بدر الدین محمد بن محمد سے
☆ وہ شیخ احمد بن ابو طالب حجار سے
☆ وہ شیخ ابو الحسن محمد قطیعی سے
☆ وہ ابو الکرم مبارک شہرزوری سے
☆ وہ ابو الحسین محمد مہتدی سے
☆ وہ امام حافظ علی بن عمر دار قطنی مؤلف سنن ھٰذا سے۔

سنن بیہقی

شیخ الکل علامہ محمد گل خاں کابلی سے شیخ محمد بابلی مصری تک سند بخاری کے مثل
شیخ محمد بابلی مصری روایت کرتے ہیں شیخ سالم بن حسن شبشیری سے

☆ وہ شیخ شمس رملی سے
☆ وہ شیخ زین زکریا سے
☆ وہ شیخ محمد بن مقبل حلبی سے
☆ وہ شیخ صلاح بن ابو عمر سے
☆ وہ شیخ فخر بن بخاری سے
☆ وہ شیخ منصور ابن عبد المنعم سے
☆ وہ شیخ محمد بن اسمعیل فارسی سے
☆ وہ موئلف سنن ھٰذا امام ابو بکر احمد بن حسن بیہقی سے۔

مسند امام ابو حنیفہ للحارثی

شیخ الکل علامہ محمد گل خاں کابلی سے شیخ محمد بابلی مصری تک سند بخاری کے مثل
شیخ محمد بابلی مصری روایت کرتے ہیں شہاب احمد بن محمد شلبی سے

☆ وہ شیخ جمال یوسف سے
☆ وہ اپنے والد زکریا انصاری سے
☆ وہ شیخ عبد السلام بن احمد بغدادی سے
☆ وہ شیخ شرف ابو طاہر محمد ابن کویک سے
☆ وہ زینب بنت کمال مقدسیہ سے
☆ وہ عجیبہ بنت ابو بکر واقداری سے
☆ وہ ابوالخیر محمد بن عمر باغبان سے
☆ وہ ابو عمرو عبد الوہاب سے
☆ وہ وہ اپنے والد سے
☆ وہ ابو محمد عبد اللہ محمد بن یعقوب حارثی سے۔

نوادرالاصول فی احادیث الرسول

شیخ الکل علامہ محمد گل خاں کابلی سے شیخ محمد بابلی مصری تک سند بخاری کے مثل
شیخ محمد بابلی مصری روایت کرتے ہیں شیخ زین عبداللہ نحریری سے

☆ وہ شیخ جمال یوسف بن زکریا سے
☆ وہ اپنے والد سے
☆ وہ شیخ ابن حجر سے
☆ وہ ابوالحسن علی بن ابی المجد سے
☆ وہ شیخ سلیمان بن حمزہ سے
☆ وہ شیخ عیسیٰ بن عبدالعزیز سے
☆ وہ ابوسعد عبدالکریم سمعانی سے
☆ وہ ابوالفضل محمد بن علی سے
☆ وہ ابوابراہیم اسحاق بن محمد نوحی سے
☆ وہ ابوبکر محمد مقری سے
☆ وہ ابونصر احمد بیکندی سے
☆ وہ مؤلف کتاب ھٰذا امام محمد بن علی ترمذی سے۔

شرح معانی الآثار للطحاوی

شیخ الکل علامہ محمد گل خاں کابلی سے شیخ محمد بابلی مصری تک سند بخاری کے مثل
شیخ محمد بابلی مصری روایت کرتے ہیں شیخ زین عبداللہ نحریری سے

☆ وہ شیخ جمال یوسف سے
☆ وہ شیخ زکریا سے
☆ وہ اپنے والد سے
☆ وہ شیخ ابن حجر سے

☆ وہ شیخ شرف ابوطاہر محمد ابن کویک سے
☆ وہ زینب بنت کمال مقدسیہ سے
☆ وہ شیخ محمد بن عبدالہادی سے
☆ وہ شیخ ابوموسیٰ محمد مدنی سے
☆ وہ ابوالفتح اسماعیل بن فضل سراج سے
☆ وہ ابوالفتح منصور بن حسین تانی سے
☆ وہ ابوبکر محمد بن ابراہیم مقری سے
☆ وہ امام ابوجعفر احمد بن محمد سلامہ طحاوی سے۔

الاربعون حدیثاً لنووی

شیخ الکل علامہ محمد گل خاں کابلی سے شیخ محمد بابلی مصری تک سند بخاری کے مثل شیخ محمد بابلی مصری روایت کرتے ہیں شیخ سالم بن محمد سے

☆ وہ شیخ نجم محمد غیطی سے
☆ وہ شیخ زکریا انصاری سے
☆ وہ شیخ ابواسحاق شروطی سے
☆ وہ ابوعبداللہ محمد بن احمد رفا سے
☆ وہ ابوالربیع سلیمان بن سالم غزی سے
☆ وہ ابوالحسن علی عطار سے
☆ وہ کتاب ھٰذا کے مؤلف محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی سے۔

مصابیح السنہ لبغوی

شیخ الکل علامہ محمد گل خاں کابلی سے شیخ محمد بابلی مصری تک سند بخاری کے مثل شیخ محمد بابلی مصری روایت کرتے ہیں شیخ علی بن یحییٰ زیادی سے

☆ وہ شیخ شہاب احمد رملی سے

- ☆ وہ شیخ ابوالخیر محمد سخاوی سے
- ☆ وہ شیخ عز عبدالرحیم بن فرات سے
- ☆ وہ شیخ صلاح بن ابی عمر سے
- ☆ وہ شیخ فخر علی بن احمد بن بخاری سے
- ☆ وہ شیخ فضل اللہ نوقانی سے
- ☆ وہ مؤلف کتاب ھٰذا محی السنۃ ابو محمد بغوی سے۔

جامع کبیر و صغیر لسیوطی

شیخ الکل علامہ محمد گل خاں کابلی سے شیخ محمد بابلی مصری تک سند بخاری کے مثل شیخ محمد بابلی مصری روایت کرتے ہیں شیخ علی بن یحییٰ زیادی و سالم بن محمد سنہوری سے

- ☆ شیخ علی بن یحییٰ زیادی نے روایت کیا شیخ یوسف بن عبداللہ ارمیونی سے
- ☆ اور سالم بن محمد سنہوری نے روایت کیا شمس محمد بن عبدالرحمن علقمی سے
- ☆ اوران دونوں نے صاحبِ جامع کبیر و صغیر ابوالفضل عبدالرحمن سیوطی سے۔

مشکوٰۃ المصابیح

شیخ الکل علامہ محمد گل خاں کابلی سے شیخ عبداللہ بن سالم بصری تک سند بخاری کے مثل شیخ عبداللہ بن سالم بصری روایت کرتے ہیں ملا ابراہیم بن حسن کردی سے

- ☆ وہ شیخ احمد قشاشی سے
- ☆ وہ ابومواہب احمد شناوی سے
- ☆ وہ سید غضنفر نہروالی سے
- ☆ وہ شیخ محمد بن سعید الشہیر بہ میر کلاں سے
- ☆ وہ شیخ نسیم الدین میرک شاہ سے
- ☆ وہ اپنے والد سید جمال الدین سے
- ☆ وہ اپنے چچا سید اصیل الدین شیرازی سے

☆ وہ شیخ سید شرف الدین عبدالرحیم جرہی سے
☆ وہ امام الدین علی بن مبارک ساؤجی سے
☆ وہ مؤلف مشکوٰۃ امام ولی الدین محمد خطیب تبریزی سے۔

مشارق الانوار لصغانی

شیخ الکل علامہ محمد گل خاں کابلی سے شیخ عبداللہ بن سالم بصری تک سند بخاری کے مثل
شیخ عبداللہ بن سالم بصری روایت کرتے ہیں ملا ابراہیم بن حسن کردی سے

☆ وہ شیخ احمد قشاشی سے
☆ وہ شیخ احمد شناوی سے
☆ وہ شیخ قطب الدین محمد نہروالی سے
☆ وہ شیخ وجیہ الدین عبدالرحمن بن علی زبیدی سے
☆ وہ اپنے دادا شرف الدین اسماعیل شافعی سے
☆ وہ شیخ نفیس الدین سلیمان علوی سے
☆ وہ صاحب قاموس مجدالدین شیرازی سے
☆ وہ شیخ محمد بن یوسف زرندی سے
☆ وہ شیخ صالح بن عبداللہ المعروف بہ ابن الصباغ سے
☆ وہ مؤلف کتاب ھٰذا امام شیخ حسن بن محمد رضی الدین صغانی سے۔

ارشاد الساری شرح صحیح البخاری

شیخ الکل علامہ محمد گل خاں کابلی سے محمد بن سالم حفنی تک سند بخاری کے مثل
شیخ محمد بن سالم حفنی نے روایت کیا شیخ ابن میت سے

☆ انہوں نے شیخ ابوالضیاء شبراملسی سے
☆ انہوں نے شیخ برہان لقانی اور علامہ علی اجھوری سے
☆ شیخ علی اجھوری نے شیخ محمد بن سلامہ بنوفری اور شیخ بدر قرآفی سے

☆ ان دونوں نے اپنے دادا شیخ عبد الرحمن اجہوری سے
☆ انہوں نے موئلف کتاب شہاب احمد بن ابو بکر قسطلانی سے۔
☆ نیز صدر الافاضل سے شیخ برہان لقانی تک سند مذکور کے مثل
☆ شیخ برہان لقانی نے روایت کیا شیخ شمس محمد بن احمد رملی سے
☆ انہوں نے موئلف کتاب شہاب احمد بن ابو بکر قسطلانی سے۔

کتب سیرت و شمائل کی اسانید

دلائل النبوۃ لامام بیہقی

شیخ الکل علامہ محمد گل خاں کابلی سے عبد اللہ بن سالم بصری تک سند بخاری کے مثل
شیخ عبد اللہ بن سالم بصری نے روایت کیا شیخ علاء الدین بابلی سے

☆ انہوں نے شیخ احمد سنہوری سے
☆ انہوں نے شیخ احمد بن حجر مکی سے
☆ انہوں نے شیخ زکریا بن محمد سے
☆ انہوں نے شیخ حافظ بن حجر سے
☆ انہوں نے شیخ سراج الدین عمر بلقینی سے
☆ انہوں نے شیخ ابو الحجاج یوسف مزی سے
☆ انہوں نے شیخ رشید محمد عامری سے
☆ انہوں نے ابو القاسم عبد الصمد حرستانی سے
☆ انہوں نے ابو عبد اللہ محمد بن فضل فراوی سے
☆ انہوں نے امام ابو بکر احمد بیہقی موئلف کتاب ھذا سے۔

شفا شریف لقاضی عیاض

شیخ الکل علامہ محمد گل خاں کابلی سے شیخ علاء الدین بابلی تک سند سابق کے مثل

☆ وہ شیخ سالم بن محمد سے
☆ وہ شیخ نجم غیطی سے
☆ وہ شیخ زکریا سے
☆ وہ شمس محمد قایانی سے
☆ وہ شیخ سراج عمر بن علی انصاری سے
☆ وہ ابوالفتوح یوسف بن محمد دلاصی سے
☆ وہ ابوالحسن یحییٰ لواتی سے
☆ وہ ابوالحسن یحییٰ ابن محمد بن صائغ سے
☆ وہ مؤلف شفا قاضی عیاض سے۔

مواہب لدنیہ لامام قسطلانی

شیخ الکل علامہ محمد گل خاں کابلی سے محمد بن سالم حفنی تک سند بخاری کے مثل شیخ محمد بن سالم حفنی نے روایت کیا شیخ ابن میت سے

☆ انہوں نے شیخ ابوالضیاء شبرا ملسی سے
☆ انہوں نے شیخ برہان لقانی اور علامہ علی اجہوری سے
☆ شیخ علی اجہوری نے محمد بن سلامہ بنوفری اور بدر قرآفی سے
☆ ان دونوں نے اپنے دادا شیخ عبدالرحمن اجہوری سے
☆ انہوں نے مؤلف کتاب شہاب احمد بن ابوبکر قسطلانی سے۔
☆ نیز شیخ الکل علامہ محمد گل خاں کابلی سے شیخ برہان لقانی تک سند مذکور کے مثل برہان لقانی نے روایت کیا شیخ شمس محمد بن احمد رملی سے
☆ انہوں نے مؤلف کتاب شہاب احمد بن ابوبکر قسطلانی سے۔

بہجۃ المحافل لابراہیم لقانی

شیخ الکل علامہ محمد گل خاں کابلی سے شیخ ابوالضیاء شبراملسی تک سند سابق کے مثل

☆ شیخ ابوالضیاء شبراملسی نے روایت کیا

شیخ ابوالامداد ابراہیم لقانی مؤلف کتاب مذکور سے۔

کتب بلاغت معانی وبیان

تلخیص المفتاح والایضاح للشیخ قزوینی

شیخ الکل علامہ محمد گل خاں کابلی سے محمد بن سالم حفنی تک سند بخاری کے مثل

شیخ حفنی روایت کرتے ہیں شیخ عید نمرسی سے

☆ وہ شیخ عبداللہ بن سالم بصری سے

☆ وہ شیخ علاء الدین بابلی سے

☆ وہ شیخ ابوالامداد ابراہیم لقانی سے

☆ وہ شیخ علی بن محمد مقدسی سے

☆ وہ شیخ ابوالحسن بکری سے

☆ وہ شیخ زکریا سے

☆ وہ شیخ ابونعیم رضوان عقبی سے

☆ وہ شیخ ابوالفداء ابراہیم تنوخی سے

☆ وہ مؤلف قاضی القضاۃ جلال الدین محمد بن عبدالرحمن قزوینی سے۔

مطول ومختصر شرح تلخیص المفتاح والایضاح، وبقیہ تصنیفات لسعد الدین تفتازانی

شیخ الکل علامہ محمد گل خاں کابلی سے محمد بن سالم حفنی تک سند بخاری کے مثل

شیخ محمد بن سالم حفنی نے روایت کیا شیخ بدیری سے

☆ انہوں نے شیخ ملا عبدالرحیم لاری سے

☆ انہوں نے شیخ سید عبدالکریم کورانی سے
☆ وہ شیخ شمس رملی سے
☆ وہ شیخ زین زکریا سے
☆ ان کی سند شیخ ابیوردی تک
☆ وہ مذکورہ کتب کے مولف مسعود بن عمر المعروف بہ سعد الدین تفتازانی سے۔

شیخ ابن عرب شاہ اسفرایینی کی اطول شرح تلخیص المفتاح وغیرہ تصانیف

شیخ الکل علامہ محمد گل خاں کابلی سے ملا ابراہیم تک سند سابق کے مثل
وہ شیخ زین العابدین بن عبدالقادر طبری سے

☆ وہ اپنے والد سے وہ جمال الدین اسفرایینی سے
☆ وہ شیخ سید محمد امین بادشاہ سے
☆ وہ کتب مذکورہ کے مصنف شیخ عصام الدین ابراہیم بن محمد اسفرایینی سے۔

کتب تصوف وسلوک

امام عبدالکریم قشیری کے رسالہ قشیریہ اور اس کی شرح

شیخ الکل علامہ محمد گل خاں کابلی سے شیخ الاسلام ابویحییٰ زکریا انصاری تک سند معالم التنزیل کے مثل

☆ انہوں نے کہا خبر دی مجھ کو شیخ عز بن فرات حنفی نے
☆ وہ روایت کرتے ہیں شیخ عبدالعزیز ابن جماعہ سے
☆ وہ شیخ ابوفضل بن عساکر سے
☆ وہ شیخ مؤید طوسی سے
☆ وہ شیخ ابوالفتوح عبدالوہاب بن شاہ شاذیاخی سے
☆ وہ مولف رسالہ قشیریہ ابوالقاسم عبدالکریم بن ھوازن قشیری سے۔

شیخ ابو حفص سہروردی کی کتاب عوارف المعارف

شیخ الکل علامہ محمد گل خاں کابلی سے ابن میت تک سند مطول و مختصر کے مثل وہ روایت کرتے ہیں شیخ ابراہیم کردی سے

☆ ان کی سند ہے ابن حجر عسقلانی تک
☆ وہ شیخ ابوالحسن علی بن محمد دمشقی سے
☆ وہ شیخ سلیمان بن حمزہ مقدسی سے
☆ وہ مولف کتاب ھٰذا امام ابو حفص عمر بن محمد قریشی سہروردی سے۔

فتوحات مکیہ، لمحمد بن عربی مالکی

شیخ الکل علامہ محمد گل خاں کابلی سے شیخ علاء الدین بابلی تک سند بخاری کے مثل شیخ بابلی روایت کرتے ہیں شیخ احمد بن خلیل سبکی سے

☆ وہ شیخ نجم غیطی سے
☆ وہ شیخ بدر مشہدی سے
☆ وہ شیخ محمد بن مقبل حلبی سے
☆ وہ شیخ عبدالوہاب بن یوسف سے
☆ وہ شیخ ابوالعباس احمد صالحی سے
☆ وہ شیخ محمد بن محمود بن نجار بغدادی سے
☆ وہ مولف فتوحات مکیہ، محی الدین محمد بن علی ابن عربی طائی مالکی سے۔

قوۃ القلوب فی معاملۃ المحبوب لشیخ ابوطالب مکی

شیخ الکل علامہ محمد گل خاں کابلی سے محمد بن سالم حفنی تک سند بخاری کے مثل شیخ محمد بن سالم حفنی نے روایت کیا شیخ ابن میت سے

☆ ان کی سند جلال الدین سیوطی تک
☆ امام سیوطی نے روایت کیا شیخ شہاب بن احمد حجازی سے
☆ انہوں نے شیخ ابواسحاق تنوخی سے

☆ انہوں نے شیخ ابوالعباس احمد بن ابی طالب الحجار سے
☆ انہوں نے شیخ عبدالعزیز بن دلف سے
☆ انہوں نے شیخ ابوالفتح محمد بن یحییٰ بردانی سے
☆ انہوں نے شیخ ابوعلی محمد مہدوی سے
☆ انہوں نے شیخ عمر بن ابوطالب سے
☆ انہوں نے اپنے والد محمد بن علی سے
☆ انہوں نے شیخ ابوطالب مکی مؤلف کتاب ھٰذا سے۔

الحکم، للشیخ تاج الدین اسکندری

شیخ الکل علامہ محمد گل خاں کابلی سے شیخ الاسلام ابویحییٰ زکریا انصاری تک سند معالم التعزیل کے مثل وہ روایت کرتے ہیں

☆ شیخ عز عبدالرحیم ابن فرات سے
☆ وہ شیخ عبدالوہاب علی بن سبکی سے
☆ وہ اپنے والد تقی الدین علی بن عبدالکافی سبکی سے
☆ وہ کتاب مذکور کے مؤلف تاج الدین ابوالفضل احمد بن محمد بن عبدالکریم بن عطاء اللہ اسکندری سے۔

احیاء العلوم و بقیہ تصانیف امام غزالی

شیخ الکل علامہ محمد گل خاں کابلی سے محمد بن سالم حفنی تک سند بخاری کے مثل شیخ حفنی کو اجازت حاصل ہے شیخ بدیری سے

☆ انہیں شیخ ملا ابراہیم سے
☆ انہیں ملا محمد شریف سے
☆ انہیں شیخ ابواسحاق تنوخی سے
☆ انہیں شیخ تقی الدین سلیمان بن حمزہ سے

☆ انہیں شیخ عمر بن کرم دینوری سے
☆ انہیں شیخ ابوالفرج عبدالخالق بغدادی سے
☆ انہیں شیخ حجۃ الاسلام امام محمد غزالی سے۔

کتب نحوو لغات

الفیۃ، الکافیۃ الشافیۃ، تسہیل الفوائد، للشیخ محمد ابن مالک طائی

شیخ الکل علامہ محمد گل خاں کابلی سے شیخ الاسلام ابویحییٰ زکریا انصاری تک سند معالم التعویل کے مثل

☆ وہ شیخ صالح بن سراج بلقینی سے
☆ وہ شیخ ابواسحاق ابراہیم تنوخی سے
☆ وہ شیخ محمود بن سلمان سے
☆ وہ مذکورہ کتب کے موکف ابوعبداللہ محمد ابن مالک طائی سے۔

قطر الندیٰ و مغنی اللبیب للشیخ جمال الدین بن ہشام

شیخ الکل علامہ محمد گل خاں کابلی سے محمد بن سالم حفنی تک سند بخاری کے مثل
شیخ محمد بن سالم حفنی نے روایت کیا ابن میت سے

☆ انہوں نے شیخ احمد بن عبداللطیف بشبیشی اور منصور طوخی سے
☆ ان دونوں نے شیخ سلطان مزاحی سے
☆ انہوں نے شیخ ابوبکر بن اسماعیل شنوانی سے
☆ انہوں نے شیخ جمال سیدی یوسف سے
☆ انہوں نے اپنے والد شیخ الاسلام زکریا سے
☆ انہوں نے شیخ حافظ ابن حجر سے
☆ انہوں نے شیخ محب محمد بن عبداللہ سے

☆ انہوں نے اپنے والد عبداللہ بن یوسف بن ہشام سے

☆ انہوں نے کتب مذکورہ کے موکف شیخ جمال الدین ابو عبداللہ بن یوسف بن ہشام سے۔

کتب اوراد و اذکار

حلیۃ الابرار المعروف بہ حزب النووی

شیخ الکل علامہ محمد گل خاں کابلی سے بطریق علامہ شرقاوی محمد بن سالم حنفی تک سند بخاری کے مثل محمد بن سالم حنفی نے کہا کہ مجھے اجازت دی شیخ محمد بن علی علوی نے

☆ انہیں محمد بن سعد الدین نے

☆ انہیں محمد بن ترجمان نے

☆ انہیں عبدالوہاب شعرانی نے

☆ انہیں برہان بن ابی شریف مقدسی نے

☆ انہیں بدر قبابی عبدالرحمن بن عمر نے

☆ انہیں محمد بن خباز نے

☆ انہیں امام نووی نے۔

مسلسلات

شیخ الکل علامہ محمد گل خاں کابلی کو علامہ شرقاوی سے ان کتب مذکورہ کے علاوہ آٹھ احادیث کی مسلسلات کی اجازت بھی حاصل ہے:

حدیث مسلسل ''أنا أحبك''

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يامعاذ والله انى لأحبك فقال أوصيك يا معاذ لاتدعن فى دبر كل صلوة تقول أللهم أعنى علىٰ ذكرك وشكرك وحسن عبادتك۔

(نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اے معاذ! خدا کی قسم میں تم سے محبت فرماتا ہوں فرمایا میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ ہر نماز کے بعد یہ کہنا مت چھوڑنا کہ اے اللہ اپنے ذکر اور شکر اور اچھی عبادت میں میری مدد فرما)

[سنن ابوداؤد، ج ۱ ص ۲۱۳، کتاب الصلاۃ، مسند الفردوس (۱/۷۰۴)]

سند ملاحظہ ہو:

☆ شیخ الکل علامہ محمد گل خاں کابلی سے ان کے شیخ سید محمد مکی کتبی نے فرمایا میں تم سے محبت کرتا ہوں

☆ ان سے ان کے والد سید محمد صالح کتبی نے فرمایا میں تم سے محبت کرتا ہوں

☆ ان سے سید محمد بن سید حسین کتبی نے فرمایا میں تم سے محبت کرتا ہوں

☆ ان سے امام صاوی خلوتی نے فرمایا میں تم سے محبت کرتا ہوں

☆ ان سے علامہ شرقاوی نے فرمایا میں تم سے محبت کرتا ہوں

☆ ان سے ان کے شیخ علی بن عدوی المعروف بہ صعیدی نے فرمایا میں تم سے محبت کرتا ہوں

☆ ان سے شیخ محمد بن احمد عقیلہ نے فرمایا میں تم سے محبت کرتا ہوں

☆ ان سے عبداللہ بن سالم بصری نے فرمایا میں تم سے محبت کرتا ہوں

☆ ان سے شیخ شمس محمد بن علاء الدین بابلی نے فرمایا میں تم سے محبت کرتا ہوں

☆ ان سے علی بن محمد نے فرمایا میں تم سے محبت کرتا ہوں

☆ ان سے ابراہیم بن عبد الرحمن علقمی نے فرمایامیں تم سے محبت کرتا ہوں

☆ ان سے ابوالفضل جلال الدین سیوطی نے فرمایامیں تم سے محبت کرتا ہوں

☆ ان سے ابوطیب احمد حجازی نے فرمایامیں تم سے محبت کرتا ہوں

☆ ان سے قاضی القضاۃ مجد دالدین اسماعیل حنفی نے فرمایامیں تم سے محبت کرتا ہوں

☆ ان سے حافظ ابوسعید علائی نے فرمایامیں تم سے محبت کرتا ہوں

☆ ان سے احمد بن محمد ارموی نے فرمایامیں تم سے محبت کرتا ہوں

☆ ان سے عبدالرحمن ابن مکی نے فرمایامیں تم سے محبت کرتا ہوں

☆ ان سے ابوطاہر ابن سلفی نے فرمایامیں تم سے محبت کرتا ہوں

☆ ان سے محمد بن عبدالکریم نے فرمایامیں تم سے محبت کرتا ہوں

☆ ان سے ابوعلی بن شاذان نے فرمایامیں تم سے محبت کرتا ہوں

☆ ان سے احمد بن سلیمان نجاد نے فرمایامیں تم سے محبت کرتا ہوں

☆ ان سے ابوبکر بن ابی دنیا نے فرمایامیں تم سے محبت کرتا ہوں

☆ ان سے حسن بن عبدالعزیز حروی نے فرمایامیں تم سے محبت کرتا ہوں

☆ ان سے عمرو بن ابی سلمہ تنیسی نے فرمایامیں تم سے محبت کرتا ہوں

☆ ان سے حکم بن عبدہ نے فرمایامیں تم سے محبت کرتا ہوں

☆ ان سے حیوۃ بن شریح نے فرمایامیں تم سے محبت کرتا ہوں

☆ ان سے عقبہ بن مسلم نے فرمایامیں تم سے محبت کرتا ہوں

☆ ان سے ابوعبدالرحمن حبلی نے فرمایامیں تم سے محبت کرتا ہوں

☆ ان سے شیخ صنابحی نے فرمایامیں تم سے محبت کرتا ہوں

☆ ان سے صحابی رسول حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایامیں تم سے محبت کرتا ہوں

☆ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایامیں تم سے محبت کرتا ہوں۔

حدیث مسلسل "بالتشبیک"

قال ابوھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شبك بیدی ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم خلق اللہ الارض یوم السبت والجبال یوم الاحد والشجر یوم الاثنین والمکروہ یوم الثلاثۃ والنور یوم الاربعاء والدواب یوم الخمیس وآدم علیہ السلام یوم الجمعۃ

(حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مقدس انگلیاں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی انگلیوں میں ڈال کر مذکورہ بالا حدیث پاک بیان فرمائی،

☆ حضرت ابوہریرہ نے عبداللہ بن رافع کی انگلیوں میں انگلیاں ڈال کر حدیث بیان فرمائی

☆ انہوں نے ایوب بن خالد انصاری کی انگلیوں میں انگلیاں ڈال کر حدیث بیان فرمائی

☆ انہوں نے صفوان بن سلیم کی انگلیوں میں انگلیاں ڈال کر حدیث بیان فرمائی

☆ انہوں نے ابراہیم بن ابویحیی کی انگلیوں میں انگلیاں ڈال کر حدیث بیان فرمائی

☆ انہوں نے شیخ حسن کی انگلیوں میں انگلیاں ڈال کر حدیث بیان فرمائی

☆ انہوں نے شیخ عبدالعزیز بن حسن بن شرود صنعانی کی انگلیوں میں انگلیاں ڈال کر حدیث بیان فرمائی

☆ انہوں نے شیخ ابوالحسن محمد بن طالب کی انگلیوں میں انگلیاں ڈال کر حدیث بیان فرمائی

☆ انہوں نے شیخ احمد بن عبدالعزیز مکی کی انگلیوں میں انگلیاں ڈال کر حدیث بیان فرمائی

☆ انہوں نے شیخ جعفر مستغفری کی انگلیوں میں انگلیاں ڈال کر حدیث بیان فرمائی

☆ انہوں نے شیخ ابومحمد حسن سمرقندی کی انگلیوں میں انگلیاں ڈال کر حدیث بیان فرمائی

☆ انہوں نے شیخ اسماعیل تیمی کی انگلیوں میں انگلیاں ڈال کر حدیث بیان فرمائی

☆ انہوں نے شیخ ابوالفرج یحیی ثقفی کی انگلیوں میں انگلیاں ڈال کر حدیث بیان فرمائی

☆ انہوں نے شیخ عمر بن سعید حلبی کی انگلیوں میں انگلیاں ڈال کر حدیث بیان فرمائی

☆ انہوں نے شیخ ابوالحسن مقدسی کی انگلیوں میں انگلیاں ڈال کر حدیث بیان فرمائی

☆ انہوں نے شیخ ابوحفص مزی کی انگلیوں میں انگلیاں ڈال کر حدیث بیان فرمائی

☆ انہوں نے شیخ حافظ بن جزری کی انگلیوں میں انگلیاں ڈال کر حدیث بیان فرمائی
☆ انہوں نے شیخ کمال الدین ابن امام الکمالیہ کی انگلیوں میں انگلیاں ڈال کر حدیث بیان فرمائی
☆ انہوں نے شیخ جلال سیوطی کی انگلیوں میں انگلیاں ڈال کر حدیث بیان فرمائی
☆ انہوں نے شیخ شمس کی انگلیوں میں انگلیاں ڈال کر حدیث بیان فرمائی
☆ انہوں نے شیخ ابراہیم علقمی کی انگلیوں میں انگلیاں ڈال کر حدیث بیان فرمائی
☆ انہوں نے شیخ احمد بن محمد خفاجی کی انگلیوں میں انگلیاں ڈال کر حدیث بیان فرمائی
☆ انہوں نے شیخ احمد بن محمد مغربی کی انگلیوں میں انگلیاں ڈال کر حدیث بیان فرمائی
☆ انہوں نے شیخ صالح حسین بن عبدالرحیم کی انگلیوں میں انگلیاں ڈال کر حدیث بیان فرمائی
☆ انہوں نے شیخ عقیلہ کی انگلیوں میں انگلیاں ڈال کر حدیث بیان فرمائی
☆ انہوں نے شیخ علی بن عدوی المعروف بہ صعیدی کی انگلیوں میں انگلیاں ڈال کر حدیث بیان فرمائی
☆ انہوں نے شیخ شرقاوی کی انگلیوں میں انگلیاں ڈال کر حدیث بیان فرمائی
☆ انہوں نے شیخ صاوی خلوتی کی انگلیوں میں انگلیاں ڈال کر حدیث بیان فرمائی
☆ انہوں نے سید محمد بن سید حسین کتبی کی انگلیوں میں انگلیاں ڈال کر حدیث بیان فرمائی
☆ انہوں نے سید محمد صالح کتبی کی انگلیوں میں انگلیاں ڈال کر حدیث بیان فرمائی
☆ انہوں نے سید محمد مکی کتبی کی انگلیوں میں انگلیاں ڈال کر حدیث بیان فرمائی
☆ انہوں نے شیخ محمد گل خاں کابلی کی انگلیوں میں انگلیاں ڈال کر حدیث بیان فرمائی

حدیث مسلسل "بقبض اللحیة"

عن أنس قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: ولا یجد العبد حلاوة الإیمان حتی یؤمن بالقدر خیرہ وشرہ حلوہ ومرہ۔ قال: وقبض رسول الله صلی الله علیه وسلم علی لحیته وقال: آمنت بالقدر خیرہ وشرہ حلوہ ومرہ۔

[المسلسلات من الأحادیث والآثار لامام الکلاعی: ص ۶۴]

(حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ جب تک تقدیر کی اچھائی برائی تلخی و مٹھاس پر ایمان نہیں لائے گا ایمان کی حلاوت نہیں پائے گا اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی داڑھی پکڑ کر فرمایا کہ میں تقدیر کی اچھائی برائی تلخی و مٹھاس پر ایمان لایا)

پھر حضرت انس بن مالک نے اپنی داڑھی پکڑ کر سرکار کے بیان کردہ الفاظ کو دہرایا

حضرت انس سے اس حدیث کو یزید رقاشی نے روایت کرنے کے بعد اپنی داڑھی پکڑ کر انہیں الفاظ کو دہرایا، اور یہ تسلسل نیچے کو بطریق علامہ شرقاوی، شیخ الکل علامہ محمد گل خاں تک رہا۔ انہیں اس حدیث کی اجازت ان کے شیخ سے ملی جس کی سند شیخ ابن عقیلہ تک سند سابق کے مثل ہے:

آگے کی سند ملاحظہ ہو:

☆ انہیں اجازت دی شیخ حسن بن علی عجیمی نے
☆ انہیں شیخ عیسیٰ بن محمد نے
☆ انہیں شیخ اجہوری نے
☆ انہیں شیخ محمد بن رضی غزی نے
☆ انہیں شیخ ابوالفتح محمد مزی نے
☆ انہیں شیخ ابن جزری نے
☆ انہیں شیخ محمد بن محمد نحاس نے
☆ انہیں شیخ عبدالرحمن ذہبی نے

☆ انہیں شیخ ابو العباس احمد بعلی نے
☆ انہیں شیخ ابو الفرج احمد بعلی نے
☆ انہیں شیخ عبداللہ بن اسماعیل مرداوی نے
☆ انہیں شیخ ابو الفرج یحییٰ بن محمود ثقفی نے
☆ انہیں شیخ ان کے دادا اسماعیل بن محمد تیمی نے
☆ انہیں شیخ ابو بکر احمد بن علی شیرازی نے
☆ انہیں شیخ محمد بن عبداللہ حاکم نیساپوری نے
☆ انہیں شیخ زبیر عبدالواحد اسد آبادی نے
☆ انہیں شیخ ابو الحسن یوسف بن عبدالاحد نے
☆ انہیں شیخ سلیمان بن شعیب کیسانی نے
☆ انہیں شیخ سعید آدم نے
☆ انہیں شیخ شہاب بن خراش نے
☆ انہیں شیخ یزید رقاشی نے
☆ انہیں انس بن مالک نے
☆ انہیں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

حدیث مسلسل "قراءۃ سورۃ الفاتحہ"

شمهروش الجنی قال سمعت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یقرأ فاتحة الکتاب وسمعته یقول مُلك بالمد۔

(شمہروش الجنی فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سورہ فاتحہ پڑھتے سنا اور میں نے سنا کہ وہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ملک مد کے ساتھ پڑھ رہے تھے)

[ثبت نعیمی، ص ۱۶۔ فہرس الفہارس والاثبات والمعجم المعاجم والمشیخات والمسلسلات: ج ۱ ص ۲۳۴]

شیخ الکل علامہ محمد گل خاں کابلی سے علی بن عدوی المعروف بہ صعیدی تک سند سابق کے مثل

- ☆ ابراہیم بن موسیٰ فیومی
- ☆ محمد بن عیسیٰ برلسی
- ☆ سید جزیری
- ☆ قاضی شمہروش جنی
- ☆ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سورہ فاتحہ تلاوت فرمائی اور قاضی شمہروش جنی صحابی نے اسے سماعت فرمایا

- ☆ حضرت شمہروش سے ابراہیم بن موسیٰ فیومی نے سورہ فاتحہ سماعت کی
- ☆ ان سے علامہ شرقاوی استاذ شیخ صعیدی نے سورہ فاتحہ سماعت کی
- ☆ ان سے علامہ شرقاوی نے سورہ فاتحہ سماعت کی
- ☆ ان سے امام صاوی نے سورہ فاتحہ سماعت کی
- ☆ ان سے سید محمد بن سید حسین کتبی نے سورہ فاتحہ سماعت کی
- ☆ ان سے سید محمد صالح کتبی نے سورہ فاتحہ سماعت کی
- ☆ ان سے سید محمد مکی کتبی نے سورہ فاتحہ سماعت کی
- ☆ ان سے شیخ الکل محمد گل خاں کابلی نے سورہ فاتحہ سماعت کی

حدیث مسلسل "بالحفاظ"

عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ......وکان أزواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم یأخذن من رءوسهن حتی تکون کالوفرۃ۔[صحیح مسلم (۱/۱۴۸)]

(حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کاندھے تک اپنے بالوں کو لے لیتی تھیں (یعنی کاندھے سے زائد جو بال ہوتے انہیں کاٹ لیتی تھیں)

اس حدیث پاک کا سلسلہ روایت و سند حضور شیخ الکل علامہ محمد گل خاں کابلی سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک منتہی ہے۔

اس حدیث کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے رواۃ حفاظ الحدیث تھے بایں وجہ اس کا نام "مسلسل بالحفاظ" مشہور ہے۔

شیخ علی عجیمی تک سند "الحدیث المسلسل بقبض اللحیۃ" کے مثل

وہ روایت کرتے ہیں حافظ محمد بن علاء الدین بابلی اور حافظ عبد السلام لقانی سے

☆ یہ دونوں حافظ سالم بن محمد سنہوری سے

☆ وہ حافظ نجم غیطی سے

☆ وہ حافظ زکریا انصاری سے

☆ وہ حافظ تقی الدین محمد بن محمد ہاشمی سے

☆ انہوں نے کہا کہ خبر دی مجھے حافظ جمال الدین ابو حامد قرشی

☆ اور زین الدین ابو الفضل عراقی

☆ اور حافظ نور الدین علی ہیثمی نے

☆ ان تینوں نے کہا کہ خبر دی ہمیں خلیل بن کیکلدی علائی نے

☆ انہیں خبر دی حافظ ابو عبد اللہ محمد ذہبی نے

☆ انہیں حافظ ابو الحجاج یوسف مزی نے

☆ انہیں ابو عبد اللہ محمد بن عبد الخالق بن طرخان نے

حفاظ کے طریق پر دوسری سند

☆ کہا حافظ ابو حامد ابن ظہیرہ نے

☆ خبر دی ہمیں قاضی عز الدین بن جماعہ نے

☆ انہیں حافظ شرف الدین دمیاطی نے

☆ انہیں حافظ زکی الدین بن منذری نے
☆ انہیں حافظ ابوالحسن علی بن المفضل المقدسی نے
☆ انہیں حافظ ابوطاہر احمد سلفی نے
☆ انہیں حافظ ابوالغنائم محمد نرسی نے
☆ انہیں حافظ ابونصر علی بن ہبۃ اللہ بن ماکولا نے
☆ انہیں حافظ ابوبکر احمد خطیب نے
☆ انہیں حافظ ابوحازم عبدری نے
☆ انہیں حافظ ابوعمر محمد ابن مطر نے
☆ انہیں ابراہیم بن یوسف ہسنجانی نے
☆ انہیں حافظ فضل بن زیاد قطان نے
☆ انہیں زہیر بن حرب ابوخیثمہ نے
☆ انہیں یحییٰ بن معین نے
☆ انہیں علی بن مدینی نے
☆ انہیں عبیداللہ بن معاذ نے
☆ انہیں ان کے باپ نے
☆ انہیں شعبہ نے
☆ انہیں ابوبکر بن حفص نے
☆ انہیں ابوسلمہ نے
☆ انہیں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے۔

حدیث مسلسل "بالمحمدین"

عَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم رَاٰی فِی بَیْتِہَا جَارِیَۃً فِی وَجْہِہَا سَفْعَۃٌ فَقَالَ اِسْتَرْقُوْا لَھَا فَاِنَّ بِہَا النَّظْرَۃ۔

عن أم سلمة، رضی الله عنها: أن النبی صلی الله علیه وسلم رأی فی بیتها جاریة فی وجهها سفعة، فقال: استرقوا لها، فإن بها النظرة۔

[حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ ان کے گھر میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک لونڈی کو دیکھا اس کے چہرے پہ نشان تھے فرمایا اس پر پڑھ کے دم کرو کہ اسے نظر لگ گئی ہے)

[صحیح بخاری، باب رقیۃ العین (ج۲، ص ۸۵۴) ص

یح مسلم، باب استحباب الرقیۃ من العین (ج۲ ص ۲۲۴)]

یہ حدیث بھی شیخ الکل سے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک منتہی ہے۔

اس حدیث کی خصوصیت یہ ہے کہ اس حدیث کے اکثر رواۃ کے نام محمد ہیں اس وجہ سے اس حدیث کا نام مسلسل "بالمحمدین" ہے۔

شیخ علی عجیمی تک سند "الحدیث المسلسل بقبض اللحیۃ" کے مثل

- ☆ وہ شیخ محمد بن سلیمان مغربی سے
- ☆ وہ شیخ محمد مرابط بن محمد دلائی سے
- ☆ وہ اپنے والد سے
- ☆ وہ شیخ محمد قصار سے
- ☆ وہ شیخ محمد بن عبد الرحمن یسیتنی سے
- ☆ وہ شیخ محمد بن غازی سے
- ☆ وہ شیخ محمد سخاوی سے
- ☆ وہ شیخ محمد بن مقبل سے

☆ وہ شیخ محمد بن ابو عمر سے

☆ وہ شیخ محمد بن عبد الواحد سے

☆ وہ شیخ محمد بن مکی سے

☆ وہ شیخ محمد بن ابو بکر عمر مدینی سے

☆ وہ شیخ محمد بن طاہر مقدسی سے

☆ وہ شیخ محمد بن عبد الواحد بزار سے

☆ وہ شیخ محمد بن علی بن حمدان سے

☆ وہ شیخ محمد بن مکی کشمیہنی سے

☆ وہ شیخ محمد بن یوسف فربری سے

☆ وہ شیخ محمد بن اسماعیل بخاری سے

☆ وہ شیخ محمد بن خالد سے

☆ وہ شیخ محمد بن وہب سے

☆ وہ شیخ محمد بن حرب سے

☆ وہ شیخ محمد بن ولید زبیدی سے

☆ وہ شیخ محمد بن مسلم زہری سے

☆ وہ شیخ عروہ بن زبیر سے

☆ وہ زینب بنت ابو سلمہ سے

☆ وہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے

☆ وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

حدیث مسلسل "بروایۃ الأبناء عن الآباء"

"أبی عبد اللہ یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: ما اجتمع قوم علی ذکر اللہ إلا حفتھم الملائکۃ وغشیتھم الرحمۃ۔

(حضرت ابو عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سنا فرمارہے تھے کہ جب قوم اللہ کا ذکر کرنے کے لیے اکٹھا ہوتی ہے تو اس کو فرشتے گھیر لیتے ہیں اور رحمت ڈھانپ لیتی ہے) [کنز العمال: ج۲ ص ۲۴۲۔ الرقم، ۳۹۲۸۔ صحیح مسلم: ج۴ ص ۲۰۷۴۔ الرقم، ۲۷۰۰]

اس حدیث پاک کا سلسلہ روایت وسند شیخ الکل علامہ گل خاں کابلی سے بطریق علامہ شرقاوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک منتہی ہے۔

اس حدیث پاک کی خصوصیت یہ ہے کہ لگ بھگ تمام رواۃ نے اس حدیث کو اپنے والد سے روایت کیا ہے اس لیے اس حدیث کا نام "الحدیث المسلسل بروایۃ الابناء عن الآباء" پڑگیا۔

- ☆ شیخ ابن عقیلہ تک سند سابق کے مثل
- ☆ شیخ عقیلہ روایت کرتے ہیں احمد بن محمد نخلی سے
- ☆ وہ شیخ زین العابدین طبری سے وہ
- ☆ وہ اپنے والد شیخ عبدالقادر
- ☆ وہ اپنے دادا شیخ یحییٰ سے
- ☆ وہ اپنے دادا شیخ محب سے
- ☆ وہ شیخ ابوالفتح مراغی سے
- ☆ وہ شیخ خجندی سے
- ☆ وہ شیخ علائی سے
- ☆ انہوں نے کہا کہ خبر دی ہمیں شیخ قاسم بن مظفر عسکری نے
- ☆ خبر دی انہیں کریمہ بنت عبدالواحد نے
- ☆ انہوں نے کہا خبر دی مجھے ابوالمطہر قاسم بن فضل صیدلانی اور محمد بن علی باغبان نے

☆ انہوں نے کہا کہ ہم نے سنا شیخ ابو اسد سے
☆ انہوں نے شیخ ابو اللیث سے
☆ انہوں نے شیخ ابو سلیمان سے
☆ انہوں نے شیخ ابو الاسود
☆ وہ شیخ ابو سفیان سے
☆ وہ شیخ ابو یزید سے
☆ وہ شیخ ابو اکینہ سے
☆ وہ شیخ ابو عبد اللہ سے
☆ وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

حدیث مسلسل بالمصافحہ

"رسول الله صلى الله عليه وسلم، وقال: من صافحنى أو صافح من صافحنى إلى يوم القيامة دخل الجنة۔
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مجھ سے مصافحہ کیا یا مجھ سے مصافحہ کرنے والے سے مصافحہ کیا وہ جنت میں داخل ہوا۔" [الفوائد الجلیلۃ فی مسلسلات ابن عقیلۃ: ص٦٦]
علامہ شرقاوی کی مذکورہ بالا مسلسلات سبعہ ان کے شیخ علی صعیدی عدوی کے طریق پر تھیں۔ لیکن یہ حدیث مسلسل بالمصافحہ علامہ شرقاوی کے استاد و مرشد شیخ محمد بن سالم حفنی کے طریق پر ہے۔

☆ شیخ الکل علامہ گل خاں کابلی نے مصافحہ کیا شیخ سید محمد مکی کتبی سے
☆ انہوں نے مصافحہ کیا سید محمد صالح کتبی سے
☆ انہوں نے مصافحہ کیا سید محمد بن سید حسین کتبی سے
☆ انہوں نے مصافحہ کیا امام صاوی خلوتی سے
☆ انہوں نے مصافحہ کیا علامہ شرقاوی سے

☆ انہوں نے مصافحہ کیا شیخ محمد بن سالم حفنی سے
☆ انہوں نے مصافحہ کیا شیخ محمد بن محمد بدیری سے
☆ انہوں نے مصافحہ کیا شہاب الدین احمد بن محمد بن احمد دمیاطی سے
☆ انہوں نے مصافحہ کیا فقیہ احمد بن عجیل یمنی سے
☆ انہوں نے مصافحہ کیا شیخ تاج الدین نقشبندی ہندی سے
☆ انہوں نے مصافحہ کیا عبدالرحمن المعروف بہ حاجی رمزی سے
☆ انہوں نے مصافحہ کیا حافظ علی اوبہی سے
☆ انہوں نے مصافحہ کیا شیخ محمود استقراری سے
☆ انہوں نے مصافحہ کیا ابو سعید حبشی صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے
☆ انہوں نے سید الاولین والآخرین وامام المرسلین سیدنا محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مصافحہ کا شرف حاصل کیا۔

شیخ محمد عابد انصاری ایوبی کے طریق پر بخاری کی سند

شیخ الکل علامہ محمد گل خاں کابلی کو بخاری شریف کی قراءۃ وسماعاً اجازت وسند حاصل ہے

☆ شیخ سید محمد مکی کتبی سے
☆ وہ روایت کرتے ہیں شیخ سید محمد صالح کتبی سے
☆ وہ شیخ سید محمد بن حسین کتبی سے
☆ وہ سید عبداللہ بخاری المعروف بہ کوچک سے
☆ وہ شیخ محمد عابد خزرجی ایوبی سے
☆ وہ صالح بن محمد عمری مسوفی سے
☆ وہ شیخ محمد بن سنہ سے
☆ وہ شریف محمد بن عبداللہ سے
☆ وہ شیخ محمد بن خلیل المعروف بہ ابن ارکماش سے
☆ وہ حافظ ابن حجر عسقلانی سے

☆ وہ ابو محمد عبداللہ بن سلیمان مکی سے
☆ وہ ابو احمد ابراہیم طبری سے
☆ انہیں خبر دی ابو قاسم عبدالرحمن بن ابی حرمی مکی نے
☆ انہیں خبر دی ابوالحسن علی بن عمار طرابلسی نے
☆ انہیں خبر دی ابو مکتوم عیسیٰ ھروی نے
☆ انہیں خبر دی ان کے والد نے
☆ وہ روایت کرتے ہیں اپنے شیوخ
☆ ابو محمد عبداللہ حمویہ سرخسی اورابو اسحاق ابراہیم بن احمد مستملی اورابو ہیثم محمد بن محمد کشمیہنی سے
☆ وہ سب کے سب ابو عبداللہ محمد بن یوسف فربری سے وہ شیخ محمد بن اسماعیل بخاری سے

محمد امیر کبیر کے طریق پر معجم الکبیر لطبرانی کی سند

شیخ الکل علامہ محمد گل خاں کابلی روایت کرتے ہیں شیخ سید محمد مکی کتبی سے

☆ وہ روایت کرتے ہیں شیخ سید محمد صالح کتبی سے
☆ وہ شیخ سید محمد بن حسین کتبی سے
☆ وہ امیر کبیر سے
☆ وہ شیخ محمد بن سالم حفنی سے
☆ فخر علی بن بخاری تک سند معالم التنزیل کے مثل
☆ وہ ابو جعفر صیدلانی سے
☆ وہ فاطمہ بنت عبداللہ جوزدانیہ سے
☆ وہ شیخ محمد بن ریذہ اصفہانی سے
☆ وہ شیخ طبرانی سے

دلائل الخیرات کی سند

شیخ الکل علامہ محمد گل خاں کابلی کو دلائل الخیرات پڑھنے کی سند واجازت عطافرمائی ان کے استاد

- ☆ شیخ سید محمد مکی بن محمد صالح کتبی نے انہیں
- ☆ شیخ سید محمد صالح بن محمد حسین کتبی نے انہیں
- ☆ شیخ سید محمد بن حسین کتبی نے انہیں
- ☆ شیخ محمد بن محمد سنباوی امیر کبیر نے انہیں
- ☆ شیخ شہاب احمد بن حسن جوہری نے انہیں
- ☆ شیخ سید محمد طیب نے انہیں
- ☆ ان کے والد عبداللہ بن ابراہیم شریف نے انہیں
- ☆ شیخ علی بن احمد انجری نے انہیں
- ☆ شیخ عیسیٰ بن حسن مصباحی شہید نے انہیں
- ☆ شیخ محمد بن علی طالب نے انہیں
- ☆ شیخ عبداللہ بن محمد عجال غزوانی علیہ الرحمہ نے انہیں
- ☆ شیخ عبدالعزیز بن عبدالحق حرار تباع علیہ الرحمہ نے انہیں
- ☆ دلائل الخیرات کے مصنف شیخ سید محمد بن عبدالرحمن بن ابوبکر بن سلیمان جزولی علیہ الرحمۃ والرضوان نے۔

سلسلہ عالیہ قادریہ کی خلافت و خرقہ پوشی کی سند مبارک

- ☆ رسول کونین محمد عربی بن عبد اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
- ☆ امیر المومنین سیدنا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ نواسہ رسول کونین سید الشہداء حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما
- ☆ شہزادہ امام حسین حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما
- ☆ حضرت امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ حضرت ابوالحسن علی ابن موسیٰ رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہما
- ☆ حضرت امام معروف کرخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ حضرت شیخ سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ حضرت ابوبکر شبلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ عبد العزیز والد عبد الواحد تمیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ حضرت عبد الواحد تمیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ حضرت ابوالفرح طرطوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ حضرت شیخ حسن ہکاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ حضرت شیخ ابوسعید مخزومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ غوث صمدانی عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ حضرت شیخ عبد العزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
- ☆ حضرت شیخ محمد ہتاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

☆ حضرت شیخ شمس الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
☆ حضرت شیخ شرف الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
☆ حضرت شیخ سید زین الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
☆ حضرت شیخ سید ولی الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
☆ حضرت شیخ نور الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
☆ حضرت شیخ حسام الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
☆ حضرت شیخ سید محمد درویش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
☆ حضرت سید نور الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
☆ حضرت شیخ عبد الوہاب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
☆ حضرت شیخ سید اسماعیل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
☆ حضرت شیخ سید ابوبکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
☆ حضرت شیخ سید یحییٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
☆ حضرت سید علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
☆ حضرت شیخ سید عبد اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
☆ حضرت شیخ سید مہمان خواجہ بن ایشان خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
☆ حضرت شیخ مصطفیٰ آفندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
☆ حضرت شیخ سید محمد کتبی خلوتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
☆ حضرت شیخ الکل علامہ محمد گل خاں کابلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

تمت

فبای حدیث بعدہ یؤمنون ۔ ہاتوا برہانکم ان کنتم صادقین

از تالیفات النحریر الفہامہ الحبر العلامہ حضرت مولانا
محمد گل خان صاحب مدرس اول و مہتمم مدرسہ امدادیہ دام فیوضہم

الموسوم بہ

ذخیرۃ العقبیٰ
فی استحباب
مجلس میلاد المصطفیٰ

بہ تقریظ و تصحیح امام ہمام مولانا مولوی لائق علی صاحب اکبرآبادی صانہ اللہ عن شر کل
غبی و غوی باجازت افضل الفضلا اکمل العلما جناب محمد لطف اللہ صاحب دام برکاتہم

در مطبع ہاشمی ... باہتمام محمد عبد الرشید خان طبع شد

طبع ثانی ۱۵۰۰ جلد حق تالیف محفوظ ہے

[illegible]

از تالیفات سحریہ لفقہاء اسد الحبر العلامہ حضرت مولانا مولوی محمد گل
خان صاحب مدرس مدرسہ امدادیہ دام فیوضہم

الموسوم بہ

دعا برکت طعام ضیافت

دعاموا بوقت ختم متعلقات

بار ثانی معہ اضافہ مسائل ضروریہ

بجمدہ باہتمام کارپردازان و بحسن سعی دوستان و حسب فرمایش
منشی محمد عبدالرشید تاجر کتب و مالک مطبع شمس المطابع بازار چوک کے

در مطبع شمس المطابع طبع شد

وليوفوا نذورهم

از تالیفات النحریر الفہامہ البحر العلامہ حضرت مولانا مولوی
محمد گل خان صاحب مدرس مدرسہ امدادیہ دام فیوضہم

اعنی

براہین بینہ

بر اثبات

نذور معینہ

سنہ ۱۳۱۷ھ

بکوشش بلیغ میاں محمد اشرف صاحب و میاں مولوی منیر محمد صاحب

باہتمام محمد علی اللہ تاجر کتب مرادآباد بازار چوک

در مطبع گلزار احمدی مرادآباد طبع شد

۸

التماس ضروری

مجیبین اور مصوبین جواب ناصواب سے اول توظن غالب یہی ہے کہ بعد ملاحظہ اس تحریر موثق اور قول متفق کو بسر انصاف اور بچشم اعتراف قبول اور بدست تحقیق تسلیم کرینگے اور اگر بوجہ نفسانیت دہرمی کو کار فرمادین اور بقول مشہور ملا آنکہ چپ نباشد کچہ نہ کچہ ہو ہمارے پاس جواب لکہنے کی تین شرطہین ۔ اول یہ کہ بدکلامی اور بے تہذیبی کو درکنار رکہیں اور بعجولے ذا ایس الانسان طال لسانہ کے دیکہنے والے تو سمجہینگے وہ سمجہہ ہی لینگے لیکن ہم تو اوسکے جواب سے سبکدوش ہوجاوینگے ۔ اور دوسری شرط یہ ہو کہ مستفتی کی سوال میں صاف صاف عذر بیان کیاجاوے اور موافق روایات فقہیہ حنفیہ معتمد علیہا کے اگر مجیب سے ہو سکے تو اوس عذر کو مبیح صلوۃ جنازہ در مسجد ثابت فرمادین ۔

اور تیسری شرط یہ ہے کہ مشاہیر علماء ہندوستان کی مواہیر سے اپنے جواب کو مزین فرماوین جب تمام شرطین متحقق ہوں تو جواب سے یاد فرمادین اگر حق ہوگا علانیہ قبول کرینگے والا لا چونکہ احقر العباد کا زمانہ فرصت نہایت قلیل ہے لہذا مولوی صاحب کے ایک فتوے کا جواب کہ سب علماء ہندوستان کے نزدیک غلط قرار پایا ہے چہپواکر کے ہدیہ ناظرین کیا اور مولوی صاحب کے اور فتوے بھی میرے پاس موجود ہین بہ تدریج حسب فرصت الہلا للصواب تحریر عین الجدال چہپواکر کے واسطے شائقین علم دین کے پیش کرونگا تاکہ بخوبی معلوم ہووے کہ یہاں کسی قسم کے مجادلہ کو دخل نہیں ہے

الملتمس

احقر العباد محمد گل خان کہلیلے

۱

اَشرَفُ البَرَاہِینُ المنہودہ

عَلےٰ

حُرمَتِ الغَرَابِینُ الہندیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد حمد اور صلوٰۃ کے بندہ ہیچمدان عاصی امیدوار رحمت الٰہی **محمد گل** کابلی عرض پرداز ہی۔ کہ اماکن مختلفہ جیسے سہارنپور۔ میرٹھ اور علاقہ مظفر نگر سے چند استفتا اس مسکین کے پاس دربارہ حلت اور حرمت زاغان ہندی کے پہونچے اور میئے اپنی طاقت سے ہر ایک استفتا کا تحریر کرنا ضرور سمجھا لہٰذا برادر دینی عزیز جانی میاں محمد اشرف صاحب مراد آبادی نے مجھسے فرمایا کہ ایک ایسی کتاب مختصر چند ورقہ مشتمل بروایات مفتی بہا کے فقہا تالیف کرنا چاہی کہ اون روایات کی بموجب ان دیسی کوّوں کا حال حل و حرمت بخوبی معلوم ہو اور اوسکو چھپوا کر وقف کر دونگا اور جو مسلمان اسکو طلب کرے محصولڈاک اوسکے ذمہ اور کتاب مفت بھیجونگا لہٰذا بندہ مسکین نے اس مختصر میں اقوال مفتی بہا کو جمع کیا کہ اونسے دیسی کوّے کی حرمت بخوبی ثابت ہے اور چونکہ برادر دینی میاں محمد اشرف صاحب اس مختصر کی تالیف کے لئے علت باعثہ تھے لہٰذا اونکے نام کا ایک حصہ کتاب کے نام میں داخل کر کے اسکا نام **اشرف البراہین المنہودہ علی حرمت الغرابین الہندیہ** رکھا۔ امید ہے کہ جو مسلمان بھائی اس کتاب سے فائدہ اوٹھاویں تو مجھ مسکین اور میاں محمد اشرف صاحب کو دعائے خیر سے یاد اور شاد فرماویں۔

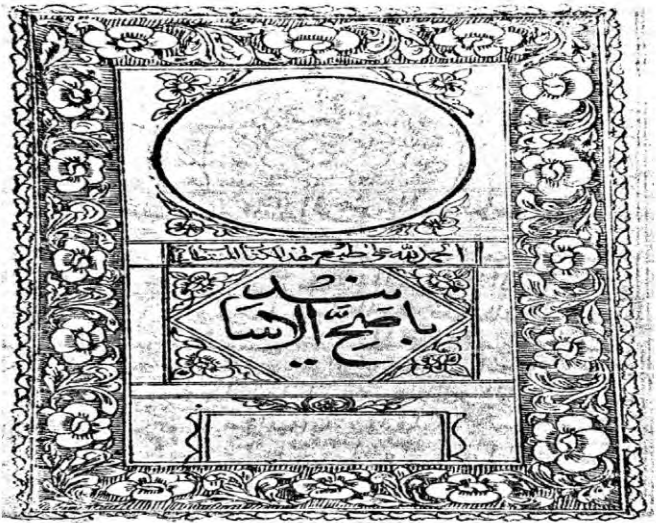

الحمد لله على طبع هذا الكتاب المستطاب

سند باصح الاسانيد

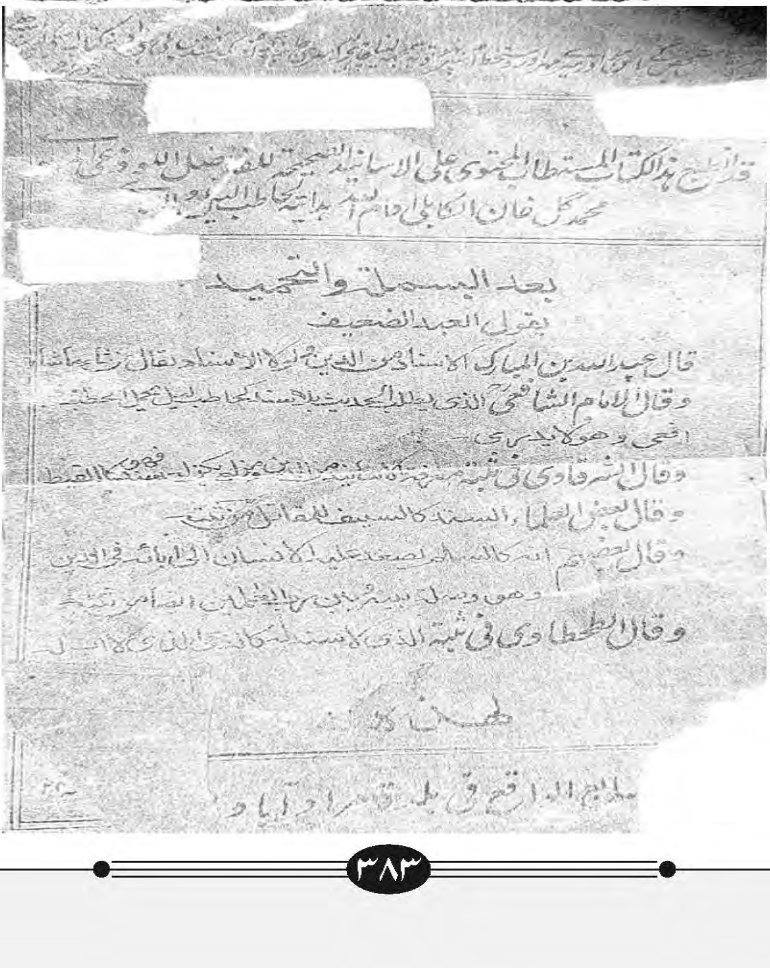

قد انطبع هذا الكتاب المستطاب المحتوي على الاسانيد الصحيحة للفقير فضل الله ... محمد گل خان الكابلي ...

بعد البسملة والتحميد

يقول العبد الضعيف

قال عبد الله بن المبارك الاسناد من الدين ولولا الاسناد لقال من شاء ما شاء

وقال الامام الشافعي رح الذي يطلب الحديث بلا اسناد كحاطب ليل يحمل الحطب ... وهو لا يدري

وقال الشرقاوي في ثبته ...

وقال بعض العلماء السند كالسيف للمقاتل ...

وقال بعضهم انه كالسلم ...

وهو وصلة ...

وقال الطحطاوي في ثبته الذي لا سند له ...

مطبع ... واقع في بلدة ... آباد

تاثر گرامی: الحمد للہ الذی فضل العلماء علی سائر الوری، ورفع درجاتھم فی الدنیا و الآخرۃ، والصلوٰۃ والسلام علی من جعلہ اللہ معلمًا و مربیًا، سیدنا محمد و علی آلہ وصحبہ ومن والاہ، أما بعد:

نبیرۂ مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی عبدالعزیز خان صاحب زید اقبالہ مہتمم جامعہ عربیہ ناگپور

یہ بات اہلِ علم و تحقیق پر مخفی نہیں کہ برصغیر میں علم و عرفان، تصوف و طریقت اور فقہ و عقائد کے میدان میں جن نفوس قدسیہ نے اپنی زندگی کا ہر لحہ امتِ مسلمہ کی رہنمائی میں وقف کر دیا، ان میں شیخ الکل حضرت علامہ محمد گل خان کابلی ثم مراد آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ کا نام سرفہرست ہے۔ ان کی علمی، فکری اور روحانی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے، جن کے نقوش آج بھی اہلِ حق کے دلوں پر ثبت ہیں۔

میرے لیے یہ باعثِ شادمانی و سعادت ہے کہ ان بلند پایہ افکار و رسائل کو عصرِ حاضر کے ایک قابلِ قدر عالم دین، خادمِ سنّت، محقق و فقیہ، مرتبِ گرامی مفتی محمد ذوالفقار خان نعیمی، مفتیٔ اعظم اتراکھنڈ حفظہ اللہ تعالیٰ نے نہایت جانفشانی، علمی دیانت اور روحانی محبت کے ساتھ "رسائل شیخ الکل" کے عنوان سے مرتب فرمایا ہے۔

یہ مجموعہ نہ صرف شیخ الکل کے علمی و روحانی افکار کو محفوظ کرتا ہے بلکہ میلادِ مصطفیٰ ﷺ، قیامِ ولادت، فقہی جزئیات اور عقائدِ اہلِ سنّت سے متعلق شبہات کا شافی و کافی ازالہ کرتا ہے۔ اس کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ مرتب نے نہ صرف متن کو حسنِ ترتیب سے مزین کیا بلکہ تحقیقی تخریجات، مدلل حواشی اور تسہیلی توضیحات کے ذریعے اسے عصرِ حاضر کی ضروریات سے ہم آہنگ بھی کر دیا ہے۔

"رسائل شیخ الکل" ایک گراں قدر علمی و روحانی سرمایہ ہے جو اہلِ علم، طلبہ، اساتذہ، خطبا اور عوام الناس کے لیے یکساں مفید و مؤثر ہے۔ یہ کتاب ان شاء اللہ تعالیٰ، عقائدِ اہلِ سنت کے تحفظ، علم و معرفت کے فروغ، اور بدعات و شبہات کے ازالے میں اہم کردار ادا کرے گی۔

میں مرتبِ گرامی، مفتیٔ اعظم اتراکھنڈ حضرت علامہ مفتی محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی دامت برکاتہم العالیہ کو اس عظیم دینی خدمت پر دل کی گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتا ہوں، اور دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے علم و عمل، عمر و صحت، اور خدمات میں مزید برکت و قبولیت عطا فرمائے، اور اس کتاب کو امتِ مسلمہ کے لیے ذریعہ ہدایت و بصیرت بنائے۔

وما توفیقی إلا باللہ العلی العظیم۔ والسلام مع حسن الدعاء،

فقیر فی سبیل اللہ

محمد عبدالعزیز خان قادری

خادم، جامعہ عربیہ اسلامیہ، ناگپور۔ ۳۱ مئی ۲۰۲۵

شیخ الکل ارباب علم ودانش کی نظر میں

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت محدث بریلوی قدس سرہ:۔

لِیَهْنِ ضَلَالَ النَّجْدِ قِلَّةُ ذِلَّتِه | بِمَوتِ مُحَمَّدْ گُل وَ غَیْبَةِ هَیْبَتِه
مَضَی الْوَرْدُ اَبْقَی اللّٰهُ ذَاالزَّهْرَ بَاسِمًا | وَدَامَ نَعِیْمُ الدِّیْنِ غَضًّا بِزَهْرَتِهٖ
یَقُوْلُ الرِّضَائِی عَامِ رِحْلَةِ حِبِّهٖ | رَوَاءُ مُحَمَّدْ گُلُ بِبُسْتَانِ جَنَّتِهٖ ۱۳۳۰ھ

نجد کی ضلالت وگمراہی کو اس کی ذلت ورسوائی کا شیخ محمد گل کے وصال اوران کی پرہیبت شخصیت کے پس پردہ چلے جانے کے باعث کم پڑجانا مبارک ہو۔وہ پھول چلا گیا اللہ تعالیٰ اس کلی، شگوفہ کو ہنستا مسکراتا باقی رکھے۔اور نعیم الدین اپنی آب وتاب کے ساتھ ہمیشہ تروتازہ رہے۔احمد رضا اپنے پیارے کے سال رحلت میں کہتا ہے "محمد گل کا اپنے باغ جنت میں جامہکنا"

حضور شاہجی محمد شیر میاں علیہ الرحمۃ:۔

"میاں مراد آباد میں مولانا محمد گل صاحب بڑی اچھی صورت ہیں۔میں مراد آباد جاتا ہوں توان کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں"

صدر الافاضل:۔

اساتذہ فقیر یعنی جامع المعقول والمنقول، حاوی الفروع والاصول، زبدۃ المتقدمین، قدوۃ التاخرین، امام المحققین، خاتم المدققین، حاجی الحرمین الشریفین مخدومنا استاذنا حضرت مولانا محمد گل صاحب.... مدرسہ امدادیہ مراد آباد کو جن کے ریاض علوم سے ایک میں بھی ادنیٰ گلچیں ہوں فراموش نہ فرمائیں۔"

مرزا نصیر الدین مصنف وقائع نصیر خانی:

مولوی محمد گل کا مزاج درویشانہ ہے۔خدا اور رسول کے بعد بزرگان دین اوراولیاے کاملین کے آثار کو عظمت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔یرات، طعام مسکین، تقسیم شیرینی، حلوا برائے ثواب رسانی میت یا ارواح بزرگان کو اچھا سمجھتے ہیں۔اوراہل حدیث کی طرح کفر وبدعت نہیں کہتے ہیں۔بہت صاف دل اور غیر متعصب ہیں۔یگانہ وبیگانہ کی رعایت ملحوظ خاطر رکھتے ہیں۔تقلید کے حامی ہیں غیر مقلدوں کو اپنا مخالف سمجھتے ہیں۔صوفی بھی نہیں ہیں کہ ان کو بربط وطنبور ونغمہ وغزل پر حال آئے۔اس قسم کے افعال کو مذموم، نامشروع اور بدعت سمجھتے ہیں۔"

محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی غفرلہ

NOORI DARUL IFTA

Madina Masjid, Mohalla Ali Khan,Kashipur, U.K.

Contact No.: 9759522786